ریحان
دی لیجنڈ

شہید ریحان بلوچ کی شخصیت، زندگی
اور جدوجہد کے گوشوں پر اہلِ قلم کے آراء

مرتب :
ڈاکٹر جلال بلوچ

سنگر
www.sangarpublication.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	ریحان دی لیجنڈ
مرتب	ڈاکٹر جلال بلوچ
سال	مئی 2019
ٹائٹل ڈیزائننگ	جاڈو بلوچ
پبلشر	سنگر پبلی کیشنز (مقبوضہ بلوچستان)
تعداد	2000
کتابی سلسلہ	نمبر **19**

BOOK NAME	: **Rehan The legend**
EDIT	: DR, Jalal Baloch
ADDITION YEAR	: May 2019
TITLE DESIGN	: Jado Baloch
PUBLICATION	: **SANGAR** PUBLICATION BALOCHISTAN
QUANTITY	: 2000
SANGAR BOOK SERIES	: **19**

سنگر

SANGAR PUBLICATIONS

Website: www.sangarpublication.com /org

Email: monthlysangar@gmail.com

ریحان
دی لیجنڈ

انتساب

مجید بریگیڈ کے فدائین
کے نام

جنہوں نے اپنی زندگیاں بلوچ سرزمین کیلئے قربان کردیں

ترتیب

☆ پیش لفظ.....بشیر زیب بلوچ 10
☆ ابتدائیہ.....ڈاکٹر جلال بلوچ 14
☆ عرض ناشر.....ادارہ سنگر 15
☆ شہید ریحان مختصر تعارف..... 17

بلوچی مضامین

1. مرگ امبازیں ریحان جان.....مہروان کمبر 21
2. سرمچارانی بامردی.....اکیل مراد 23
3. ماں بلوچ راجی جنز ءَ مات یاسمین ءِ کرد.....ھسا بجار 25
4. کسان بالادریحان جان.....سنگر بلوچ 27
5. رخصت اف اوار اُن سنگت.....شاد بلوچ 29
6. شہید ریحان جان ءَ سہریں دروت.....سرباز وفا 31
7. کلویے پہ بلوچ راج ءَ.....سنگو بلوچ 35
8. بچکندانی تہا چیریں.....حکیم واڈیلہ 38

براھوی مضامین

1. دھرتی نا بھل اِنگار ریحان جان.....لالا خان بلوچ 41
2. کنا راہشون.....باہوٹ بلوچ 44
3. کنا مارای نے وطن کن ندر کریٹ.....نودان بلوچ 47

اردو مضامین

1. چنبیلی کی کوکھ سے پروان چڑھتا نازبو.....برزکوہی 50
2. بلوچ قوم کا جوانسال مورخ.....ڈاکٹر جلال بلوچ 55
3. Rehan the Legend.....برزکوہی 59
4. مادرِوطن اور قربانی.....علی کچکول 63
5. تاریخ کا انمول باب لمہ یاسمین بلوچ.....ڈاکٹر جلال بلوچ 66
6. تاریخ کے کرشماتی اور منفرد کردار.....ایوب بلوچ 69
7. ریحان جان.....عائشہ بلوچ 72
8. وطن کا یار.....سالار بلوچ 74
9. مادرِوطن بی بی یاسمین کو سلام.....حکیم واڈیلہ 77
10. تاریخ، علامتیں، والدین اور فدائین.....کوہ دل بلوچ 80
11. ریحان جنگ جاری رہیگی.....نغرا بلوچ 84
12. فرق.....سلال بلوچ 87
13. آہ۔۔۔سرفوش.....جلال بلوچ 91
14. فلسفہ قربانی ریحان بلوچ.....لطیف بلوچ 95
15. انقلاب خود اپنے بچوں کو نگلتا ہے.....لیاقت بلوچ 95
16. کاش میں بھی ریحان ہوتا.....میرین بلوچ 101
17. عشق.....شیراک بلوچ 104
18. شہید ریحان جان کا عظیم کام.....کمال بلوچ 106
19. فدائین بلوچستان.....عبدلاواجد 110
20. شہید ریحان اسلم قربانی کی نئی تعبیر.....سنگراستال بلوچ 114
21. میں کیا لکھوں شہید ریحان کے لیے.....حاجی بلوچ 116

22. عظیم باپ اور فرمانبردار بیٹا.....ظفر پرچو دہار 118
23. شہید ریحان جان.....چاکر بلوچ 120
24. یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہیگا.....بہرام بلوچ 122
25. فکر آزادی کو سچ ثابت کرنا فلسفہ فدائین.....برزکوہی 126
26. ریحان.....مہاران بلوچ 130
27. تم کامیاب ہوگئے ریحان.....عائشہ بلوچ 133
28. حوصلوں کا نام ریحان.....علیزہ بلوچ 135
29. ریحان دیکھ رہا تھا.....جلال بلوچ 138
30. حئی سے ریحان تک.....بیرگیر بلوچ 140
31. ریحان جیت کی علامت.....سیم زہری 145
32. شہید ریحان جان کا کارواں.....شاھیگ بلوچ 149
33. ریحان نے ایسا کیوں کیا؟.....شاھیگ بلوچ 151
34. آجوء فدائی شہید ریحان جان.....پیادہ بلوچ 154
35. ریحان زندہ ہے.....خالد شریف 156
36. ماں یاسمین جس نے ممتا کو نئی تعریف بخش دی.....دودا بلوچ 159
37. تصویر کہانی.....برزکوہی 161

شاعری

اختر ندیم بلوچ، مرید بلوچ، منیر معراج، مراد زامرانی،
امام جان گل، ریحان قومی، فضل شیر، سیف ساگر،
بشیر زیب، گلپان بلوچ، ثانی، تاج بشیر، باری آجوئی
163 تا 192

انگریزی مضامین

1. Kachkol Ali 194
2. Mehlab A Nadeem 201
3. Dr Allah Nazar Baloch 204
4. Sangar Web Desk 208
5. Sangar Web Desk 212

بیانات

216تا231

خصوصی فیچرز اور رپورٹیں

233تا244

تصاویر

247تا255

پیش لفظ

فلسفہ کہتا ہے سچ مطلق نہیں ہوتا ہے، وقت وحالات اور انسانی اقدام اور فیصلوں سے بدلتا رہتا ہے۔اور گیارہ اگست 2018 کو اپنے **لیجنڈ ری** فیصلے سے ریحان جان ہم جیسے ہزاروں کو اپنا پیروکار بنا کر ثابت کر دیا کہ واقعی سچ مطلق نہیں ہوتا ہے وقت وحالات اور انسانی اقدام، کردار اور عمل سے سچ بدل جاتا ہے، تبدیل ہو جاتا ہے۔

ایک یا ایک سے زائد موضوع پر لکھنا آسان ہے، لیکن ایک کتاب پر کتاب لکھنا قدرے مشکل کام ہے۔ ریحان ایک تاریخ بن چکا ہے اور تاریخ پہ لکھنے کیلئے تاریخ پہ دسترس ہونا لازمی ہے ،یعنی ریحان پہ الفاظ قلم بند کرنے کیلئے اس کے فکر وخیالات کو سمجھنا بھی لازمی ہے۔

کیونکہ جب ریحان نے یہ فیصلہ کیا، فیصلہ کے بعد اور فیصلہ کو حتمی شکل دینا خاص کر وہ لمحات جب بارود سے بھری گاڑی میں سوار ہو کر آپ دشمن پر فدائی کرنے جا رہے تھے جب جب دشمن قریب سے قریب ہوتا جا رہا تھا اور آخر آپ بٹن دبا کر خود کو اور دشمن کو اڑا رہے تھے تو یہ کیفیت اور لمحات کو حقیقت اور سچائی کی بنیاد پر ہم جیسے انسان کس طرح اور کیسے حقیقی معنوں میں بیان کر سکتے ہیں اگر بیان کر بھی لیں تو اس میں کس حد تک سچائی اور صداقت ہوگی، کس حد تک ہم ریحان کی قربانی کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔

یہی چند بنیادی سوالات کی بناء پر کسی بھی ایسے کردار پہ جنہوں نے قوم اور وطن کے لیے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیے لکھنے کی توفیق عطاء نہیں ہوتا اور خاص کر ریحان کے حوالے سے اور زیادہ مشکل ہوگا کیونکہ وہ سب سے الگ اور منفرد کردار کا مالک ہے۔

اس مرتب کردہ کتاب میں ریحان کے حوالے سے مختلف لکھاریوں نے جس انداز میں اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار کیا وہ قابل قدر اور حوصلہ افزاء ہے، جہاں کوئی شہید ریحان جان کو **لیجنڈ** تصور کرتا ہے اور کوئی مورخ، کتاب میں شامل مضامین میں کہیں شہید ریحان جان کی

قربانی کوسنتِ ابراہیمیؑ سے تشبیہ دی جاتی ہے تو کوئی حیران وششدر ہے کہ یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہوا۔ دراصل میں سمجھتا ہوں کہ **لیجنڈری** کردار ہوتے ہی ایسے ہیں جو لکھاری اور قاری دونوں کو حیران وششدر کردے۔

کتاب کے عنوان کی مناسبت سے میں یہ کہنا چاہونگا کہ **"ریحان دی لیجنڈ"** ریحان جان کا کردار دیکھتے ہوئے انتہائی موزوں اور ریحان جان کے شان کے لائق نام ہے۔

اس کتاب میں شامل مضامین اور شاعری میں ریحان جان کے علاوہ دو مزید ہستیوں کا ذکر ہمیں ملتا ہے جن میں ایک شہید ریحان جان کی والدہ بی بی یاسمین کا انقلابی کردار جہاں وہ مقصد کو اپنی اولاد سے بڑھکر اہمیت دیتی ہے اور بخوشی بیٹے کو ایک ایسے محاذ پہ رخصت کرتی ہے جہاں سے بیٹے کی لاش کا دیدار بھی ممکن نہیں، لیکن وہ پھر بھی ثابت قدم رہتی ہے جو ہم جیسوں کے لیے کسی معمہ سے کم نہیں بقول بلوچ شاعر مرید بلوچ" گمان آمُستی، بیان آن پیشن" اور دوسرا ریحان جان کے والد عظیم گوریلہ لیڈر استاد اسلم بلوچ ہے جن کے اس عظیم کردار کو تاریخ ہر دور میں یاد رکھے گی جہاں وہ کہتے ہیں کہ اپنے بیٹے کا انتخاب میں نے کیا تھا۔ یہ ایسے کردار ہیں جن کے عمل نے آج بلوچ قومی تحریک کو ایک ایسے موڑ پہ لا کھڑا کیا ہے جہاں سے آزادی کی کرنیں نظریاتی اور فکری دوستوں کو نظر آرہی ہیں۔

ساتھ ہی میرے نظریاتی دوست بی این ایم کے مرکزی سنگت ڈاکٹر جلال بلوچ جس محنت اور لگن اور مختصر مدت میں مختلف کالم اور شاعری جو شہید ریحان کے حوالے سے ہیں انھیں کتابی شکل میں شائع کیا یہ قابل تعریف عمل ہیں۔ اور ساتھ ہی میں ڈاکٹر جلال اور دیگر دوستوں کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے اپنے بکھرے لفظوں کے اظہار کرنے کا موقع فراہم کیا۔

ریحان جان کے حوالے سے جو تحریر میں نے اس مرتب شدہ کتاب میں پڑھا یا سمجھا مجھے اس بات سے اندازہ ہوگیا جو قومیں اپنے عظیم شہداء کو جب احساسات اور جذبات سے یاد کرتے ہیں اور ان پر سر بلند ہو کر فخر کرتے ہیں وہ قومیں تاریخ میں کبھی بھی گمنام نہیں ہونگے بلکہ ان میں ہمیشہ جدوجہد کی توانائی ہمت اور جوش وجذبہ برقرار رہتا ہے، یہی جوش وجذبہ اور ہمت انھیں تحریک فراہم

کرتا ہے، ریحان جان کی قربانی کے بعد میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بلوچ قوم کع بھی اپنے عظیم مقصد کے لیے، یہی توانائی یہی تحریک ایک دن مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بن جائیگا۔

آخر میں اتنا کہنا چاہونگا کہ ریحان جان نے اپنے ناقابل فراموش فیصلے سے بلوچ قومی تحریک کو ایک نئی روح بخشی قومی آزادی کی جنگ کو ایک نئے سمت اور رخ پر استوار کردیا اب آگے ہماری جہدکاروں کی قومی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم بلوچ قومی تحریک کو کس طرح آگے بڑھائیں گے۔

بشیر زیب بلوچ

☆☆☆

ابتدائیہ

بلوچ قوم کی آزادی کی جدوجہد ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے جہاں قوم اور وطن کی آزادی کے لیے ہزاروں بلوچوں نے سر ہتھیلی پہ رکھ کے اپنے لہو سے قومی تحریک کی آبیاری کی ہے۔ وہ چاہے برطانوی سامراج کے خلاف نورا مینگل، قادر مسوری، بی بی گل اور شاہسوار یا پاکستانی استعمار کے خلاف شہید بابو نوروز، شہید مجید بلوچ، شہید حمید بلوچ، شہید اکبر خان، شہید غلام محمد بلوچ، شہید ڈاکٹر منان بلوچ، شہید بالاچ، شہید درویش یا شہید سدومری اور شہید خالد ہو، جنہوں نے اپنی جدوجہد اور قربانیوں کی بدولت تحریک آزادی کو ایک ایسی سطح پہ لا کھڑا کیا ہے جہاں قوم آزادی کی تمناء لیے زندگی گزار رہی ہے۔

تمام شہداء کی قربانی قابلِ قدر اور قابلِ فخر ہیں لیکن اس حقیقت سے کوئی ذی شعور انکار بھی نہیں کرسکتا کہ آزادی کے اس سفر میں بعض کردار ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے عمل کی وجہ سے نمایاں حیثیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جن کا اختیار کردہ عمل دنیا کے کسی بھی مورخ کی توجہ حاصل کرنے میں دیر نہیں کرتی، انہی ہستیوں میں سے ایک شہید ریحان جان بھی ہے جس کی قربانی نے نہ صرف بلوچ قومی تحریک کو ایندھن فراہم کیا بلکہ دنیا اور بلوچ قوم کو بھی بلوچ قومی آزادی کی تحریک کی جانب مبذول کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کتاب کو مرتب کرنے کی ضرورت میں نے کیونکر محسوس کی؟ جو فقط چند بلوچ لکھاریوں کے مضامین اور شاعروں کی شاعری پہ مبنی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہمارا ماضی ہے جہاں ہمارے دانشوروں نے تاریخ سے ناتا جوڑنے اور آنے والوں کے لیے تاریخ کو محفوظ کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ جس کی وجہ سے ہمارے پاس گزشتہ ادوار میں چلنے والی تحریکوں کے حوالے سے کوئی دستاویز موجود نہیں اور اگر ہے بھی تو انتہائی محدود پیمانے پر جنہیں مدِ نظر رکھ کر کوئی ماضی کا مشاہدہ نہیں کرسکتا۔ اس کتاب کی دوسری وجہ بذاتِ خود مجھے شہید ریحان جان کی قربانی اور اس میں عظیم ماں بی بی یاسمین اور بلوچ لکھاریوں کا انداز بیان گو کہ ان میں سے بعض کا اندازِ بیان

مضمون نگاری کے معیار پہ پورا نہیں اترتا لیکن ان کے ان مضامین میں ریحان جان اور ماں بی بی یاسمین کا کردار کچھ اس انداز میں نظر آیا کہ میں شعوری یا لاشعوری طور پہ ان تمام مواد کو یکجا کرتا رہا جو بالآخر کتابی شکل اختیار کر گیا۔ اس مرتب شدہ کتاب کی تیسری وجہ یہ ہے کہ شہید ریحان بلوچ اور مادر بلوچستان بی بی یاسمین کے اصل کردار سے نہ صرف بلوچ قوم بلکہ دیگر محکوم اور مظلوم انسان بھی واقف ہوں اور اس راستے کو شعوری بنیادوں پہ پروان چڑھانے کی کوشش کی جائے جو غلامی سے نجات کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

جب میں مضامین کا مطالعہ کر رہا تھا تو مجھے استاد اسلم بلوچ ایک ایسے کردار میں نظر آیا جو کسی حقیقی انقلابی کا شیوہ ہوتا ہے جہاں وہ قوم کے ہر سپوت کو اپنی اولاد تصور کرتا ہے اس کے لیے ریحان جان اور دیگر دوستوں میں تمیز کرنا ہی مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے اس کے لیے سب ہی ریحان جان ہیں جن کا درد ایک ہے لیکن یہ درد گلزمین کے درد سے جو ستر سالوں سے پاکستان کی جبر برداشت کر رہا ہے اس درد سے کم۔۔۔ اور یہی ایک حقیقی انقلابی اور وطن کے عاشق کی نشانی ہوتی ہے جس کے لیے اول اور آخر وطن کی آزادی مقصد بن جاتا ہے۔

ان مضامین میں والدین کے کردار کے ساتھ ایک بہن کا عظیم کردار بھی نظروں کے سامنے سے گزرتا ہے جہاں وہ بخوشی اپنے بھائی کو وطن کے سپرد کرتا ہے۔۔۔ یہ عظیم بہن گودی عائشہ بلوچ ہے۔ جس کے کردار کو پڑھنے کے بعد میری یہ چھوٹی سی بہن یقیناً تمام بہنوں کو اپنی اختیار کردہ راہ پہ چلنے کے لیے نہ صرف سوچنے پہ مجبور کریگی بلکہ تمام بہنوں کا آئیڈیل بن کے ان کو اس راہ کا راہی بنانے میں اہم کردار ادا کریگی۔۔۔

آخر میں اتنا کہنا چاہونگا کہ میں کوئی پیشہ ور لکھاری نہیں ہوں اس لیے ممکن ہے کہ کتاب کی ترتیب میں کمزوریاں دیکھنے کو ملے جس کے لیے تمام دوستوں سے معذرت خواہ بھی اور یہ امید بھی رکھتا ہوں کہ وہ میری غلطیوں کی نشاندہی کریں گے تاکہ دوسرے ایڈیشن میں ان کا اصلاح ممکن ہو سکے۔

ڈاکٹر جلال بلوچ

26 اگست 2018

عرضِ ناشر

سنگر پبلی کیشن (مقبوضہ بلوچستان) کا قیام 2009ء میں عمل میں آیا۔ اپنے قیام سے لیکر آج تک ادارہ نے 18 کتابیں شائع کی ہیں جن میں پہلی کتاب سنگر، نیشنلزم تاک 1 تھی اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں شہیدانی تاک 1 ،۳، فلسفہ اور انقلاب، ۵۔ جنگ اور گوریلہ جنگ، جسکی اشاعت، اردو، بلوچی، براہوئی میں ہوئی۔ گوریلوں کی یاداشتیں، سرمچاریں میرل، بالاچ، گفتن از زنبور، ۱۱ نمیران شہید کمبر چاکر، کامریڈ حمید شاہین، ڈاکٹر اللہ نذر انٹرویوز، پلیدتر باشد، کامریڈ امداد بجیر، مارشت، راہشون شامل ہیں۔

شائع ہونے والا یہ کتاب ادارہ سنگر کے کتابی سلسلہ کی 19 ویں کتاب ہے۔ جس میں شہید ریحان بلوچ کے حالات زندگی، گھر والوں کے خیالات سمیت دیگر لکھاریوں کے مضامین، شاعری، جہد آزادی کے رہنماؤں کے خیالات اور میڈیا رپورٹس پہ مشتمل ہے۔

اس کتاب میں لکھاریوں، شاعروں اور جہد آزادی کے رہنماؤں نے شہید ریحان جان کے فکر و فلسفے، نظریے اور آدرشوں کی حقیقی عکس بندی کی ہیں اس کے علاوہ اس کتاب میں شائع تحریروں میں ایک عظیم ماں اور ایک عظیم باپ کا کردار بھی دیکھنے کو ملے گا کہ وہ اپنے لخت جگر کو کس طرح قوم اور وطن پہ نچاور کرنے کے لیے حوصلہ فراہم کرتے ہیں والدین کا یہ حوصلہ شہید ریحان جان کے کردار کو تاریخ میں منفرد مقام کا حامل بناتا ہے۔ ماں، باپ کا عظیم کردار اور شہید ریحان جان کی بے نظیر قربانی کی وجہ سے اس کتاب کو کارواں آزادی کے لیے تربیتی کتاب کا درجہ حاصل ہوتا ہے جو یقیناً جہد آزادی سے منسلک افراد بشمول بلوچ سماج اور دنیا کے محکوموں کے لیے راہ حق کا تعین کرنے میں کلیدی کردار کا حامل ہوگا۔

سنگر پبلی کیشنز (مقبوضہ بلوچستان) کو اس بات کا ادراک ہے کہ انسانی زندگی قلم اور کتاب کے بغیر ادھوری ہے اور اس وقت یہ عمل زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے جب انسان کسی

عظیم مقصد کے لیے کمر بستہ ہو یعنی جہد آزادی جیسے آج بلوچ قوم اپنے وطن اور قومی آزادی کے لیے عملی جدوجہد کر رہی ہے۔ بلوچ قوم کی جہد آزادی کی تاریخ کو محفوظ بنانے کے ساتھ ادارہ سنگر دنیا کے دیگر تحریکوں کا مشاہدہ کر کے ان کے تحاریر جیسے ''گوریلوں کی یاداشتیں'' کے مجموعے کو یکجاء کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے، جس کا بنیادی مقصد آزادی کے سپوتوں کا مقصد کے ساتھ وابستگی ظاہر کرنا تھا اسی طرح بلوچ قومی تاریخ کو محفوظ بنانے کے لیے ادارہ جہد آزادی کے عظیم کرداروں کے کارناموں اور بلوچ دانشوروں کی تحریروں کو کتابی شکل میں سامنے لانا اپنا قومی فرض خیال کرتا ہے۔ اسی لیے ادارہ سنگر اپنے قیام سے لیکر آج تک اس قومی فریضہ کو اپنے لیے اعزاز گردانتا ہوا اپنے قومی شہداء، دانشوروں، شاعروں، لیڈروں کے فکر و انکی تعلیمات اور نایاب تحاریر کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب کر کے قومی تاریخ کو محفوظ کرنے کی اپنی سعی کوشش کر رہا ہے۔

گزشتہ کچھ عرصے سے کتابی سلسلہ تعطل کا شکار رہا ہے، البتہ سنگر پبلی کیشنز (مقبوضہ بلوچستان) کی کوشش رہی ہے کہ ادارہ کتابی سلسلے کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھ سکے۔ اسی لیے ادارہ اس سلسلے کو ایک بار پھر منظّم انداز میں آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک کتابیں زیر طبع ہیں جن میں بابا خیر بخش مری کی شخصیت اور سوانح حیات، اظہار بلوچستان' بلوچ دانشور بجار بلوچ کی تحریروں کا مجموعہ، شہیدانی تاک دوم، اور ''نیتاجی'' یہ دستاویزات و نایاب کتابیں آنے والے دنوں میں وقتاً فوقتاً شائع کیے جائینگے۔

اس کتاب کے مشمولات بلوچستان پوسٹ اور ادارہ سنگر سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ہم انہیں انکے شکریے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

ادارہ سنگر

☆☆☆

شہید ریحان جان بلوچ
کا ایک مختصر تعارف

آج اگر انسان تحریر سے واقف نہیں ہوتا تو وہ اس بات پہ کبھی یقین نہیں رکھ سکتا کہ ایک انسان مقصد کے حصول کے لیے اس حد تک بھی جا سکتا ہے۔ جیسے برزکوہی بلوچ نے اپنے مضمون میں اس امر کی نشاندہی کچھ اس طرح کی ہے کہ ''اس فلسفے کو میں نے پروان چڑھتے دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے کہ پھول اپنی کوکھ سے خوشبو کی مہک کے ساتھ کانٹوں کو بھی جنم دیتی ہے لیکن کبھی یہ نہیں دیکھا، نہ سنا تھا کہ پھول اپنی کوکھ سے ایک اور مختلف رنگ و خوشبو کے پھول کو بھی جنم دی سکتی ہے لیکن ابھی یہ ناممکن سی سچائی ممکن بن گیا کہ پھول تو پھول کو جنم دیتا ہے۔'' ہاں واقعی شہید ریحان جان کا کارنامہ انسان کے لیے ناقابل یقین بات ہے۔ لیکن عظیم انسان اگر عظمت کی بلندیوں کو چھوتے ہیں تو یہی عمل انہیں دوسروں سے ممتاز اور منفرد مقام بخشتا ہے۔ ویسے دنیا میں منفرد مقام کے حامل انسانوں کی کمی نہیں لیکن جوں ہی ہم تاریخ کے اوراق تار تار کرتے ہیں تو ہمیں شہید ریحان جان بلوچ کا کارنامہ سب سے بلند مقام پہ ملتا ہے۔ جہاں ایک ماں اپنے جوانسال بیٹے کو ایک ایسی مہم پہ روانہ کرتی ہے جہاں سے جسد خاکی کے ملنے کی امید بھی نہ ہو، اور ایک عظیم باپ اس کی رہنمائی کر رہا ہو۔ ہاں یہ کچھ عجیب ہے، واقعی یہ ناقابل یقین ہے۔ ناقابل یقین کیسے نہ ہو کہ ریحان جان بلوچ بھی جو عنقریب ازواجی بندھن میں بندھنے والا تھا جہاں زندگی کی مسرتیں اس کا استقبال کرنے کو بیتاب تھے لیکن انہوں نے ایک ایسی راہ کا ایک ایسے وقت میں انتخاب کیا جس نے اسے تاریخ میں سب سے منفرد مقام عطاء کیا۔

اس کی سوچ عظمت کی بلندیوں کو چھو رہا تھا، وہ نظریاتی اور فکری حوالے سے مسلح تھا، اسی لیے تو اس نے جہد عمل میں ایک ایسے کارنامے کا انتخاب کیا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ریحان جان بلوچ نے 12 جون 1997ء کو کوئٹہ کے علاقے شالدرہ ٹین ٹاؤن میں شہید

جرنل استاد اسلم بلوچ اور لمہ یاسمین بلوچ کے آنگن میں آنکھ کھولی۔ شہید ریحان جان بلوچ ابھی سکول جانے کی عمر کو پہنچا ہی تھا کہ عظیم والد شہید جرنل اسلم بلوچ شہری جنگ سے نکل کر پہاڑوں کو مسکن بنا چکا تھا۔ ان حالات میں لمہ یاسمین بلوچ بچوں کے ہمراہ کراچی منتقل ہوگئی۔ شہید ریحان جان بلوچ نے ابتدائی تعلیم کے لیے کراچی کے ایک سکول میں داخلہ لیا جہاں وہ فقط نویں جماعت تک تعلیم حاصل کر پایا۔ تعلیم مکمل نا ہونے کی اصل وجہ ریاستی جبر ہی تھا جہاں وہ کسی ایسے خاندان کو برداشت نہیں کر سکتے تھے جو جہد آزادی کے کارواں میں شامل ہوں۔ تعلیم ادھوری چھوڑ کر وہ علاقے تبدیل کرتا رہا لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ انہوں 2011ء میں بلوچ لبریشن آرمی کے پلیٹ فارم سے مسلح جدوجہد شروع کی اور بلوچستان کے مختلف علاقوں بولان اور شور پارود میں تنظیم کے ممبران کے ساتھ عملی جدوجہد میں حصہ لیتا رہا۔

شہید ریحان جان بلوچ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ صبح سے شام تک تنظیمی امور میں متحرک رہتا تھا، اس حوالے سے ایک دوست کا کہنا ہے کہ ''میں اس نوجوان کو جہد آزادی میں اس قدر متحرک دیکھ کر حیران و ششدر رہتا ہوں۔'' وہ ایک سپاہی تھا قوم کا حقیقی سپاہی جو فقط قومی کاز کے لیے خود کو وقف کر چکا تھا، جس کا اڑھنا، بچھونا، جس کے خیالات اور جس کی زبان یعنی ہر عمل میں جہد آزادی کا رنگ دیکھنے کو ملتا تھا۔

2012ء میں شہید ریحان جان بلوچ شہید مجید برگیڈ کا باقائدہ ممبر بن چکا تھا اور انہی دنوں نے انہوں نے فدائی حملے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی لیکن کم عمری کی وجہ سے اس کی اس خواہش کو تنظیم نے رد کر دیا۔ تنظیم نے اس دور میں شہید ریحان جان بلوچ کی اس خواہش کو تو رد کر دیا لیکن ایک بات واضح ہو جاتا ہے کہ شہید ریحان جان بلوچ ہوش سنبھالنے سے قبل ہی فدائی بن چکا تھا اور 21 سال کی عمر میں وہ اس نہج پہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں کوئی باشعور انسان حقیقت اور مفرضوں تمیز کرنا سیکھ جاتا ہے۔

اپنی اس دیرینہ خواہش جو قومی ضرورت بھی تھی جس کا ادراک ریحان جان کو تھا، انہوں نے اس عظیم کارنامے کے لیے 11 اگست 2018ء کا انتخاب کیا یہ وہی دن ہے جہاں برطانوی

آبادکاروں کے جانے کے بعد بلوچ قوم نے اپنی آزادی کا اعلان کیا تھا۔اس دن کومزید یادگار بنانے کے لیےشہید ریحان جان بلوچ نے دالبندین میں چائنیز آبادکاروں پہ فدائی حملہ کرکیا۔اور یوں شہید ریحان جان اپنے عظیم کارنامے سے اپنے مقصد کوعملی جامہ پہنانے میں کامیاب رہا۔ حالانکہ 26مارچ2016ءکواس کی منگنی ہوگئی تھی اوراس حملے سے کچھ عرصہ قبل اس کی شادی کی تیاریاں ہورہی تھی لیکن انہوں نے ذاتی خواہشات کورد کرنے کی ایسی مثال قائم جس کی نظیرانسانی تاریخ میں ملنا ممکن ہی نہیں۔

☆☆☆

بلوچی مضامین

مرگ امبازیں ریحان جان

مہروان کمبر

مرگ راستی ءِ۔اے دنیاے تہا کہ ھرساہدارے ودی پیتگ آہ الم یک روچے مرگے کچلیں تام ءَ چشیت۔ہمارو چ ءکہ دنیاءِ تہا اولی انسان ءَ وتی کدم ایر کتگ بگرداں انیگاں چچو کس ءَ وتی دنیاے سپر جنگ ءُ شتگاں بلے کس یات نہ بیت بس چندے نام انت کہ مدام نمیران انت،،

آرنسٹ ہمینگوئے گشیت،

ہرمردمءِ زندگیءِ ہلاسی یکیں وڑا انت بس یک چیزے اَست کہ یکے ءَ چہ دومی ءَ جتا کنت،

آہ اِش انت کہ اشی زندگی چون گوازینگ ءُ آہ چون مرتگ،،،

فرینکلن گشیت " کہ اگاں تو لوٹے کہ مرگ ءَ چہ پدمن بیحال کنگ مہ باں گڈا انچیں چیزے نبشتہ بکن کہ مردمءِ بوان انت یا کہ وتی زندءَ یک انچیں کارے بکن کہ مرگ ءَ پدہم نمیران بہ بئے ءُ نبشتہ کارتی سرانبشتہ کنگ ءَ لاچار بہ بنت۔"

گشنت مَرگ اگاں سرون ءَ بہ اوشتیت ءُ تو زندگ بیگ بلوٹئے گڈا یک راہے اَست تو پیسرا مرگ ءَ وتی امباز ءَ بزورءُ مرگ ءَ اے موہ مہ رسیت کہ تراساری ءَ امباز بکنت،

مروچی اگاں بلوچ راجدپترے تاکاں بہ لیٹینے گڈا مارا ھز اراں انچیں نام گندگ ءَ کیت کہ آہاں مرگ ساری ءَ ھمبازاں زرتگ ءُ مرگ اے موہ نہ داتگ کہ آہاں ہمبازاں بزیریت۔انسان مدام یک ابدی زندےءِ شوھاز ءَ انت آہ مدام ہمے لوٹیت کہ من مرگ ءَ چے پد ہم نمیران بہ باں سُکرات ءِ زھرانی نوشگ وت اے گپ ءِ گواہی ءَ دنت کہ آہی ءَ گشتگ ات " کہ من اگاں اے زھراں مہ وراں درانڈیھ بہ باں گڈا کس منایات نہ کنت "

زارءِ روس ءِ ہلاپ ءَ یک جُہد کارے ءَ پاھو دیگ ءَ ساری ہمے گشگ بیت کہ لہتیں

ساعتاں پدتی ساہ گرگ بیت اگاں تو زارءِ ہلاپ ءَ جُہد کنوکیں مردمانی سنگتی ءَ یلہ کنے گڈا تو پہل کنگ بئے بلے اے جہدکار ءِ پسوہمے بیت کہ "منی مرگ منی سنگتاں گیشتر جز بگ دنت"

ہرمردمءِ وتارا یک تبے است آہ ہمے تب ءِ سندءُ بندیں موسمانی تہا زندگواز ینگ ءَ انت۔کئے ءَ کُجا روگی انت؟ کئے ءَ چے کنگی انت؟ کئے ءَ کُجا ءُ چون مرگی انت؟ کس زانت نہ کنت۔لہتیں است کہ آہ وتی واہانی ہمراہی ءِ زندگ بوھگ لوٹنت۔لہتیں است کہ آہ وتی ہستی ءِ آجو کنگ لوٹنت۔آہ بئے نہ مرانت مدام زندگ بنت۔انچو کہ جوز مارتی گشیت "مرگ ءِ ہرکس مریت بلے ہماکس ءَ کہ ہماجاہ ءَ مرگی انت ءُ ہماجاہ ءَ بہ مریت آہ کدی ہم نہ مریت بلکیں زندگ مانیت"

راجی مکسدانی ہاترا جُہد کنوکیں مردم اے گپ ءَ شرزان انت زلم ءِ [دیم ءَ آواز چست کنگ

مرگ ءِ دعوت دیگ انت ءَ آسر مرگ

انت بلے یک جہدکارے اے گپ ءَ مان نیاریت مرگ ءَ پہ وشیں دل امباز کنت۔

منی راجی رہشون شہید گلام محمد گشیت " مئے سنگتی گوں مرگ ءَ انت " ہمے مرگ ءَ گون سنگتی کنوکیں ورناہاں چہ یکے ریحان بلوچ انت۔شہید ریحان جان پہ مڑاہ ءُ شان تناپیں ڈگارءِ موکگ ءَ چہ وتی بچکند چکاریں زندءَ سرگوزیت ءُ کبزہ گیریں پاکستان ءَ آہی ءِ واجہ ءَ اے پیگام ءَ دنت کہ ما انگت استیں۔ماترا وتی سرڈگارءِ مال ءُ مُدیانی دزگ ءُ برگ ءِ نیلیں۔تو ستر زلم بکن بلے تی دیم ءَ چو تمرد ءَ اوشتا تگین ءُ انگت اوشتیں۔اے گلزمین سنٹ نہ انت ہزاراں منی وڈیں بچ تی زلمانی ہساب ءِ لوتگ ءَ وتی سراں کپن بستگ۔تی زلمانی تہاریں شپ داہم نہ مانیت۔بام الم ءَ آسیت۔داں جان ءِ ھونانی گڈی ترمپ ءَ گوں تو جنگ بیت۔

پہ وتن دیوانگیں شہید ریحان جان ءَ پدا شہیدانی یات نوک کُت انت۔تی گران بہاہیں کربانی ءَ بلوچ راج ءِ تہا گیشتر جز بگ پیدا کتگ۔ہر بلوچ مروچی تی وڈیں بچانی سرا پہر بندیت۔۔ھون ءِ کہ پہ ھک ءَ ریچیت ھاک ءِ تہا بیگواہ نہ بیت۔

☆☆☆

سرمچارانی بامردی

اکیل مراد

زمین کردانی واھند اِنت اے پجاہ نیاریت کہ من پہ کئے ءزندگ اَنت بس آئی ءِ چماں زمین ءِ ھما ندارگ گردش کنگ ءَ اَنت کہ ھمک دمان ءُ ساھتاں۔

ھِمت، جان ءِ زور، دل ءِ تمردی ھنچش زوردنت کہ یک وشیں اُمیتے ءِ ھاتر ءَ وت ءَ تیوگ ءِ ندر بہ کن ءُ آھوکیں وھد ءِ یک اَنچیں نامے ءِ لڑ ءَ وت ءھوارین کہ ھمک دمان ءَ تی نام مردمانی دپ ءَ جاڑ یگ بہ بیت۔

ھمے نامانی تہ ءَ مروچی ریھان جان ءَ ھم وت ءھوار گپت آئی ءِ کسان سالی ءِ آئی ءِ پکر ءُ ھِمت ءَ را ھنچش مھکم ءُ تمرد کرتگ اَت کہ آئی ءَ ھچ ساہ بوھگ ءُ نہ اِت کہ منی دیم ءَ یک وشے ءِ ھستیں من ھم یک زندمانی ءِ واھند اَنت۔

منی ھم زندی واھشت ھست اَنت من ھم سالونکی ءِ واب ءِ گندگ لوٹ آں من ھم وتی پکرانی تہ ءَ یک آشنائیں زندے ءِ چاریگاں من ھم دستانی بوگاں ترا ناک کنگ لوٹ آں۔

ریھان جان ءَ اے کسانیں بالاد ءِ یک اَنچیں پکر ءِ سکین ءِ مان کرتگ اَت آئی ءِ ھمک بند ءُ بوگانی تہ ءَ ڈیھہ ءِ بزگی، ڈیھہ ءِ گلامی ڈیھہ ءِ مڈیانی بروکانی چھرگ دیم ءِ نکش بیان اِت اَنت۔

آئی ءَ پُریں گاڑی ءَ ''بارود'' شوروھچ وڑ ءَ یات پیداک نہ اِت اَنت کہ چاریں نیمگاں ملکموت نھر دان اَت آئی ءِ وتی پدریچ ئسر ءَ یک اوستے ءِ ھاتر ءِ جھان ءِ پتر ءَ ندر بوھوکیں مردمانی لڑ ءَ وتی ساہ بارودانی تہ ءھوارین اِت۔

مروچی یازدہ اگست اَت یازدہ اگست بلوچ ڈیھہ ءِ آجوئی ءِ روچ اَت وشھالی ءِ روچ اَت بلے آئی ءَ ھمے ساہ کُت کہ پد ءَ یازدہ اگست یک روچ منی ھوناں گون ھمرنگ بیتیں ءُ بلوچ یازدہ

اگست ءِ یک وش ءُ ایمنیں وڑ ءِ پئیم ءِ داریت۔

سرمچارانی مھکمیں ایمان دشمن ءِ پروش انت مروچی ریھان ءھوار ھزاران بامرداں وتی ساہ پہ آجوئی ءَ ندریگ کرتگ اَنت ھمک ورناہ ھمک پت چوں ریھان ءِ پت ءِ وڑ ءَ ھمہ رھشون چوں ریھان ءِ پت ءِ وڑ ءِ وتی بچاں ھمے سکین دیاں شمے آھوکیں

باندات ایوک ءَ آجوئی ءِ انت وتی آجوئی ءِ باندات ءِ رڑناہ بہ کن ات۔

ریھان جان تراء ءُ تی کرد ءَ سھر چکیں دروت۔

☆☆☆

ماں بلوچ راجی جُنز ءَ
مات یاسمین ءِ کرد

ھسا بجار

ماوہدے دنیاءِ راجد پتر ءِ تہا راجی جُنزانی سرا کہ چمشانک دہیں تہ مارا بازیں ماتانی کرد گندگ ءَ کاینت۔ انچو کہ فلسطین ءِ راجی جُنز ءِ بامردے ڈڑمن ءَ چہ چیر بوہگ ءِ ہاترا گسے ءِ پُتر یت تہ آگس ءِ زالبول وتی راجی بامرد ءِ رکینگ ءِ ہاترا وتی زہگ ءَ گس ءِ تہا پہ چیر بوہگ ءَ گُشیت ءَ آبامرد ءَ وتی زہگ ءِ جاگہ نادینت، کہ آئی ءِ زہگ وتی اسکول ءِ کاراں کنگ ءَ بیت۔ وہدے ڈڑمن بامرد ءِ شوہازگ ءَ ہمے گس ءَ پُتر یت تہ آ ہما چیر بوتگیں زہگ ءَ زورانت ءُ برانت، بامرد ہمے زال ءَ پُرسیت کہ ماتی تو چوکت؟

تہ آ زال گُشیت کہ آ تہنا منی زھگ ات۔ بلے تو منی ڈیھہ ءِ زہگ ئے تئی رکینگ منی پرز انت۔ یقیناً زہگ دوستانک اِنت، چے یک ماتے چہ وتی زہگ ءَ سر بہ گوزیت ءُ پہ وتی بندیگیں ہاک ءِ موکگ ءِ دست ءِ وت وتی زہگ ءَ کُربان بہ کنت، الم آ مات ماں جہان ءِ راجد پتراں پشت کپیت، فلسطین ءِ لیلہ خالد ءُ دگہ بازیں شیر زالانی وڑا اے مات ءَ ہم وتا گوں وتی اے کرد ءَ چہ سرمچارے ءَ گیش شرپمند کتگ ءُ داں جہان استیں یقیناً اے شیر زال ابد مانیت۔

ہمے وڑا ماں بلوچ راجی جُنز ءِ تہا مکہیں مات ءُ بانکیں گہارانی یک نہ کٹوکیں لڑے مارا گندگ ءَ کیت کہ آ ہاں گوں سپت ءُ چوگاں ءِ چاپ ءُ نازینکاں گوں وتی تاسوپیں بچ ءِ برات پہ پہرء ءُ شان گُلزمین ءِ میار کتگ انت، بلوچ راجی جُنز ءِ تہا چیزے کہول انت کہ آ ہانی کرد ماں بلوچ راجی جُنز ءِ راجد پتر ءَ الم گیر آرگ بنت، شہید واجہ گلام مہمد ءِ مکہیں مات بی کہ واجہ استاد کمبر ءُ شہید ہالد ءِ مکہیں مات ہاتوناں بی یا بانک کریمہ ءِ کرد ءِ کربانی۔

واجہ ڈاکٹر اللہ نزر ءِ گوں شہیدیں گوہر جان استاد سپرہان ءِ مکہیں مات گل بی بی یا واجہ ءِ

لوگبانک پزیلہ، شے اختر ندیم ءِ گوں شہید باست ءِ شہید شاہد جان ءِ مکہیں مات بانک شرجان بی بیت کہ شہید الیاس ءِ مات بی بی ناز بی بی یا شہید رزا جان ءِ مات زرملک۔

اے ہما اہد سازیں سرانی مکہیں مات ءِ بلوچ شیر زال انت کہ اشانی شعور آگہی ءِ بالینگیں چراگاں بلوچ راج ءِ گلا میں شپ زڑن بکشا تگ انت۔

کلیں شہیدانی کربانی یک ہساب انت ءِ آ ہاں راج سُہریں دروت ندر کنت، بلے اے ہما ہاندان انت کہ اشانی کُربانی ءُ مہنتانی بروردانت کہ استیں دور ءِ اے راجی جُنز میزران انت ءُ جُنزان انت۔

بلے چرے مات ءِ گہارانی کرداں چہ بالاتر مروچیگیں اے اہد ءِ رہبر ءِ راجی راہشون استاد اسلم ءِ لوگبانک مات یاسمین ءِ گوں وتی کوہیں جگر ءَ پہ بلوچ راجی جُنز ءَ یک نوکیں درے بوتک ءِ وتا ماں جہان ءِ راجد پتر ءَ انچیں شرپے بکش ات کہ داں ابد آئی ءِ کرد ماں راجی جُنزانی تہا گوں ازت ءُ شرپ گیر آرگ بیت۔

یکے اش کہ یک ماتے دست ءِ وت وتی زہگ ءَ سالونکی رُست بکنت پہ وتن مات ءِ ندر بوہگ ءَ ءُ دومی اے کرد یک انچیں وہدے ءِ کنگ بوت کہ یکے راجی جُنز ءِ تہا ءُ دومی ڈڑمن ءِ پہ جُنز ءِ ہلاپ ءِ بے سوبیں پروپکنڈ ہاں ءِ یک انچیں پروشے دات کہ سردار ءُ سرکار ہرڈ کانی سرء توار کُت ءُ بلوچ راجی جُنز ءَ را یک انچیں قوت ءِ وا کے بکش ات ءُ مات ءِ گہاران ءَ ہمتے دات۔

نمیرانیں شہید ریحان ءِ اے داب ءَ شہیدی ءِ بلوچ راجی جُنز ءِ پہ آجوئی ءَ منزل نزیک کُت ءِ ڈڑمن ءِ واب ءُ آرام پُل ات انت ءُ وتا ماں جہان ءِ راجد پتر ءَ وڑ نام ءُ ابد مان کُت۔

یقیناً اُستاد اسلم یک مزنیں مردمے، وتی گس ءِ اے وڑ ءَ تربیت دیگ ءُ پہ زمین مات ءَ ندر بوہگ ءِ سکیں دیگ ءَ وتی لوگبانک یاسمین ءُ وتی نمیرانیں بچ شہید ریحان جان ءِ تیار کنگ ءَ۔

دانکہ ماں جہان ءَ پہ زمین ندر بوہگ ءِ مارشت مانیت تہ اے بلوچیں کہول الم گیر آرگ بیت۔

سُہریں دروت پہ نمیرانیں شہید ریحان جان ءَ ءُ ہزاران سلام اُستاد اسلم بلوچ ءِ مکہیں مات یاسمین ءِ گوں وتی زمین مات ءِ مہراں۔ ☆☆☆

کسان بالادے ریھان جان

سنگر بلوچ

چوناہ ءآھر زھگ وتی مات ءُ پت ءِ باندات ءِ اُوست بیت پہ وتی زندگی ءجیڑ یت پہ وت یک شریُمستقبل ءِ جوڑ کہنت بہلیں بزگیں بلوچ راج یہک گُلا میں راجے۔ گُلا میں راج ءِ زھگ پہ وتی مات ءُ پت ءآباندات جوڑ ءنت پرچاں کہ ھماں قبضہ کنوکیں ریاست وتی زورا کی ءآوتی داشگیں گُلامانی سرابرجم کہنت ھمیں رنگ ءآبلوچ ورناہ ءآھم وتی سرزمین ءِ رکینگ ءِ ھاترا وتی نگر ھے سرا نّدر کنان انت۔

ھمیں رنگ ءِ کسان بالادے ریھان ھم چوہ مُریدے وڑا پہ سرزمین دیوانگ اہت مہروانیں ریھان یک مُریدے اہت مُریدے وڑے دیوانگیں اہت پہ سرڈگار شہیدا اہت درویش ءِ یادریھان جان ءآ یک رندے پدا بلوچ راج ءِ تھا پیداک کُت ریھان جان گوں وتی کسانیں بالادء آ یک تلارے ءَ اہت وتن ءِ عشق ءَ ریھان دیوانگ ءہ اہت۔

ریھان جان بلوچ راج ءِ یک راستیں ورناہ ءِ اہت بلوچ راج ءِ دردوار اہت دڑمن ء دیماں چوہ تلار ءہمک اہت ریھان جان پہ وتی سرڈگارے ھاترا وتی زند قربان کُت بلوچ ءِ مُڈیانی دفاع ءِ واستہ چاہنیز انجنیر آنی سراوتکش ءِ کُت گوں وتی کسانیں بالادءَ بلوچ راجد پترے پدانوک کُت۔

راجد پتر پداھونین بُوت

بی ایل اے بلوچ لبریشن آرمی ءِ دومی فداہین ءِ سنگت شھید ریھان جان ءِ نام ءِ سرازانگ بُوت ریھان جان ءآ چاہینہ ءِ ہراھمیں پیغام دات کہ بلوچ ءِ وس تاں ھرچ وڑ ارسیت آہ ترا پہ ایمنی بلوچستان ءَ ژندگ نیلیت آہ گوں تو وتی آخری وس ءَ جنگ کنت۔

مرچی شھید ریھان جان ءسراسر جمیں جہان فکر کنت کہ کسان سالیں ریھان پہ تمردی بلوچ ءِ دڑمن ءِ سراوتکشی کُت وتا راہ گوں مواد ءبلاسٹ ءِ کُت دڑمن ھمیں جیڑ یت بارے بلوچ پُسگانی تھا دگہ چچوں دیوانگیں ریھان ھست پہ وتی مادرء وتکش ء تیارانت چاہینہ ھم زانت کہ وھدے ریھان وڑے گونڈل وتی سراپہ کندان قُربان کناں گنڈامن بلوچستان ءباج نہ بری سُھریں سلام ریھان جان ترا داں جہان ھست تو ابدمانیں۔

☆☆☆

رخصت اف آوارن سنگت

شاد بلوچ

مروچی اے ھبرء پہ ہمک بلوچ پُسگ پہر بندایت کہ بلوچ ءوتی آجویں ریاست ءِ واستہ جان بباہ داتگ انت ءُ دومی ھاکمیں ریاستانی زلم ءُ زورا کی ءِ ھلاپ ءِ مُھکمیں کوہ ءِ دورشم ءَ مِک بوتگ۔ 11 اگست 1947 چہ برٹش ءَ آجو بوھگ ءِ روچ زانگ بیت ءُ اے روچ ءَ ریاستِ کلات یک آجویں استان ءِ دورشم ءَ دیم ءَ اتگک بلے چوشکہ ھندوستان ءِ مسلمانانی یک گستایں ملک ءِ ھبر اوں اے وھد ادیم ءَ اتگک ءَ گڈا ہما مسلمان رھشونان کہ آ برٹش ءَ گوں بازنز یک اتنت انت، اھاں پیسر ءَ اے گپ جوانیں رنگ ءھبرات کہ ھندوستان ءِ ھندو برٹش ءِ روگ ءَ پد مارا گوں وت ءَ ھُور نہ کنان گڈا بید ترنپ ءِ ھون ءِ ریچگ ءوتی یک گستایں ملک ءِ جار پر ینگ ءِ ھلوتی بناہ کتگ اتگ۔

برٹش ءِ 1839 ءِ اُرش ءَ پد ریاستِ کلات ءِ خان ءَ گوں معاہدہ کتگ اتگ کہ آ بولان ءِ راہ ءَ چہ افغانستان روان، چہ ایش معاہدہ ءَ برٹش ءوتی کالونی ءِ سوچ ءِ پرچار بناہ کتگ اتگ ءُ میزان میزان ءَ کلات ریاست ءِ ہمک رنگیں چست ءُ ایراناں وتی دست ماں کتگ اتگ، ادا پولیٹکل ایجنٹ داشت ءُ تا کلات ریاست ءِ کالونی ءِ دورشم ءَ داشت بکن۔ ایشی چہ ابید راج دپتر اے گپ ءِ گواہ انت کہ بلوچان ہمک رنگیں قبضہ گیر ءِ دیمپانی کتگ، پارس، مُوگل ءُ دگہ چوشیں بازیں سلطنت بوتگ انت کہ آھاں بلوچستان ءِ بہر ءُ بانگ ءَ وتی داست مان کتگ انت۔

میان استمانی ردءَ جرمنی، اٹلی ءُ جاپان ءِ یکجاہیں فوج ءَ 1941 ءِ یوگوسلاویہ ءِ آجوہی سلب کنگ ءِ پہ ایشر ءَ جرمنی، اٹلی، ہنگری، بلغاریہ ءُ دگہ بازیں کسانیں ریاستانی میان ءَ بہر کتگ ءُ ہمے رنگیں مثال ءِ بلوچستان ءِ یگ انت کہ ایشی یک ٹکرے ایران ءُ یکے افغانستان ءِ بہر کنگ بوتگ ات

تا کہ آیوکیں وھد ءَ بلوچستان میان استمانی رنگ ءِ یک آجوئیں ریاست ءِ مہ بیت ءُ مُھکم مہ بیت۔

برٹش ءَ وھدے بلوچستان ءِ مہراب خان ءِ دورشم ءِ مزاحمت دیست گڈا اے ہبر ءَ دل ایکم بوتگ ات کہ بلوچ ہچ وڈا امپریل سوچ ءِ پابند نہ بیت ءُ برٹش ءِ بلوچ ءِ نندارگ ءُ جہل کنگ ءِ پہ وتی زورا کی بناہ کت انت، بازیں بلوچ پُسگ کُشتگ انت ءُ پاھوءَ درنجیتگ انت ءُ دگہ بازینیں دستگیر کتگ ات۔

زلم ءُ زورا کی ءِ ایش دپتر برٹش ءِ دراھگ ءَ چہ ھلاس نہ بیت بلکنہ آھی ءَ دگہ یک نوک جوڈ بوتگیں ریاست ءِ اسلام ءِ مسلمانیت ءِ نام ءَ برٹش ءِ امپریلیسٹک سوچ ءِ ردءَ دیم ءِ بارت ءِ کلات ءِ آھی پرنسلی اسٹیٹاں گوں پندل سازیت ءِ وتی ہمراہ کنگ ءَ پہ ساڑی کنت بلے کلات ریاست چوشکہ ھوار بوھگ ءَ ساڑی نہ ات گڈا کلات ءِ سرافوجی اُرش کنگ بیت ءُ اے جار ءَ جنگ بیت کہ خان اف کلات ءَ گوں پاکستان ءِ ھُور بوھگ ءِ پیسلہ کتگ۔

چوشکہ کہ کلات اسٹیٹ ءِ بابت ءَ انچوک نبشتہ کنگ نہ بوتگ گڈا بازیں دپتر گار ءُ بیگواہ ہم بوتگ انت ءُ گواچنی چیر تریتگ انت۔

ھیسی سرانانی کربانی دئیگ ءِ اے سلسلہ انگت ءِ برجاہ انت۔ کلات ریاست ءِ آجوی ءِ رند پاکستان ءُ بھارت آجو بوتگ انت۔ برٹش ءِ ھکمی چوشکہ بلوچ ءَ جوانیں رنگ ءَ دیستگ گڈا ہچ وڈا ساڑی نہ بوتگ کہ آ برٹش ءِ نزیکیں مردماں گوں تپاک بکنت ءِ ھُور بیت۔ پاکستان گوں ھُور بوھگ ءِ چہ بھارت ءِ آپشن ءِ گیش ارزشت داشتگ۔

ھمے وڈا یک مزاحمتی عمل ءِ اے رنگ ہم دئیگ بیت کہ برٹش ءِ ھلاپ ءَ کلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی جہد بناہ کنت ءُ برٹش ءِ ہمک رنگیں پندلانی دیمپانی ءَ جنزے ءِ گوں بندوک بیت۔ بلوچ اے وھد ءِ بُلشیوک انقلاب ءِ منوگر بوتگ انت ءُ کلات نیشنل پارٹی چہ ایشی ءِ گیش متاثر بوتگ۔ اے پارٹی تاں بازیں وھدے ءِ انڈرگرونڈ بیت ءِ پد ءَ 10 سال گڈ دیم ءَ کیت۔

پارس، موگل، برٹش ءِ پاکستان ءِ مروچیں ھاکمی ءِ ھلاپ ءَ جہد بناہ ایں۔ پاکستان زورا کی ءُ

آھی ءِ زوریں قبضہ ءِ ھلاپ ءِ تنگتہ بازیں سرے ءِ کربان بوتگ ءِ روچ ءِ کربانیانی یک تاریخ ءِ نکش بوھگ انت۔

مروچی 11 اگست 1947 ءِ روچ ءِ ارزشت ءُ دوبرپچ گرگ ءَ ریحان بلوچ وتی سالونکیں سرءَ بباہ دنت ءُ دگہ یک امپریلیسٹک ریاست راالیش پیغام ءَ سرکنت ما یک زورگپتگیں ریاست آں ءِ مے جنگ وتی وت واجہیں استان ءِ واستہ برجاانت۔

مروچی 11 اگست ءِ اے کربانی راجدپترءِ سرجمیں بہرے جوڑ بوت ءُ الیش اے گپ ءِ ہم پسوءَ دنت کہ اے جنگ مفاد ءُ زاتی واھشتانی نہ انت بلکنیہ ما برٹش ءِ آدگہ ھاکمیں ریاستانی بہرءُ بانگ بوتگیں بلوچ سرڈگار ءِ دوبرآجورنگیں دورشم ءِ پچ گرگ ءِ ھاترا کپن سرءَ بوتگ ءُ چوشیں یک ریاست ہم ماوتی سرڈگار ءِ وش اتک نکنان کہ آمے مال ءُ مڈیاں بیدمے سلاہ ءُ اجازت ببارت۔

کمبر قاضی، درویش بلوچ، شاد بلوچ ءُ مروچیں رحخان بلوچ ءِ بے بہایں کربانی تچکیں رنگ ءَ ھاکمیں ریاست پاکستان ءِ آھی ءِ لوٹ ءُ پلوکیں ہمراہ چین راا ے گپ ءِ سوچ کنگ ءِ ڈالچارکنت کہ بلوچستان ایمنیں رنگ ءَ پلگ ءُ ورگ نہ بیت ءِ ناکہ پہ کُشگ ءُ بیگواہی ءَ اے پد کنزانت۔

یوگوسلاویہ ءِ جنگ ءِ وت واجہی ءِ وھد ءَ یک جنگ جہدکارے، لیپاریڈ چ یک رندے دزگیر بیت ءُ زندان ءَ راہ دیگ بیت بلے آچہ زندان ءَ تچگ ءَ سوب مند بیت ءُ جنگ ءِ بہر بیت، دیمتر ءَ قبضہ گیر دوبردزگیر کنت ءِ ءِ بازیں ازیت ءَ جسمانی ٹارچر سگ ایت بلے وتی سنگتانی بابت ءِ ہنگتہ ہچ وڑیں رازے نہ دنت گڈا آھی گُٹ ءَ گڈسری وھدے کُشگ ءِ چٹ سک دہینت آوتی جنگو سنگتاناں کلوہ راون دنت ءُ گشیت آزادی ھاترا جنگ ءَ برجاہ بدارے ءُ مروچی بلوچ پُسگ ریحان بلوچ وتی ھیسی سرءِ بباہ دیگ ءَ چہ پیسرالیش کلوہ ءَ دنت کہ رخصت اف آوارن سنگت۔

☆☆☆

شہید ریحان بلوچ ءِ سُہریں دروت

سربازوفا

تہاریں شپ گوزان انت بام داتگ
شہیداں مارا چونیں نام داتگ

سرءِ ہک اش ادا کرتگ جہان ءِ
وتی ماتیں زمین ءِ وام داتگ

اگاں مردم ھورت پچاریت بنی آدم ءَ وتی ارواہ وتی زندءِ وشی بے کساس دوست انت انگت مردم پرچہ وتی شہیدی ءَ لوٹیت اے کجام چیز انت مردم ءَ مجبور کنت مردم وتی کلیں وشیاں کربان کنت اے یک ساہ ءُ سرا کربان کنت جیڑ گی گپ ءِ مردم حیراں بیت چہ بازیں جیڑگ ءَ پد اے گپ پدر بیت اے انسانیت ایں. اے راستی انت۔ اے گیرت ایں. اے مُحبت ایں. اے زانت ءُ سرپدی ایں۔ اے راجدوستی ءُ وتن دوستی انت. اے ھمت ایں. اے ایمانداری ءِ مُھکمی انت. اے بہادری ایں. مردم ءَ مجبور کنت شہیدی ءِ نیمگ ءَ بارت۔

شہید وشہادت یک عربی گپ ءِ اسلامی گپ ءِ شہادت ءِ مانا گوائی دیگ ہما گوائی پہ ھک ءُ راستی ءِ ھاترا وتی ساہ ءُ سرءِ ندرکنگ ءَ راگُشنت شہادت شہید زندگ انت شہید نمیران انت شہید ءَ ہمے ھاترا زندگ گشنت شہید ءِ پگر ءِ زندگ انت پگر یک دردءِ یک احاس ءِ ہمدردی ءِ رہشونی ءِ اگاں کسے ءِ پگر زندگ بوت بزان آہ گون زندگینان ھوارانت نمیران ہما کردانی واھند بیت چہ آئی مرگ ءَ پدآئی ءِ نام شریں وڑے ءَ۔

گرگ بیت کردوتی واہُند ءَ زندگ داریت توصیف کنت

11 اگست بلوچ راجدپتر ءِ تہا یک وشیں روچ ءِ زانگ بیت ہمے روچ ء 11 اگست 1947 ءبلوچستان چہ برطانیہ گلامی ءَ آجوکنگ بیت اگاں مابلوچ راجدپترءَ چاراں بلوچ راج ءَ ہر وھد ءَ زالم ء ہلاپ ءَ جنگ کرت ءَ 11 اگست 2018 ءَ بلوچ راج ءِ گیرتمندیں بچ ریحان جان ءِ شہیدی ءَ تیوگیں دُگنیاہ ءَ ہمے گپ پیش داشت بلوچ راج ءِ تہا ایماندار ءُ گیرت منداست پہ وتی ماتیں وتن ءِ رکینگ ءَ مرگ ءَ پہ مڑاہ زوراں پہ وتی جان ءِ کربان کنگ ء چک ءُ پدنباں سنگت ریحان جان ءِ شہیدی کلیں بلوچ راج ءَ آئی پگری سنگتاں مبارک بات۔

اے وڑیں جزبہ ءُ کربانی راجانی ہمت ءَ ودیناں اے پہ بلوچ راج ءَ پہر ءِ گپ ءِ اے راج ءِ تہا شہید ریحان جان ءِ وڑیں بچ ءِ بوتگ اے راج ءَ کیہ گلام جوڑ کنت شہید ریحان ءِ وڑیں زانتکار ءُ بہادریں سنگت ءِ جدائی چہ حدا گیش توریت بل ءِ مردم آئی مول ءُ مراد ءَ (مقصد) گندیت حوصلہ ءُ ہمت ودیت۔

بلوچ راج ءِ کلیں شہیدانی کربانی ستا کرزانت قابل ءِ کدرانت پہ ہمے پگر ءِ ھاترا شہید بوتگاں اگاں مرچی بلوچ راجی جُنز مُھکم انت اے ہمے شہیدانی رھتگیں ھون انت آھانی ہمت ءُ کربانی انت شہید ریحان جان ءِ شہیدی ءَ بلوچ راج ءَ دگہ یک نوکیں نام ءُ شرپ ءِ بکشت شہید ریحان جان دالبندیں چینی کچک وارانی سراوتکشیں حملہ کنگ ءِ چین ءِ را اے گپ پیش داشت اگاں توچہ وتی بچانی کربانی ءَ آجوئی گپت ءِ اے بلوچستان چوبے پرزند نہ انت تو بلوچستان ءِ گلامی ءُ مُھکم ءِ بکن ءِ۔

شہید ریحان جان ءِ شہیدی پہ چین ءَ یک پنت ءِ بقول شہید ڈاکٹر منان جان چین ءَ وتی تحریک وانگ کپیت چین ءِ مُھلوک ءَ چرمین ماھوداتگیں پنت بے ھال کرتگاں چین ءَ وت چہ یک جنگے ءَ پدوتی آجوئی گپت ءَ اے بے ابرتیں چینی مہلوک ءِ بائدیں وتی شہید یاد بیاھان پہ دگنیاہ ءَ سبک ءِ ریحان جان ءِ شہیدی راجدوستی ءِ سوگات ءِ تیوگیں دگنیاہ ءَ را پیش داشت حقیقی راجدوستی اے کربانی نام انت اگاں کس ءِ راجدوستی ءِ جُہد ءَ کنت شہید ریحان جان ءِ کرد چارگ لوٹیت شہید

ریحان جان بلوچ راجی رہشون واجہ اُستاد اسلم ءِ پرزند ءِ اے وڑیں پس ءَ ھزار سلام وتی جگر ءِ ٹکر ءَ وتی پگر ءِ راہ ءِ تہا پہ اے وڑیں کربانی ءَ تیار کنت کجام پس ءَ وتی پرزند دوست نہ انت ھر کس ءَ وتی پرزند دوست انت اگاں کسے ءَ وتی راج ءُ وتن دوست بوت پرزندانی کربانی چک ءُ پدنہ بیت۔

راجی جُہد کار ءِ سرافرض انت وتی پگر ءَ چودین ءِ وڑ اسر پد بہ بیت اگاں کس ءِ شہید ریحان جان ءِ وڑا تیار بوت آئر ءَ کس پروش داشت نہ کنت شہید ریحان جان ءِ شہیدی ءَ بلوچ راج ءُ دگنیاہ ءَ را پیش داشت راج ءُ وتن ءِ مُحبت کجام انت مُحبت ھما انت مردم ءَ را چہ وتی ارواہ ءَ دیم ءَ دوست انت شہید ریحان جان اے گپ پیش داشت من ءَ گون وتی وتن ءِ مُحبت انت آئی پُختگی ءُ مُھکم اردہ ءَ مرچی پدرانت شہید ریحان چہ راجدوستی ءِ چکاس ءِ تہا وت ءَ صوبمند کرت اگاں ھر جُہد کار ءِ اے جنگ ءِ پڑ ءِ تہا اھت ءَ آئی واھگ ھمیش انت آزادی یاں موت وھد ءِ جُہد کار شہید بوت اے آئی صوبمندی انت۔

ریحان جان ءِ شہیدی پہ بلوچ راج ءَ بلائیں داد ءِ ہمت ءُ حوصلہ ءِ مُھکمی ءِ سوگات انت یک پنت ءِ دلبڈی ءِ اے وڑیں بچاں مئے راجی جُنز مُھکم کرتگ شہید ریحان جان وتن دوستی ءِ مھر ءُ مُحبت بلوچ راج ءَ را پیش داشت چہ ریحان جان ءِ شہیدی ءَ ھر جُہد کار ءِ ارادہ مُھکم بیت اگاں ھر جُہد کار ریحان جان ءِ وڑا مُھکم بوت آروچ دور نہ انت بلوچ راج وتی آجوئی جُہد ءَ صوبیں بیت۔

☆☆☆

کلوھے پہ بلوچ راج ءِ ماس،
پس، پیر، کماش ءُ ورنایانی نام ءَ

سنگو بلوچ

گشنت وھدے تو آشوب (انقلاب) ءِ گپ ءَ کنئے، یک چاگردے ءِ بدل کنگ ئے گپ ءَ کنئے گڈاں درستاں پیسر تراوتی جند بدل کنگ لوٹیت، وھدے تو وتی جند ءَ بدل کرت نکنئے وتی جند ءِ تہا آشوب (انقلاب) نیارئے گڈاں تو وتی چاگردءِ تہا چے پیم آشوب (انقلاب) کارئے؟

آشوب (انقلاب) ءِ بندات چہ وتی جند اکنگی انت، اول سراوتی جند ءَ گوں کمٹمنٹ کنگی انت پداوتی لوگ، ماس، پس، براس، نوں پداوتی چاگرد۔

آشوب (انقلاب) بے کربانی ءُ دیم ھونی ءَ نہ ئیت اشی واستہ ہرچ وڈیں کربانی دیگ لوٹیت، ءُ مرچی ما بچاریں کہ مئے بلوچ راج چہ آشوب (انقلاب) ءَ سرشار انت، پہ وتی سرزمین ءِ آزاتی ءِ ھاتر اھچ وڈیں کربانی ءُ دیم ھونی ءَ پُشت کنز نہ بنت۔

ھزاراں سنگت شہید بوتگ ھزاراں گار ءُ بیگواہ انت بلے اے جنگ وتی منزل ءَ گوں تیزی ءَ روان انت۔

ھئو! بلے اے جنگ چوں دیمانہ روت اے ڈرمن چوں پروش نہ وارت مئے کرا کربانی دیگ ءِ جزبہ کہ است ما پہ وتی سرزمین ءَ ھچ وڈیں کربانی دیگ ءَ پد کنز نبیں، مئے کرا شہید ریحان جان ءِ ماس ءِ وڈیں ماس (بی بی یاسمین) است کہ وت وتی زھگ ءِ سرا چکیت ءُ دست ءَ بڈا جنت بیرک ءَ پہ شان سرا دنت ءُ پُرگل ءُ بچکند ءَ وتی تاسپیں بچ ءَ پہ زمین ءَ کربان کنت، مئے کرا شہید شحیق جان ءِ ماس ءِ وڈیں ماس است، مئے کرا شہید مجید ءُ شہید امیر بکش (سگار) ءِ ماس ءِ وڈیں ماس است کہ آئی سے بچ پہ سرزمین ءَ کربان بیت پد اہم گوشیت اگاں منا دگہ بچے بوتیں من آراہم پہ زمین ءَ

کربان کرتگ ات۔

مئے کرا شہید رضا جہانگیر ءِ ماس ءِ وڈیں ماس است کہ وتی بچ ءِ شہیدی ءَ پہ چاپ ءُ ناز ینک ءَ وش اتک کنت، مئے کرا شہید شاھد جان ءِ ماس ءِ وڈیں ماس است کہ پہ بچ ءِ شہیدی ءَ ناز نیک جنت۔

مئے کرا استاد اسلم ءِ وڈیں بامردیں پس است کہ وت وتی تنگوئیں بچ ءَ بارود ءُ شورہ بندیت پہ وتن کربان کنت، مئے کرا کماش لال بکش ءِ وڈیں دلیریں پس است کہ وتی سے بچے پہ گلزمین ءَ داتگ بلے پدا اوں دپے پُرکندگ انت شہید شاھد جان ءِ شہیدی ءِ روچ ءَ بلوچ راج ءَ راھمے سکین ءَ دنت کہ من ھچ پریشان نہ یاں منا منی بچ ءِ شہیدی ءَ گیش جوان کنگ، شماھمے شہیدانی تو پکاں بڈا بکنے اگاں کرت نکنے گڈا من وتی پیرے بالاد ءَ گوں وت بڈا ایے کناں ڈرمن ءِ سہر سریں تیرانی دیما روان۔

نوں کہ مئے کرا اے وڈیں ماس ءُ پس، کماش است گڈا اے لگوریں ڈرمن چوں پروش نہ وارت؟ آجوئی مئے ایمان انت الم مئے نسیب ءَ بیت۔

ھمارا جانی ماس ءُ پس وت وتی زھگاں پہ گل ءُ شات، پہ بچکند زمین ءَ پہ کربان بکن انت، گڈا آراج ھچ رنگ ءَ پروش نہ وارت،

مرچی ورنا ھیں شہید ریحان جان مئے دیما یک مزنیں مثالے، شہید ریحان جان ءِ سَند (عمر) وانگ ءُ زانشت ءِ سَند ات، بلے ھمے گلامی ءِ شوکیں درداں آراوانگ ءَ ہم نیشت، زمین ءِ مہراں بے تاھیر کت کہ آپہ وتی سرزمین ءِ ھاتر اھمے کسان سَندی (عمر) ءَ ڈرمن ءِ سراوت کش تراکے کت ءُ تہی ءُ دری ڈنگاں ءَ بیہار دات کہ اے پرگنجیں گلزمین لاوارث نہ انت، ءُ وتار اماں راجد پتر ءِ تاکاں داں جہاں ھستیں نمیران ءِ کت۔

گشنت داں کرناں زندگ بوھگ ءِ واستہ الّم نہ انت کہ تئی سَند (عمر) سدسال بہ بیت، وتی زند ءِ تہا انچیں کارے بکن بمر کہ داں ھست انت تو یات کنگ بہ بئے، ھمے رنگ ءَ شہید ریحان جان ءَ کسانیں سَند (عمر) ءَ ابدی زندے وتی نام ءَ کت ءُ پہ مثال بوت، بلوچ ورنایانی واستہ بلوچ ءِ

ھما ماس ءُ پس وتی زھگاں پہ زمین ءَ جنگ ءَ نئیلیت گڈاں آ اے شہیدانی ماس ءُ پساں چے ھیل بزورنت، اے کل بلوچ ءِ جنگ انت اے زمین کل بلوچانی انت، گڈاں کربانی ءُ دیم ھونی ھم کل بلوچ ءَ دیگی انت۔

بلوچستان آجوبات

☆☆☆

بچکندانی تہا چیریں آشوب

حکیم واڈیلہ

جنگ زدگیں بلوچستان ءَ ھمک روچ یک نوکیں کسہ یے گوں نوکیں کارستے ءَ دیما کئیت۔ ھمک کسہ چہ دومیگ ءَ جتا بلئے درددرستانی یک، ھمک کارست چہ دومیگ ءَ رنگ، دروشم کدءُ بالا دءَ جتا بلئے کرددرستانی یک۔ اے دراھیں کسہ ءُ کارست ظلم زورا کی ءِ ھلاپ اوشتوک، راجی آجوئی، دژمن ءَ چہ ڈیھہ ءَ کشگ ءُ پہ آیوکیں پدریچ ءَ وشیں باندات ءِ لوٹ کنوک اَنت۔ اے کارست مدام گوں دژمن ءَ دیم پہ دیم اَنت۔ جاہ یے تو پگ ءِ بڈ اِنت جنگ کنگ ءَ اَنت۔ جاہ یے قلم ایش گون راج ءَ پہ وشیں باندات ءُ آجوئی ءَ سرپدی دیگ ءَ اَنت۔ اے کسہ ءُ کارستانی ھال کساس ۷۰ سال اِنت کہ بلوچ سرڈگار ءِ سرا اَست اِنت۔

بلئے اے سرجمیں ھپتاد سالانی تہا بلوچستان ءِ ایندگہ کسہ ءُ کارستاں ابید تہنا سئے ھنچیں کارست ودی بوتگ کہ آیانی کرد ءَ دژمن ءَ یک ھنچیں ترس ءِ آماچ کتگ کہ دژمن مدام جیڑ یت کہ بلوچ مات چون چُشیں نرمزاریں بچیگ پیداک کن اَنت، رودین اَنت ءُ ورنائی ءَ آیاں چشیں سکین ہم دئینت کہ پہ وتن ندر بوگ الم اِنت ءُ پداوتی بچانی نمیرانی ءِ سرا موتک کنگ ءِ جاہ ءَ نازینک جن اَنت ءُ چو سالونک ءَ رخصت کن اَنت ایش۔

ھمے سئیں کارست کہ ایشاں بلوچستان ءِ جہدداں جہان است ابد مان کتگ آیانی تہا یکیں شھید مجید بلوچ، یکیں شھید درویش بلوچ ءُ یکیں زیک شھید بوتگیں ورنا ھیں شھید ریحان بلوچ اِنت اے کُلیں نرمزاراں دشمن ءَ را یک ھنچیں کلوہ ءِ داتگ کہ پاکستان ءُ آئی ءِ ھمراہ مدام کہ بلوچستان ءِ تہا لوٹ ءُ پُل، بلوچ راجے کُشت وھون ءُ بلوچستان ءَ غلام دارگ بارواہ جیڑ اَنت تا الم ایشاں ھمے بلوچ پُسگ گیر کائنت۔

مئے مرچیگیں کارست کہ آئی کسہ وت یک کرنانی تاریخ اِنت آ کسان سال، کسان بالا دیں ءُ بچکند وکیں شھید ریحان جان اِنت۔ شھید ریحان جان بلوچ راجی جنز ءِ سروک اُستاد اسلم بلوچ ءِ مستریں زھگ اَت۔ بلئے چہ آئی ءَ گیشتر ریحان بلوچ لیبریشن آرمی شھید مجید برگیڈ ءِ سنگت

اَت۔ شھید ریحان بلوچ زیکیں روچ ءَ بلوچستان ءِ مگ دالبندین ءَ پاکستان ءِ ھواری ءَ بلوچ راجی مڈیانی پلوکیں چائینیز انجینئرانی سراوت کُش تراک ءِ کُتگ اَت ءُ بازیں چائینیز انجینئر گوں ایف سی ءِ سپاھیگ ءَ ھوار کُشتگ انت ءُ وت پہ مدامی نمیران بوتگ۔ چہ اے کاروائی ءَ پیش بی ایل اے ءِ شھید سنگت ریحان جان ءَ پہ پاکستان ءُ چائنہ ءَ یک تامری کلوہ ءِ ھم دیم داتگ اَت ءُ بیھار داتگی کہ بلوچ گلزمین ءِ گلام دارگ ءُ بلوچ مڈیانی پلگ ءِ حق ھچ ملک ءَ نیست۔ بلوچ سرڈگارداں آجوہ نہ بیت بلوچ راج ھچ وڑیں درملکی کمپنیاں کارکنگ ءِ اجازت ابید چہ بلوچ ءِ واھگ ءَ نہ دنت۔

شھید ریحان جان ءَ پہ سنگت ءُ دوز واہاں ہم چہ وتی فیس بوک ءَ گڈی کلوہ داتگ اَت ءُ نبشتگ اَت ''رخصت اف اوارن سنگت''۔

سھریں دروت بلوچ راجے ورناھیں شھید ریحان جان ءِ نام ءَ۔

☆☆☆

براھوئی مضامین

دھرتی ناپُھل انگار ریحان جان

لالا خان بلوچ

اینو نا دے ئس کہ چلتن تینا مخ ءِ تفیسوس، آماچ ہم تینے سنج کریسوس، بولان، کابو، چٹوک، زیارت نا زیبدار آندارہ غاک ہم خن پٹاسُر، آواران نا سرزمین ہم شہید آتے نازیفنگ کن تیار ئس، مرگاپ نا مقدس آجاگہ ہم شہید آتا دتر تا خوشبوءِ خلکوسُس، تو تک داسکان تینا فرزند آتیکے لیلڑی پاننگ ئس، تربت نا ڈغار تینا نڈر آتے خمب اٹ کریسہ لولی تسکہ، مچھ نا زیبا غاشار ہم تینے بیروفیسوس، گوادر نا سمندر ہم خوشی آن بے تربڑ روان ئس، مچا بلوچستان نا خل بوچ، مش جبل، پٹ میدان، سمندر ہر پارہ غان آجوئی نا دے نا خوشی وشادکامی تالان منگ ئس۔

11 اگست بلوچستان نا آجوئی نا دے ءِ۔ داسکان دے جوان وڑاٹ جِک ہم متوسُس، آجوئی نا شادکامی تا بنا منگ تون دالبندین نا ڈغار آن اسے اندنو روشنائی اس گروشک تس کہ مچا بلوچستان ہبکہ مس۔ ہراسٹ تینا وجود ءِ گیرام کرے، اسے اندنو نوکڑ داس ودی مس کہ ہرانا بنگ تون مچا بلوچستان نا ہر بندغ اندن بے سُد مس کہ بت اس جوڑ مس۔ داتو آجوئی نا دے ئس۔ داتو شادکامی نا دے ئس۔

آہ! ریحان جان دا انت کریس، مچا دنیا ٹی اسے پوسکنو تاریخ ئس نوشتہ کریس۔ نی تو بیرہ دھرتی کن قربانی نا فلسفہ ءِ تیتوس بلکن تینا باوہ نا حقیقی آفرمانبردار اس جوڑ مسوس۔ نی تو جہان نا تاریخ اٹ باوہ نا فرمانبرداری نا اسے گروشک ترو کو مثال اس جوڑ مسوس۔ صد سلام نا باوہ نا ہمت ءِ ہرا کے تینا جغر نا ٹکر ءِ دھرتی کن ندر منگ کن رائی کیک۔ اندن رائی کیک کہ بدن آتے بارود و بم تفیسہ اودے اندن رخصت کیک داساہت ءِ یخیناً لوز آتیٹی درشان کننگ مفک۔ اسے باوہ اس ہرا ہمت تون تینا مار ءِ دھرتی نا آجوئی کن اونا جون ءِ ٹکر ٹکر منگ کن رخصت کیک۔ آئے استاد نا

ہمت ءِ سد سلام، نی اسے اندنو نوکڑ داس دوئی کریس ہرانا مثال جہان نا تحریک آتیٹی ملپک۔ دا جہان نا اولیکو آجوئی نا تحریک ءِ کہ باوہ اس دڑمن تے مردار کننگ کن اولیکو تینا مار ءِ ندر کیک۔

ہرا وخت آ کہ پھل انگار ریحان جان نا ہموعکس کنا نظراٹ بس کہ (ہراٹی استاد اسلم پھل انگا ریحان جان نا کاٹم آن بُک ہلینگے اودے قربان منگ کن رخصت کننگ ءِ) کنا نت تیان ڈغار کشکا، ہبکہ مسوٹ کہ دھرتی نا داخہ مجنون جوڑ منگ کہ تینا وجود ءِ ندر کے۔ استاد اسلم بلوچ تینا ہنینا مار ریحان جان نا کاٹم آن بُک ہلیسہ اودے ہمیش کن رخصت کیک۔ قربان نا بشخندہ انگا چہرہ کن ریحان جان۔ انت لوز لکھو، امر نا بہادری وفرمانبرداری نا قصہ ءِ تالان کیو۔ تینا لغوری ناڈ وتیان بیرہ مڑ ینک شولنگ آن بیدس ہچ اف کنتو کہ نا شان اٹ بیان کیو۔ کنکو نا لغور آتیکن مرک ئسے کہ دا دھرتی نا تحریک آن مُر مرسہ خلیس، بیم ولغوری نا زند ءِ تدیفنگ ان۔ لعنت دنگا ورنائی آ کہ ہرا کے بے مسخت تدینگے، انت نن ہم تینا ورنائی آ فخر کرون ہرا کہ چنکو آسودگی، شادکامی وشوشہ سیکن تینا ننگ وناموس نا سوداءِ کیک۔ مش مرے دنگا ورنائی ہرا کہ جہان نا منہ دے نا عیاشی وآسراتی ٹی بے مسخت تدینگے۔

آہ! ریحان جان نی انتے داخہ زو داخو بھلو فیصلہ ئس کریس۔ نی تو داسکان ورنائی نا عمر ٹی ئسوس۔ گوا چنی نی تو ورنائی نا زنداٹ گوا چن آ زند ءِ دوئی کریسہ زندہ او پن اس، اسے اندنو پن اس کہ مچا جہان نا مارتیکن واوتا باوہ غاتیکن اسے ہمت وجوزہ ترو کو سنج ئسے۔ نا ورنائی نا زند وکڑ دار تا قیامت ورناتے بے سد آتغ آن بش کیک۔ انتئے کہ داورنائی نیتون ہم ئس، نی ہم تو تینا زند ءِ تینا وئی نا سنگت آتیتون مخنگ وسیر وچکراٹ تدیفنگ کریسہ، نی ہم تو تینا ورنائی نا ساعت آتیٹی پوسکنو پُچ وچوٹ وپین گڑانا شونک تخنگ کریسہ، نی ہم عئید آتیا تینا ہم عمر آتیتون شادکامی نا ساعت تیری کننگ کریسہ۔ آخر ہرا جوزہ ئس کہ مچا ورنائی نا است خوائی تے است آن کشیسہ داخہ در بھلو فیصلہ اس کریس۔ واقعی نی تو بادشاہ اس ئسوس، نی تو راہشون ئس جوڑ مسوس۔ نا ورنائی نا بس اسے است خوائی اس ئس ہرادے تینا جوزہ وہمت اٹ نی پُورا کریس، او است خوائی وطن کن ندر منگ نا ئس۔ تینا جون ءِ دادھرتی کن ٹکر ٹکر کننگ آن زند نا اصل فلسفہ ءِ مچا جہان ٹی تالان کریس۔ تینا باوہ نا

حکم آلبیک کریسہ بشخندہ انگا چہرہ تو اونا حکم آپُو راعمل کریس۔ نی باوہ نا مچا حق آتے ادا کریس و باوہ نا مچا آ حق آتے ادا کرے۔ بلوچستان نا تاریخ اٹ ریحان جان نا و نا باوہ نا کڑد ہمیشہ گروشک اینک۔

اے پھل انگا ریحان جان ننے اصل بشخپیس، نن تو لغوری نا گڈ یکو درجہ نا زندءِ تدیفنگ اُن، نن تو تینا ورنائی ءِ بے مسخت آ کڑ دار تا گواچی کریئن، نن تو آسراتی وعیاشی پٹنگن، نن داسنا ورناک نوکری کن دوخلنگ، سرکاری ءِ عہدہ سینا خواجہ جوڑ متنگ ءِ تینا زندنا مسخت سرپند مسونن، نن تو پن و شہرت نا جوفہ کن تعلیم دوئی کننگ اُن، نن تو مچا زند بس کمیشن نا امتحان ءِ پاس کننگ بھلو نوکری اس دوئی کننگ نا جوفہ اٹ مچا کتاب آتے رٹہ خلنگ اٹ اختہ اُن۔ نن تو داورنائی ٹی شوشہ بازی ٹی اختہ اُن، داخہ لغور مسونن کہ دھرتی نا ہرڈ کھ وویل آن بے سُد مسونن۔

قسم ہمورب نا ہرا کے دا مچا کائنات نا مالک وخالق ءِ دادھرتی ریحان کو نو ورنا تا قیامت ودی کیک۔ داسہ ہم دادھرتی ناورناک قومی آجوئی نا تحریک اٹ ہر میدان اٹ ندرمننگ ء۔ دا ننا ایمان جوڑ مسونو، ورنا ریحان کو نا عظیم آ قربانیک دے اس رنگ اتیرہ۔ اسے ریحان کُس ندرمس ہزار ریحان پین تیارء دھرتی نا رکھا کن۔ بلوچستان ناورناک تینا استاد اسلم ءِ اصل دا احساس ءِ تفرور کہ ریحان نا جتائی آن اونا اولاد دودھرتی نا فرزند آک مُر مرور۔ استاد نا ہزار ریحان کو نا فرزند آک اونا حکم آلبیک پاننگ کن تیارء۔ سدسلام ہمت ءِ باوہ استاد اسلم بلوچ نا وفرمانبرداری و بہادری ءِ مار، ورنا غا ریحان جان ءِ۔

☆☆☆

کنا راہشون

باہوٹ بلوچ

''مُر اُروک، بروکا وخت آن معلومدار، دلیر، جوفہ وہڑس آن مُر، مُستی مروک''، داتیوہ غالوز آک سادہ آبولی اٹ اسہ راہشون اسینا صفت آتیتون اوار اونا خواست پاننگرہ۔

نپولین پائک کہ ''اگہ نم جہان اٹ سرسہب مروکا بندغ آ تا زندئنا جاچ ءِ لیرے گڑ انم دابتنگ آ گوڑ ینگورے کہ دافتیان ہراسٹ اسہ نہ اسہ نزوری ئسے نا گواچی ئس، اوسرسہی آن مالواسیکہ ہندابد انگا تینا نزوری تون جنگ تس گڑا سرسہب مس۔ اونزوریک جوفہ، حرص، کست، خودپرستی، خودستائی، جذباتی متنگ، نمود ونمائش، پِن کٹنگ یا خیال آتیٹ ماڑی تفنگ اوارءُ۔ ڈاکٹر نپولین ہل پائک دافتیان بیدس پین ہم چندی نزوریک اریر ہرا فک اگہ اسہ راہشون استیون مسر گڑا اودے اونا وڑن، مشن ومسخت آن چَپ دیرہ۔(۱)

بلوچستان و بلوچ راج اٹ ہم تدوکا وخت اٹ دن تو منا راہشون تاپِن ہلنگک، دنکہ نوری نصیر خان، خان محراب خان، حمل جیئند و پین پین ولے اوفتیٹ بھاز نزوریک مسونے ہرا فتا سوب اوفک جہان اٹ ساڑی یا تدوکا راہشون تاوڑ اونگ یا پاننگ مفسہ مفسہ واندن ساڑی وخت اٹ بلوچ قومی غلامی نا خلاف برجاء جہد اٹ منہ بندغ ناپِن راہشون تا بابت ہلنگک ولے اوفتیٹ ہم بڑز کو نوشتہ کروکا نزوری تیان بھاز اک اینو ہم ساڑی ءُ ہرا فتا سوب آن اوفک راہشون پاننگ نا خواست آ تیا پورہ بفسہ۔

اینوا گہ ای پاؤ کہ بلوچ قوم ءِ راہشون اف گڑا ای ردُاٹ انتئے کہ گدرینگو کا یا نزدہ اگست آ بلوچ راج ءِ اسہ راہشون ئسے نا مستائی ءِ دالبندین نا دنزوم ُج اسیتون اوار بش مروکو اسہ کوک اسیتون تننگا۔

پٹ وجبل، ریک مَش تیان گدرینگسہ داکوک اٹ مستائی تون اوار تیوہ غا جہان تون اوار کوزہ

گیر، و بے دادی کروک آتے وقومی میرات نالٹ وپُل کروک آتے کلھوتنگا کہ لمہ وطن بلوچستان ء
دلیر وملّ ارے ہرانا شاہدی ءِ دالبندین آن بش مروکارڑ نائی تنگ ءِ۔

ریحان راہشون ءِ، ہموآ جوئی ناکسرنا ہراڑ کن ہزار آبند غاک بے گواہ مسر، ہراڑ کن سدآ ورنا، پیر، چُتا وزالبولک شہید مسر، ہراڑ کن خلق ہر دروشم نا بے دادی تے سکنگ ءِ، ہراڑ کن ورناک تینا اُرا، سیال وہنین آزندءِ یلہ کریر، واسہ جتاؤ زندئسے تینا کریر۔ ریحان بلوچ قوم ئنا راہشونی ءِ کریسہ کلھوتس کہ تیوہ غا گڑا تینا جا گہ ساڑی اریرولے خواست آک دافتیان بھاز زیات ءُ۔ دائسکان نن اسٹ ایلوڑ تون چِک وتاڑ اٹ اختہ اُن، دائسکان ضد، شخصیت پرستی، ذاتی دوست بنگ و بد بنگ اٹ نن اختہ اُن، دائسکان قبیلہ پرستی وعلاقہ پرستی آن پیشن متنون، دائسکان با قاعدہ ادارہ غا تا خواست ءِ، دائسکان نن دڑمن تون ترندی ئتون مون تنگ افن، داتیوہ غا نزوری تیان پیشن منتگ نا کلھو ءِ ریحان تس۔

دڑمن تینا ترندی تیتون بلوچ قومی تشخص ءِ ایسر کننگ تون اوار وطن نا ساحل ووسائل تالٹ وپُل اٹ مشغول ءِ ہرانا تو ننگ کن،

ہرادے ورندی تنگ کن بلوچ جہد کار (نرینہ وزالبول) تے ریحان نا پارو کا کسر آ ہنوئی مریک انتئے کہ ریحان چائسکہ، او دور اندیشن ئس، اوراہشون ءِ کہ دا کسر دڑمن ودڑمن تون ہم کو پہ غا تے تو ننگ کیک۔ او جوان چائسکہ داوختا چِک وتاڑ آ تیان سرگڑ دان آ قوم ءِ حوصلہ بشخنگ کن، او فتے ٹوئنگ کن انداترندا توارنا خواست ءِ۔

اسیکہ پارہ غا ریحان راہشونی نا فرض ءِ ایسری تریسہ اولیکو گام ءِ تینٹ ارفے تو ایلو پارہ سنگت استاد اسلم بلوچ، لمہ یاسمین قومی فرض ئنا مونا، مارئنا راہشونی نا مونا ہڑ اند شاغتور کہ انداٹی بقاء ءِ۔

استاد اسلم دو دو روایت آتے پر غسہ فدائین تالڑ آن مارئناپن ءِ گچین کرے ولمہ یاسمین ''اِن کنا مارای نے وطن کن ندر کریٹ'' پاریسہ ہنینا مل ءِ دروت اس ہلیسہ رادہ کرے۔

بلوچ راج وبلوچ قومی تحریک تون اوار خلقت کن دا اسہ رڑ ناؤ کسرئسے کہ او فک راہشون نا

کلھو، اونا کڑ دار واونا صفت ءِ تینا کیر کہ سر سہی اندائی ءِ، قومی تشخص نا بچفنگ، قومی آزاتی تون اوار داتیوہ غا ویل، ہڑ وجنجال آ تا ایسری اندا ڑتون ءِ۔ داسہ ہم اگہ نن تینے وتینا کسر ءِ پہہ متون گڑا نن ہچبر سر سہب مفرون۔ اگہ نن گواچنی تینا قوم ووطن تون مخلص اُن گڑا ریحان ءِ پہہ مرین واونا کڑ د، اونا نظریہ ءِ تینائی کن کہ اوراہشون ءِ۔

☆☆☆

کنامارای نے وطن کہ ندر کریٹ

نودان بلوچ

ہراسہ عمل اسے کہ انتہائس ضروری ئے۔ انتہاء ہموعمل نا جنون پاننگک۔ ڈنکہ محبت نا انتہاء عشق ئے وعشق محبت نا جنون ئے۔ تینا مقصد کہ بندغ ہراتم انتہاء غا سرمس گڑا چاس کہ او ہموعمل تون جنون نا حداسکان محبت کیک۔

بلوچ تحریک تون ہر ہمو بلوچ سپاہی محبت کیک ہرا کہ ملاس بینکن لنگڑ شپاد بے نپاد و بے اُرا مَش تیٹ بیابان تیٹ تموک داعمل ٹی تینا ونڈے شاغسہ ہراسہ خوشی نا قربانی ئے تننگ ئے او تینا اُرا، زائیفہ، چنا، لمہ، باوہ، ایڑ، ایلم سیال قریب کل آتے ہنداعمل نا سرسوبی کہ ہلانے۔ تینا زندنا ہر خواہش ہر مراد ہر گل و بالی ئے ہنداعمل نا خاتر خیر خلکو نے سنگر کرینے تولوکے۔ کلان زیات دا کہ داعمل ٹی اوڑ کہ زاتی وڑاٹ فاہدہ مندی اف بلکہ اوراج اسے نا فاہدہ مندی کہ تینا سائے دلدستا تخانے۔ ہر وخت اومرک آتون ہمرائے۔

داکل اونا داعمل تو مہر و مابت نا نشا نیکو ولے داعمل ٹی ہرا انتہائی آعملی قربانی نا درشانی ئے ''شہید درویش بلوچ وشہید ریحان بلوچ'' کریر۔ دا فک بلوچ تحریک نا تاریخ نا اسہ باب ئس گوندنگرہ۔

زوتیٹ بہادر اجرات مندار یحان بلوچ نا چینی انجینئر تابس آڈالبندن ٹی فدائی حملہ (ہراٹی چندی چینی انجینئر و پاکستانی اہلکار کسکر چندیک ٹپی مسُر)

داگڑانا کلہوئے تینا دشمن ئے تس کہ نن تینا داتحریک تون عشق کینہ ہرا کہ محبت نا انتہائے۔

شہید ریحان بلوچ نا انتہائی درجہ غا بلوچ تحریک ٹی ہرفو کا داگام نہ بیرہ دشمن ریاست ٹی ہڑز ئس شاغا بلکہ دنیا جہان نا معاشی منڈی تے آ ایسٹ انڈیا کمپنی ناوڑ قوضہ گیر مروکا چین ئے ہم سُر فے، اوفک مجبور مسُر بلوچ گوریلا جنگ نا ذمہ وار آتون ہیت وگپ کننگ ئے شروع کریر کہ

ننے آن سی پیک نامَداٹ انتس خوارے ایتنہ نمے نا سی پیک نا پروجیکٹ ئے ڈسٹرب کپہ بو۔ بنگ ہندادے کہ بازا خواجہ غاک چین نا داسودا بازی نا جوفہ ٹی تمسہ کلٹی ہم مسنو۔

ریحان بلوچ نا باوہ جان وشیر زال آلمہ ہم داعمل ٹی تینا عشق نا ہرا درشانی ئے کرینوا ونا ہم مثیال تاریخ ٹی ملپک۔ ہراوڑ اسہ لمہ ئس تینا ورنا انگا

مارے رخصت کیک پائک کہ ''اللہ نا جولی ٹی اُس کنامارای نے وطن کہ ندر کریٹ'' دا اسہ جملہ ئس اف داٹی باز بھلو معانی ئس تخوکے۔ داعمل اسہ بھلو جغر ئس خوائک کہ لمہ و باوہ تینا مارے تینٹ خودکش کہ راہی کننگو او فتے خبرے ہم ننا چنا داٹی زندہ بچپک۔

ایلو پارہ غا داعمل بلوچ تحریک ٹی پوسکنو جوزہ و ولولہ ئس ہم ودی کرے۔ انتنے کہ دا نیامٹ اسُل چپ چپانی ئس تالان ئس، مخلوق ہندا پاریکہ کہ جنگ چٹّا ولے دا ''شہید یحان بلوچ'' نا فدائی حملہ اسہ پین تگ سُر اس ودی کرسہ اصل گوریلا جنگ ناوڑ وڈول، حکمت عملی تے شان تس کہ دا فک تینے خرماتاوڑ جوان سَر پیّرہ موقع ئے بربیر کرسہ حملہ ئس کیرہ۔

ولے ایلو پارہ غا دا فدائی حملہ وریحان بلوچ نا شہادت آن پدحیر بیارمری نا بروکار دعمل مخلوق نا زہن تیٹ بھلو سوال ئس بَش کرے۔

سوال ہندادے کہ اسہ پارہ غان ورناک تینا سائے دلدستہ تخسہ دا محبت نا انتہائی درجہ غا ہنسہ تینے قربان کننگو۔ ایلو پارہ غا داڈھیہ داجنگ نا میدان آن ہزار امیل مُر جوانگا بخملی آ کرسی تے آ تولوک اسہ ہندنو بندغ ئس داعمل ئے خراب پائک ہرا بندغ نا جند تینٹ وخت اسے ٹی دا تنظیم نا مُہکش مسونے۔ داوڑ نا گڑاک تحریک نا حوالہ ٹی خاص کر ہمو اُراتیٹ ہمو بندغا تیٹ اسہ نا اُمیدی ئس تالان کیرہ ہرافتا چناک داتحریک ٹی شہید ریحان بلوچ، شہید درویش بلوچ ناوڑ قربانی ترسہ شہید مسنو ہرافتا تعداد داسا ہزار آن گیش ئے۔ داوڑ نا ردعمل تے تورنگ کہ بائدے تنظیم نا ارٹی کمان مون مستی برسہ تینا لائحہ عمل ئے جوڑیر۔

☆☆☆

اردو مضامین

"چنبیلی" کی کوکھ میں پروان چڑھتا "نازبو"

برزکوہی

اس فلسفے کو میں نے پروان چڑھتے دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے کہ پھول اپنی کوکھ سے خوشبو کی مہک کے ساتھ کانٹوں کو بھی جنم دیتی ہے لیکن کبھی یہ نہیں دیکھا، نہ سنا تھا کہ پھول اپنی کوکھ سے ایک اور مختلف رنگ وخوشبو کے پھول کو بھی جنم دی سکتی ہے لیکن ابھی یہ ناممکن سی سچائی ممکن بن گیا کہ پھول تو پھول کو جنم دیتا ہے۔

یہ پہلا تاریخی واقعہ ہے، اس کی نظیر نہ کتابوں میں اور نہ ہی تاریخ کے دریچوں میں ملے گی، اس لیے آج، اس تاریخی واقعے کے بعد تمام کتابیں اور میرے ذہن میں جتنا بھی مواد تھا، وہ سب کے سب اس تاریخی واقعے اور کرداروں کے سامنے بے بس اور لاچار ہوگئے، میرے ذہن میں ایسا کوئی واقعہ نہیں یا میرے دسترس کی کتابوں میں بھی نہیں کہ میں اس کا حوالہ دوں، بہت سے ایسے افسانوی، رومانوی، مبالغہ آرائی، تصوراتی یا غیر حقیقی قصے ضرور ذہن میں یا کتابوں میں موجود ہیں، لیکن سب کے سب اپنی نوعیت و حالت کی وجہ سے بہت مختلف ہیں۔ جن کا اس تاریخی کردار، واقعے یا کارنامے سے موزانہ کرنا، خود اس تاریخی واقعے اور کرداروں کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی، اس لیے میں نے انتہائی سوچ وسمجھ، تجزیہ اور موازنہ کر کے تمام کتابی معلومات کے حوالہ جات سے گریز کیا، تاکہ میں اپنی بہن یاسمین بلوچ اور بھائی اسلم بلوچ اور ریحان بلوچ کے کردار، سوچ وافکار، نظریات اور قربانیوں کے بارے میں کچھ لکھ سکوں۔

قدرت کا بھی کمال ہے، فیصلے سے قبل ہی، دونوں عظیم انسانوں، ماں اور بیٹے کے نام اس وقت کیسے اور کس طرح مشترک اور معنی خیز رکھ دیا، ایک کو اسلم کا شریک حیات اور دوسرے کو بیٹا بنا کر اسلم کو ایک لیجنڈ اور تاریخ بنا دیا۔ میرے تجربے اور مشاہدے کے مطابق یہ سب کچھ انسان کو

اپنی نیک نیتی، خلوص، عمل اور محنت سے حاصل ہوتا ہے، جیسا نیت اور سوچ ہوگا ویسا ہی نتیجہ و عمل اور جو کردار آپ کے حصہ میں آئے گا، اسے کوئی بھی طاقت بدل نہیں سکتا ہے۔

اب یاسمین کا لفظی معنی چنبیلی کا پھول اور ریحان کا لفظی معنی ناز بو (سوئیٹ بیزل) کا پھول، یہ تو تاریخ بتاتی ہے کہ کچھ پھول کھلتے ہی مرجھا جاتے ہیں، اور کچھ ہمیشہ ہمیشہ کھلے رہنے کیلئے کھلتے ہیں۔

ریحان جان کو تو آج ویسے بھی معلوم نہیں ہوگا کہ تاریخ ساز دور میں ریحان ایک تاریخ بن کر کس مقام پر پہنچ چکا ہے، کیونکہ وہ تو خود کو مادر وطن کی مٹی میں تا ابد تحلیل کر چکا ہے، لیکن میری بہن یاسمین اور اسلم بلوچ کو بھی شاید خود اندازہ نہیں ہو رہا ہے کہ وہ آج مورخین اور بلوچ قوم کے دلوں اور ذہنوں میں کہاں پر اور کس حد تک اثر انداز ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ کیونکہ یہ دنیا کی اور انسانی تاریخ کی ایک مستند حقیقت ہے کہ انسان جب زوال کے دہانے پر ہو یا عروج کے دہانے پر، اس کو خود کبھی صحیح طریقے سے صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔

ریحان جان کے ماں اور باپ کے ساتھ ان کے آپسی خونی رشتے سے زیادہ یہاں فکری رشتے نمایاں نظر آتے ہیں، میری رائے کو ایک دفعہ پھر تصدیق کا بہترین موقع ملا کہ جب بھی جہاں بھی قومی جہد و جہد کے ساتھ وابستہ ہوتے ہوئے، ذاتی، خونی، قبائلی، علاقائی، رشتوں کے ذرہ بھی آثار ظاہر ہوں، تو وہاں لازماً قومی فکر کی کمزوری اور مفلوج زدگی موجود ہوگا، پھر یہ ضرور سمجھنا قومی فکر خود انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں زیر علاج پڑا ہے۔

اگر آج بہن یاسمین اور اسلم بلوچ میں ذرہ بھی ذاتی و خونی رشتوں کا اہمیت ہوتا، تو وہ ریحان کو راستہ فراہم نہیں کرتے اور اسلم بلوچ، مجید فدائین بریگیڈ کے فدائین لسٹ سے پہلے نمبر پر ریحان کو منتخب نہیں کرتا، تو یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ یاسمین اور اسلم بلوچ کی قومی فکر مفلوج اور کمزور نہیں ہے۔

باقی ہم جیسے انسانوں کی تمام کمزوری، لاچاری، مجبوری، الجھن، بہانے، جواز، غلط فیصلے اور غلط اقدامات ہم نام و شکل اور دلیل جو بھی دیں شاید کچھ ناسمجھ لوگوں کو مطمئن بھی کر لیں لیکن یہ ایک

تلخ حقیقت ہے، ہمیں اعتراف کرنا ہوگا کہ ہم خود ابھی تک فکر اور فکر کا دعویدار ہوتے ہوئے بھی، فکری حوالے سے بہت کمزور اور مفلوج ہیں۔

اس کے بعد ریحان کی عظیم قربانی اور فیصلے سے شاید میری ذہنی کیفیت فخر، خوشی، غم، افسردگی، پریشانی، جدائی، باقی دوستوں اور جہدکاروں سے ایک جیسا ہوتے ہوئے بھی کچھ مختلف ضرور ہے۔

میرے لیے شہید کی قربانی کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے، شہید کے خون کا لاج رکھنا، ایک بہت بڑا کھٹن اور مشکل ترین امتحان ہے، صرف شہید کی قربانیوں پر سینہ تان کر فخر کرنا، افسردہ ہونا، جذباتی و جنونی ہونا، شہید کی روح کی تسکین ہرگز نہیں ہوگا۔

بلوچ قوم اور بلوچ جہدکاروں میں ریحان کی قربانی کے بعد پیدا ہونے والی mob جوش و حوصلہ اور امیدوں کو دائمی حوصلہ افزائی اور پرامیدی کا رخ دیکر، انہیں تحریکی و شعوری شکل دیکر تحریک کو موثر و منظّم اور عوامی تحریک کا پہچان دینا اور کامیابی سے ہمکنار کرنا ہوگا، یہ تمام جہدکاروں کی ذمہ داری اور فرض ہے۔

دنیا بھر میں، خاص طور پر بلوچ قومی تحریک میں، ماضی میں ایسے بہت سے تاریخی واقعات ہو چکے ہیں، جو تحریک کے لیئے سودمند ثابت ہوتے، لیکن تحریک دشمن قوتوں نے اپنے عزائم اور مقاصد کی خاطر، انہیں مختلف سازشوں، حربوں اور ہتھکنڈوں کے ذریعے زائل کر چکے ہیں، جس کی واضح مثال نواب اکبر خان بگٹی کی شہادت، اس کی قومی سطح پر جوش و جذبے کے اثرات کو آئی ایس آئی اور ایم آئی کی ایماء پر گرینڈ جرگے کے ذریعے، خان آف قلات دیگر نوابوں، سرداروں، میر اور معتبروں کے ذریعے سرد مہری کا شکار کرنا یا پھر شہید درویش، شہید صباء، شہید غلام محمد، شہید محمود خان اور دیگر ہزاروں شہداء کی قربانی اور قومی جنگ کی شدت اور بلوچ قوم میں امید اور حوصلوں کے اثرات کو سرد مہری اور زائل کرنے کے لیے بلوچ آزادی پسند قوتوں میں انتشار و خلفشار، آپسی لڑائی، پروپگنڈہ اور کردار کشی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، جس کے منفی اثرات پورے بلوچ قوم اور تحریک پر اثر انداز ہوئے، جو قومی تحریک اور بلوچ قوم میں مایوسی و بدظنی ثابت ہوئی۔

ریحان بلوچ نے اپنے لہو اور فیصلے سے تمام مایوسی، ناامیدی، الجھن، سطحیت، موقع پرستی، خود غرضی، لالچ، خوف اور تحریک سے ذاتی و خاندانی کام نکالو، والے رجحانات اور خیالات پر مٹی ڈال کر یہ ثابت کیا کہ تحریک اور جہد کی اصل اور حقیقی تقاضات اور ضروریات کیا ہیں؟ تحریک اور قومی پارٹی کوئی بزنس، کمپنی اور سرکاری محکمہ نہیں، جو جہد کاروں کو آسائش، مراعات، سہولت اور تنخواہ دے بلکہ تحریک اور انقلاب اپنے بچوں اور دوستوں کو خود نگل جانے کا نام ہے۔ ریحان کا یہ فلسفہ باضمیر اور احساس کے مالک لوگوں کی سوچ کو ضرور تبدیل کر دیگا، جب ضمیر اور احساس مر چکے ہوں اور موقع پرستی لالچ اور خوف، زندہ ہو، تو ایک ریحان نہیں ہزار ریحان کی قربانی مرے ہوئے احساسات اور ضمیروں کو زندہ نہیں کر سکتا اور تبدیل بھی نہیں کر سکتا، بس ان پر خدا ہی کا عذاب ہوگا۔

کسی صحابی نے حضور پاک سے پوچھا ''جی حضور پاک خدا کا عذاب اور مارنے کا طریقہ انسان پر کیسے اور کس طرح ہوگا؟'' تو حضور پاک نے فرمایا ''بس اور کچھ نہیں ہوگا، صرف خدا انسان کے عقل پر پردہ ڈال دیگا۔''

بلکل خدا کے ہاتھ میں کوئی لاٹھی، تلوار اور بندوق نہیں کسی کو مار دے، بس جب انسان کا عقل کام نہیں کریگا وہی خدا کا عذاب اور مارنے کا طریقہ ہوگا۔

ریحان کی قربانی کا احترام اور لاج کو ہمیشہ قائم و دائم رکھنے اور اسی تسلسل کو جاری رکھنے میں بلوچ قومی تحریک کی کامیابی اور کامرانی ہے اور دشمن قوتیں حتی الوسع کوشش کرینگے کہ اس ماحول mob حوصلہ، امید اور جذبات کو واپس مایوسی، بے چینی اور الجھن میں تبدیل کر دیں لیکن اب یہ ان مخلص آزادی پسند دوستوں کے صلاحیتوں، احساسات، شعور و علم اور قابلیت پر انحصار کرتی ہے کہ وہ کس طرح اور کیسے سنجیدگی سے ایسی تمام چیزوں کو سمجھ کر اپنے کام پر توجہ دینگے۔

خاص طور پر سوشل میڈیا میں بحث در بحث، کج بحثی اس وقت ریحان کی لہو کے ساتھ مذاق کے علاوہ اور کچھ نہیں، اس سے تمام مخلص دوست گریز کریں، جو شعوری، دانستگی و منصوبہ بندی کے تحت کر رہے ہیں، انہیں کرنے دیا جائے، ریحان نے اپنے خون سے سب سوالوں، پروپیگنڈوں، جھوٹ اور الزام تراشیوں کا جواب دے دیا، پھر اس کے بعد ہمارے جواب دینے

کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو اس حوالے سے میں تمام دوستوں سے ایک بار پھر دست بندی کرتا ہوں کہ وہ اب خدارا ان سطحی گند آلود غیر ضروری کوڑے دان کے لائق چیزوں پر بلکل توجہ نہ دیں بلکہ اپنے کام اور مقصد پر توجہ دیں، اگر ہم ان چیزوں پر توجہ دینگے، جذباتی ہونگے، یہ خود ہمارے فکر، سوچ اور شعور کی کمی کی نشاندہی ہوگی اور اپنے کردار پر بے یقینی کی علامت ہوگی۔

بس پہلے بھی اور آئندہ بھی ہمیں اپنے عمل اور کردار سے ثابت کرنا ہوگا کہ تو تو میں میں اور چو چو کا مربہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

☆☆☆

بلوچ قوم کا جوانسال مورخ
شہید ریحان جان بلوچ

ڈاکٹر جلال بلوچ

پچھلے دنوں میں نے ایک کالم میں یہ لکھا تھا کہ کردار ہی مورخ ہے۔ وہ کالم لکھے ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ تاریخ رقم کرنے والا ایک اور عظیم کردار شہید ریحان بلوچ کے نام سے ہمارے سامنے آ گیا۔ شہید ریحان بلوچ نے اپنے عمل اور کردار سے بلوچ سماج میں شہید مجید اول اور شہید درویش بلوچ کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے تاریخ کا ایک اور باب رقم کیا جسے رہتی دنیا تک کوئی بھلا نہیں سکتا۔

جب ہم دنیا کی آزادی کی جنگوں میں فدائی حملوں کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حوالے سے نوآبادیاتی نظام میں پہلا فدائی ہمیں ہندوستان کی سرزمین پہ کمانڈر کھلی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ یہ عظیم عورت کمانڈر کھلی جنوبی ہندوستان میں تامل قوم میں پیدا ہوئی۔ اپنی قوم کی آزادی کی جدوجہد کی کامیابی کے لیے اس عظیم کمانڈر نے برطانوی نوآبادیات کے بارودی مواد کو نشانہ بنایا جو ایک مندر میں چھپائے گئے تھے کیونکہ انہیں یہ جانکاری تھی کہ اگر برطانوی قبضہ گیر کو شکست دینا ہے تو اس کے لیے اس کے بارود اور ہتھیاروں کو نشانہ بنانا ہوگا۔ اس کے بعد ہوا بھی یہی جہاں ہتھیاروں کی عدم دستیابی اور کمی نے برطانوی فوج کو ہندوستانیوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار کیا۔

دنیا میں اس سے قبل کتنے فدائی حملے ہو چکے ہیں میں نہیں جانتا ہاں البتہ تاریخ گواہ ہے کہ لوگ دیوانہ وار موت پہ بیعت کرتے نظر آتے ہیں لیکن بارود کی ایجاد کے بعد یہ پہلا فدائی حملہ تھا جس

میں کمانڈر کھلی نے برطانوی سرکار کو نشانہ بنایا جس پہ چل کے نہ صرف تامل نسلوں نے آنے والے دنوں میں سری لنکا کے خلاف اقدامات کیے بلکہ دنیا کے دیگر خطوں میں بھی آزادی پسندوں نے جنگ کے اس طریقہ کار کو دشمن کے خلاف موثر ہتھیار کے طور پہ استعمال کیا۔ جنگوں میں فدائی حملوں کا یہ تسلسل دراصل اسی اثرات کا نتیجہ ہیں جس نے برطانوی سرکار کو اٹھارویں صدی میں شکست سے دوچار کیا۔ جنگی حکمت عملی اور طریقہ کار کے اثرات کے حوالے سے دنیا میں یہ نظریہ خود کو ثابت کر چکا ہے کہ کوئی عمل جو کسی اجتماعی مقصد کے لیے ہو اس کے اثرات نہ صرف آنیوالوں پڑتے ہیں بلکہ اس سے دنیا کا ہر وہ معاشرہ جو اسی طرز کی جدوجہد کر رہے ہوں وہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے، چاہے ماضی میں انہوں نے اس طریقہ کار کی وجہ سے کامیابی سے منزل کی جانب سفر کیا ہو یا اس میں ناکامی کا منہ سامنا کرنا پڑا ہو لیکن اس کے اثرات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کمانڈر کھلی کی جرات اور بہادری کے اثرات ہمیں اس کی قوم نہ صرف تاملوں میں نظر آتا ہے جہاں تامل ٹائیگرز کے فدائی حملہ آوروں نے فدائی طرز اپنا کے دشمن کو ایک بڑے عرصے تک مسائل سے دوچار کیے بلکہ اس کے اثرات دیگر انقلابی تحریکوں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔

بلوچ جدوجہد آزادی میں شہید مجید بلوچ نے ستر (70) کی دہائی میں پہلا فدائی حملہ کیا جس میں ہدف اس وقت کے پاکستانی وزیراعظم ذولفقار علی بھٹو تھے۔ شہید مجید بلوچ کا بلوچ جدوجہد کو فدائی طرز دینا ایک عظیم کارنامہ ہے جسے بلوچ قوم قدر اور فخر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ شہید مجید بلوچ کے بعد اکیسوی صدی میں شہید درویش بلوچ نے ریاستی ڈیتھ سکواڈ کو فدائی حملہ کا نشانہ بنایا جس میں 70 سے زائد ریاستی ڈیتھ سکواڈ کے لوگ مارے گئے۔ شہید مجید بلوچ کے اس طرزِ جدوجہد کو جاری رکھتے ہوئے 11 اگست جو کہ بلوچستان کی برٹش سرکار سے آزادی کا دن بھی ہے آزادی کے اس دن میں ایک اور تاریخی واقعہ کو اضافہ کرتے ہوئے ریحان بلوچ نے پاکستان اور چین کے استحصالی منصوبوں پہ کام کرنے والے چینی اہلکاروں کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

ایسے کارنامے انسان کو عظمت کی بلندیوں تک لے جاتی ہے جہاں ان کی ہمسری کے دعویدار

کوئی اس وقت کرسکتا ہے جب وہ انہی کے نقش قدم پہ چل کر اجتماعی مفادت کی تکمیل کے لیے خود کو سپردِ گل زمین کردیں۔۔۔۔

جب شہید کے بارے میں میں نے معلومات حاصل کی تو مجھے یہ جانکاری حاصل ہوئی کہ شہید ریحان بلوچ 2012ء میں فدائی حملے کے لیے تیار تھے لیکن کم عمری کی وجہ سے انہیں اس کی اجازت نہیں ملی مزید یہ کہ وہ پچھلے چھ سالوں سے یہ کہتا چلا آرہا ہے کہ میں نے ہوش سنبھالتے ہی یہ فیصلہ کیا ہے اور اسی پہ قائم رہونگا کیونکہ میں (شہید ریحان) اس بات کا قائل ہوں کہ ہمیں اپنے طریقہ کار میں جدت لانی چاہیے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم جنگ کے ہر اس طریقے کو بروئے کار لائیں جس سے دشمن کی تکلیفیں زیادہ ہوں اور بلوچ قوم میں جذبہ آزادی پروان چڑھے۔

شہید ریحان بلوچ کے حوالے سے یہ معلومات بھی حاصل ہوئی کہ وہ ہر وقت جہد آزادی سے کافی پرامید دیکھائی دیتے تھے البتہ ان کا یہ کہنا تھا کہ یہ ضروری نہیں کہ آزادی کی وہ کرنیں دیکھنا مجھے بھی نصیب ہوں لیکن یہ قوم ضرور آزادی حاصل کریگی کیونکہ آج بلوچ جہد آزادی کو بلوچ سرمچاروں نے اپنی قربانیوں کی بدولت ایسی بنیاد فراہم کردی ہے جس میں مجھے دشمن کی شکست کے واضح آثار نظر آرہے ہیں۔

دشمن کی شکست کے لیے راہِ آزادی مسافروں نے دنیا میں جنگ کے نت نئے طریقے دریافت کیے جن پہ عمل پیرا ہو کے انہوں نے دشمن کی شکست یقینی بنایا۔ یہ ذکر ہو چکا ہے کہ نوآبادیاتی نظام کے خلاف جو پہلا فدائی حملہ آور تھا وہ بھی ایک قوم پرست عورت تھی جنہوں اپنی قوم کی بقاء اور آزادی کے لیے اپنی جان کی قربانی دیتے ہوئے دشمن کی شکست کو یقینی بنایا۔ قومی آزادی کی جنگ میں یہ صنعتی انقلاب کے دوران نئی دریافت تھی۔

دنیا کے نظریاتی جنگوں میں اس طرز کے حملوں کو جب ہم دیکھتے ہیں وہ چاہے دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں ان میں اور پرا کسی حملہ آوروں کے حملوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ نظریاتی طور پہ فدائی حملوں میں نشانہ دشمن ہی ہوتا ہے اور اسی لیے ایسے حملوں میں عام شہریوں کی ہلاکتوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ انہیں اپنے ہدف کو ہی نشانہ بنانا ہوتا ہے جہاں وہ اپنے

عوام اور عام لوگوں کو محفوظ رکھنے کی حتی الوسع کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کے ان حملوں کو دنیا ہدفِ تنقید نہیں بناتی اور نہ ہی عالمی قوانین ان کے خلاف کچھ کہتا ہے۔ یہی وجوہات ہیں کہ دنیا کے انقلابی سوچ یا دنیا سے محکوموں پہ ظلم کو برداشت نہ کرنے والے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بلوچ جدوجہد میں شامل جہدکاروں نے اپنی کامیاب حکمت عملی کی وجہ سے آزادی کی جنگ کو ایسے رنگوں سے نوازہ ہیں جن کی وجہ سے دشمن کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ چاہے جہدکاروں کے سنیپرز ہوں، یا دیگر جنگ کے دیگر طریقہ کار۔ جن سے آج دشمن نفسیاتی طور پہ اس میں شکست کھا چکا ہے اسی لیے روز عام شہریوں خاص کر بلوچ خواتین اور بچوں کو لاپتہ کرکے جنسی زیادتی اور تشدد کا نشانہ بنا رہی ہے۔ دشمن کے اس ظلم و ستم کے باوجود بلوچ جہد آزادی کے مسافر خندہ پیشانی دھرتی ماں کا قرض ادا کرنے میدانِ عمل میں بخوبی اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔

شہید ریحان بلوچ کے 11 اگست 2018ء کا فدائی حملہ جس میں نوآبادکاروں کے آقا سیندک استحصالی منصوبے کے چینی انجینیر وں کو نشانہ بنایا گیا تھا یہ چین، پاکستانی قبضہ گیر اور ان کے دیگر آقاؤں کے لیے واضح پیغام ہے کہ وہ بلوچستان میں بلوچ قوم کو ظلم، جبر، بربریت اور غلامی کے اندھیروں کی نظر کرکے استحصالی منصوبوں کو کبھی بھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے اس لیے بیرونی دنیا کو اب یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ اس غیر فطری ریاست کی پشت پناہی سے باز آجائیں نہیں تو وہ بھی اس جنگ کی لپیٹ میں آسکتے ہیں جس کی بھٹی انہیں ہی زوال پذیر کرسکتی ہے۔

شہید ریحان بلوچ کو یہ عظیم کارنامہ سرانجام دینے کے لیے جہاں انہوں نے مورخ بن کے اپنے لہو سے قومِ بلوچ کی تاریخ نوشتہ کی خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فقط اتنا کہوں گا کہ

بلوچ قوم نے تاریخ میں آج کے دن آزادی کا سورج طلوع ہوتے دیکھا اور آج ہی کے دن شہید ریحان بلوچ نے ایک اور سورج طلوع کیا جو بلوچ قوم کے لیے یقیناً آزادی کی نوید ثابت ہوگی۔ شہید ریحان بلوچ کے جلائے ہوئے روشنی کے اس چراغ میں آنے والی نسلیں رات کی تاریکی میں اپنی راہوں کا صحیح سمت انتخاب کرتے ہوئے منزل کی جانب پیش قدمی کریں گے۔ جو ایک اور 11 اگست یعنی آزادی کی منزل پہ جا کہ ختم ہوگی جو شہیدوں کے خوابوں کی تعبیر بھی ہے اور قوم کی منزل بھی۔۔

☆☆☆

Rehan The Legend

برزکوہی

بلوچ قومی تاریخ میں بالاچ گورگیج ایک لیجنڈ ہے، بالاچ گورگیج قدیم گوریلا جنگ کا بانی کہلانے کا مستحق ہے، اپنی کمزور طاقت سے تن تنہاء اپنے مدمقابل انتہائی طاقتور دشمن سردار بیرگ بلیدی سے بلوچ روایات بلوچ کوڈ آف آنر کی خاطر آخری دم تک لڑتا ہے، بالاچ گورگیج کی ماں، بہن یاسمین کی طرح بالاچ گورگیج کو کہتا ہے

آمرد کہ میار جل انت

تہا نیمروچ ناوسپ انت

بالاچ گورگیج کی ماں کا بالاچ کو نصیحت یا شغان، بہن یاسمین کی اپنے بیٹے ریحان کو قومی بیرک سے لپیٹ کر یہ کہنا جا بیٹا میں نے آپ کو وطن کے لیئے قربان کردیا۔ دونوں تاریخی کردار اور واقعات اپنے تئیں وقت و حالات اور تقاضات کے مطابق مختلف ہوتے ہوئے ایک حد تک یکسانیت رکھتے ہیں، دونوں کی بنیادی اصول بلوچ قوم کوڈ آف آنر پر آکر رک جاتی ہے۔

بالاچ گورگیج اور اس کی ماں کا تاریخی کردار، آج تک بلوچ سماج میں بہادری کی وہ داستان بن چکی ہے کہ جسے اکثر مائیں اپنے بچوں کو سناتے ہوئے بہادری کا درس دیتے ہیں اور بالاچ گورگیج اور اس کی ماں کا بیان کردہ یہ تاریخی داستان بلوچوں کے ذہن پر اپنے نقوش چوڑ دیتا ہے۔

شہید نواب اکبر خان بگٹی بھی بالاچ گورگیج کو اپنا آئیڈیل مانتا تھا اور آخری عمر میں وہ بالاچ گورگیج کے فلسفہ پر کاربند ہوتا ہے۔

ریحان بھی صرف بلوچ قوم کا نہیں بلکہ تمام مظلوم قوموں کے لیئے ایک لیجنڈ بن گیا ہے، آج بلوچ قوم کے ساتھ ساتھ دیگر مظلوم اقوام بھی نسل در نسل اپنے بچوں کو اگر بہادری کی داستانیں سناتے

ہونگے یا ماں اپنے بچوں کو بہادری کی لوری سنائیں گے، تو ریحان اور بہن یاسمین ہی ان کا موضوع ہوگا۔

تمام مظلوم اقوام سمیت، بلوچ قوم کے شہداء اور ماؤں کی قربانی اور کردار اپنی جگہ انتہائی قابل قدر اور قابل فخر ضرور ہے لیکن ریحان اور اس کی ماں یاسمین کی قربانی اور تاریخی کردار سب سے الگ منفرد اور مثالی ہے، جس کا موازنہ اور برابری پوری انسانی تاریخ میں کسی جگہ ہمیں نہیں ملتی ہے۔

کوئی بھی ماں اپنے بیٹے کو بخوشی جنگ پر روانہ کرنا یا اس کی شہادت کے بعد اس پر فخر کرنا، ایک الگ سوچ اور کیفیت ہوتا ہے لیکن اپنے بیٹے کو کارِ فدائی پر روانہ کرنا وہ بھی مذہبی نظریئے یعنی خدا کی راہ میں قربانی کی سوچ سے مختلف، صرف وطن پر قربان کرنا، وہ بھی یہ سو فیصد جان کر میرا بیٹا ریحان واپس زندہ گھر نہیں لوٹے گا، یہ خود انوکھا واقعہ اور کیفیت ہے یعنی بالاچ گورگیج کی ماں کو پورا یقین تھا اس کا بیٹا لڑ کر ضرور واپس لوٹے گا لیکن ریحان کی ماں کو پورا یقین تھا کہ ریحان کبھی بھی گھر کے دروازے کی چوکھٹ پر واپس پلٹ کر قدم نہیں رکھے گا، پھر بھی خوشی سے ریحان کو شہادت کے لیئے روانہ کرنا، خود اپنے اندر عجیب ہم جیسوں کے لیئے نہ سمجھنے والی کیفیت ہے۔

صرف میں اتنا سمجھتا ہوں فکرِ وطن اور فکرِ قوم سب چیزوں سے بالاتر ہے، بشرطیکہ قومی فکر خود کمزوری تذبذب اور ڈگمگاتی ہوئی کیفیت کا شکار نہ ہو، بلکہ پختہ یقین ہو۔ یہ بلکل شعور اور قومی فکر کی پختگی اور انتہاء ہے۔ جب بھی قومی فکر، قومی شعور کی پختگی اور اس کی انتہا ہوگی، تو قومی جنگ برائے قومی آزادی کو پھر رد کرنا کسی بھی طاقت اور رکاوٹ کے بس کی بات نہیں ہوگا۔

قومی جنگ اور قومی شعور لازم و ملزوم ہیں، قومی نجات کیلئے صرف جنگ اور لڑنا بغیر قومی شعور کے بے فائدہ ہے اور قومی شعور بغیر قومی جنگ کے بھی بے فائدہ ہے، قومی شعور اگر ٹیبل ہے تو قومی جنگ ٹیبل کی چار ٹانگیں ہے، اگر قومی جنگ کسی مکان کی چھت ہوتا ہے تو قومی شعور مکان کے چاروں اطراف کے دیواریں ہوتی ہیں، قومی جنگ اگر ایک درخت ہوتا ہے تو پانی قومی شعور ہوتا ہے۔

قومی شعور قومی جنگ کو تخلیق کرتا ہے اور قومی جنگ قومی شعور کو تخلیق کرتا ہے، یعنی دونوں برابر،

لازم اور ملزوم ہیں ایک کے نا ہونے کی صورت میں، دوسرا نامکمل ہوگا جب نامکمل ہوگا تو ایک دن ضرور انسان تھکاوٹ، مایوسی، پشیمانی اور الجھن کا شکار ہوگا۔

جہاں اور جب بھی قومی شعور پختہ ہوگا، قومی جنگ تسلسل کے ساتھ جاری و ساری رہیگی، وہاں کامیابی ہی کامیابی قومی مقدر ہوگا۔ قومی جنگ کی منظّم، مضبوط اور موثر شکل قومی شعور میں پوشیدہ ہے، تو اسی طرح قومی جنگ کی شدت قومی شعور کی پرورش کرتا ہے۔

جذبہ اور احساسات جب بھی لاشعوری یا کم شعوری میں مبتلا ہوں، تو وقتی ہی صحیح لیکن مستقل طور پر قومی تحریک کے لیئے کارگر ثابت نہیں ہونگے، بہت جلد منہدم پڑ جائینگے۔ ذاتی تجربات اور مشاہدات کے پیش نظر، سینکڑوں واضح مثالیں ہمارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

لیجنڈ ریحان اور بہن یاسمین کے تاریخی کردار اور عمل اس کے بعد پوری بلوچ قوم، قومی تحریک اور دنیا پر پڑے مثبت و حوصلہ افزاء اثرات، احساسات اور جذبات قومی تحریک کے لیئے انتہائی سودمند ہیں اور مزید سودمند ثابت ہونگے، بشرطیکہ تمام جہدکاران ہی جذبات، احساسات اور مثبت اثرات کو قومی شعور کے رخ میں بدل کر قومی جنگ میں مزید شدت پیدا کریں۔

اس کوشش کے لیے ہر قدم ہر لمحہ انتہائی سوچ و بچار اور سنجیدگی کی اشد ضرورت ہے۔ چین سامراج اور پاکستان دشمن سمیت تمام ردانقلابی اور جنگ مخالف قوتیں حتیٰ الوسع کوشش کرینگے کہ بطور ردعمل ایسا عمل کریں تاکہ یہ اثرات زائل ہوں۔

ان کے تمام چھوٹے بڑے عزائم، سازشوں اور اقدامات کو باریک بینی سے جاننا، سمجھنا اور حکمت عملی ترتیب دینا، اس وقت سب مخلص اور ہم خیال جہدکاروں کا قومی فرض ہے۔ اس مقصد کے لیے انتہائی سنجیدگی، سوچ سمجھ اور غور و خوض کی ضرورت ہے اور ساتھ ساتھ علم ہنر اور صلاحیت درکار ہوتا ہے، نہیں تو جذبات کا ماحول جیسا بھی ہو، جس طرح بھی ہو، جس مقام اور سطح اور عروج پر ہو، وہ جذبات ہی ہوتے ہیں، جو ہرگز دیرپا نہیں بلکہ وقتی کیفیت ہوتے ہیں اور کیفیت خود ہی ہمیشہ آخر کار سرد پڑ جاتی ہے۔

تو بجائے تمام مخلص اور ہم خیال جہدکاروں کی سطحی، محدود اور غیر ضروری چیزوں پر اٹکے رہنے

کا، اپنی تمام تر توانائی توجہ اور دلچسپی اہم اور ضروری چیزوں پر مبذول کر کے ریحان کو بطور لیجنڈ سمجھ کر ریحان کے افکار، نظریات اور خیالات کو آگے بڑھاتے ہوئے قومی شعور کو اجاگر کریں اور ساتھ ساتھ قومی جنگ پر توجہ دیکر، قومی جنگ کو تیز کردیں، اسی میں بلوچ قومی تحریک کی کامیابی اور کامرانی پوشیدہ ہے۔

☆☆☆

مادرِوطن اور قربانی

علی کچکول

الٰہیاتی فلسفی کہتے ہیں کہ ''اگر مذہب کو زندگی سے خارج کی جائے، تو قومی ریاست خدا کی جگہ لے لیگی۔''

جس طرح کے بلوچ شاعر جی۔آر ملا کہتا ہے: ''مبارک ہو تمہیں ملا، تمہارا حج اور کعبہ۔۔۔ لیکن مجھے اپنے وطن سے، اپنی بینائی سے زیادہ محبت ہے۔'' (مبارک بیت ترا ملا ئی حج تئ کعبہ۔۔۔مناچو دیدگا دوست ءِ منی ماتیں وطن ملا)۔

مزید سمجھنے کیلئے، ہمیں قربانی کا تصور ''اسخلیئر ماخیر'' کی تحریروں میں بھی ملتا ہے، جو لکھتا ہے: ''میں چاہتا ہوں کے میرے آزادی کا مقصد، مجھے ضرورت سے قریب تر کردے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا مقصدِ عظیم، مرنے کی چاہت کرنے کے قابل ہونا ہو۔''

ایک ازبک شاعر ازبکستان کے بارے میں کہتا ہے: ''میری نسل اس سرزمین کی قدر سمجھیں، ظاہراً، لوگ ہمیشہ خاک میں بدلتے ہیں۔ یہ سرزمین ہمارے آباؤ اجداد کی باقیات ہیں، ہم اس قیمتی مٹی کیلئے خاک میں بدلتے رہے ہیں۔''

ریحان اور اسکے والد اسلم بلوچ کی قربانی، ابراہیم اور اسماعیل کی قربانی کی نشاطِ ثانیہ ہے۔ لیکن ابراہیم اور اسکے بیٹے اور اسلم بلوچ و اسکے بیٹے میں ایک بنیادی فرق ہے، ابراہیم اور اسماعیل مذہب کے نام پر قربانی پر تیار تھے لیکن اسلم اور اسکے بیٹے نے قربانی ایک عظیم مقصد اپنے مادر وطن کی خاطر دی۔

بلوچ اپنے پہاڑی جغرافیہ اور اپنے خون میں اس سرزمین کے حفاظت کیلئے مزاحمت کو لیئے، ایک نادر الوجود قوم ہے، جس کی وجہ سے بلوچوں میں قربانی کی ایک شدید روایت ابھر رہی ہے۔

قوم پرستی کبھی کبھار ہم سے یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ہم اجتماعی مفادات کیلئے خود کو قربان کردیں، یہ قربانی عموماً رضا کارانہ طور پر اپنے وطن کی آزادی یا اپنے قوم کے دفاع کیلئے دی جاتی ہے۔ ریحان یا دوسرے تمام شہیدوں کی قربانی جنہوں نے اپنی جانیں قربان کردیں اور ان عورتوں و بچوں کی قربانی جو اذیت گاہوں میں تشدد سہہ رہے ہیں، بلوچوں کے پختہ عزم کا اظہار کرتی ہے۔ یہ ظاہر کرتی ہے کہ بلوچ کس حد تک اپنی قوم کیلئے جانے کو تیار ہیں۔

میری ذاتی رائے میں، مزاحمت کا چاہے جو بھی طریقہ کار ہو، بلوچ کو کسی صورت مزاحمت کے اس تسلسل کو آزادی تک ٹوٹنے نہیں دینا چاہیئے۔ بدقسمتی سے ہماری سینئر بلوچ قیادت نے ناکام پاکستانی پارلیمانی سیاست کو چن کر ہمیں بے تحاشہ نقصانات سے دوچار کیا۔ گذشتہ دن غوث بخش بزنجو کے برسی کے دن ریحان کے قربانی کے بعد، میں نے سوچا کاش کہ محترم بزنجو صاحب اور دوسرے سینئر رہنما قوم پرستی کو اس کے حقیقی روح کے مطابق جاری رکھتے، جو کہ خالص مزاحمت ہے۔ لیکن نواب خیر بخش مری کے علاوہ ہماری اعلیٰ قیادت مزاحمتی تحریک سے دستبردار ہوگئی۔

میں قوم کے سامنے یہ واضح الفظ میں رکھنا چاہتا ہوں کہ ایک قومی ریاست کیلئے جدوجہد کے بنا کوئی قوم پرستی نہیں، باقی نام نہاد قوم پرست حقیقی معنوں میں قوم پرست نہیں کہلاتے، کیونکہ قوم پرستی کا معنی ہی قومی ریاست کیلئے قربانی دینا ہے۔ یہ بنیادی اصول ان تمام جماعتوں میں غائب ہے، جو خود کو قوم پرست کہتے ہیں لیکن پاکستان کی پارلیمانی سیاست کرتے ہیں، جو خود ہی فوجی تھانہ شاہی اور بدعنوانی کی وجہ سے ناکام ہو چکا ہے۔

ہمارے مادر وطن کو پاکستان اور چین اسکے وسائل اور جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے بلوچوں کے منشاء و مرضی کے بغیر لوٹ رہے ہیں۔ بلوچوں کے قیمتی وسائل جیسے کے قدرتی گیس، کوئلہ اور سونا لوٹا جارہا ہے، حتیٰ کہ اب عام بلوچوں کی ملکیتیں تک سی پیک کی تعمیر کیلئے قبضہ کی جارہی ہیں۔ بلوچوں کو انکے آبائی گھروں سے نکالا جارہا ہے۔

بلوچ ان مظالم کے خلاف اپنی آواز ہمیشہ سے بلند کرتا رہا ہے اور مغربی قوتوں کو کئی سالوں سے ان ناانصافیوں سے آگاہ کرتا رہا ہے، لیکن اب تک ہمیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ عالمی برداری کا

یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے 1960 کے اعلامیے کے رو سے ہماری مدد کرے، جو تمام مقبوضہ قوموں کی آزادی تسلیم کرتی ہے۔

اس اعلامیے کے ایک شق کے مطابق ''لوگوں پر بیرونی جارحیت، محکومیت، استحصال بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے خلاف ہے اور یہ امنِ عالم اور عالمی تعاون کے سامنے ایک رکاوٹ ہے۔''

ہماری تحریک اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ہے لیکن پاکستان اس چارٹر کی خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ پاکستان اور چین قومی سلامتی اور اور انسدادِ دہشتگردی کے نام پر ''لمبرگ پرنسپل'' کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ لمبرگ پرنسپل کی آرٹیکل 64 اور 65 کا یہاں واضح طور پر خلاف ورزی ہو رہا ہے۔

بلوچ تواتر کے ساتھ تمام عالمی اور علاقائی اداروں بشمولِ اقوام متحدہ کو بتاتے رہے ہیں کہ پاکستان نسل کشی، انسانیت کے خلاف جرائم اور جنگی جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے، جسے سی پیک کے مد میں چین کی پشت پناہی بھی حاصل ہے۔ اور یہ تمام جرائم قومی سلامتی اور انسدادِ دہشتگردی کے نام پر کیئے جا رہے ہیں۔

اسی مد میں ایک ممتاز عالمی قانون دان ہیوگو گریوٹز کہتا ہے کہ ''اگر ظلم اس قدر نا قابلِ برداشت ہو جائے کہ ایک قوم اسکے خلاف اٹھ کھڑا ہو جائے، پھر کسی بھی عالمی قوت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس مظلوم قوم کا مدد کرے، جو مدد کیلئے پکار رہا ہے'' عالمی برداری تک رسائی حاصل کرنے کی ہماری ساری جدوجہد کا مقصد انہیں بلوچستان سے آگاہ کرنا ہے تاکہ وہ ان مظالم کے سامنے بند باندھ سکیں لیکن اب تک مغرب کی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا ہے بلکہ وہ اپنے اس ذمہ داری سے نظریں چراتے رہے ہیں۔

اب جبکہ عالمی ادارے ہماری فریاد نہیں سن رہے ہیں، پھر ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ بلوچ قربانی کا راستہ اختیار کریں۔

☆☆☆

تاریخ کا انمول باب

لمہ بی بی یاسمین بلوچ

ڈاکٹر جلال بلوچ

تاریخ کے موضوع میں سنہرے رنگ بکھرنے والے بہت سی ہستیاں گزرے ہیں جن کے کردار کی وجہ سے یہ موضوع ہمیشہ نہ صرف قارئین کو دلچسپی کا سامان مہیاء کرتا رہا ہے بلکہ ان کرداروں کے کارناموں کی وجہ سے اس میں موضوع میں نئے ابواب کا اضافہ بھی ہوا ہے۔ ایسے ابواب جو انسانیت کے لیے باعث فخر ہوں، ایسے ابواب جن پہ عمل کرنا کامیابی کا زینہ ہوں، ایسے ابواب جن کی بلندی آسمان کو چھو جائے اور ایسے ابواب جو منفرد مقام عطاء کرنے کا موجب ہوں۔

تاریخ عالم میں ایسے ابواب کا اضافہ کرنے میں عورت ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ عورت کی عظمت کا مقام کتنا بلند ہے اس حوالے سے محققین کی اب تک کی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ عورت خالقِ تہذیب، عورت بانی معیشت، عورت انقلاب کا بانی، (دنیا میں پہلا انقلاب زرعی انقلاب کہلاتا ہے، عورت زراعت کا بانی ہونے کی وجہ سے اس عظیم کارنامے کی پہچان ہے) عورت معلم اول، عورت پہلا فدائی حملہ آور (جنوبی ہندوستان میں کمانڈر کُھلی نے 1780ء میں مندر میں گھس کر انگریزی سرکار کے زخیرہ کیے گئے اسلحہ کے زخیرے کو تباہ کرنے کے لیے خود کو آگ لگا دی جس سے انگریزی سرکار کا پورا عسکری اسلحے کا زخیرہ تباہ ہو گیا) اور عورت (ماں) ہی کے قدموں تلے جنت۔ الغرض عورت کے عظیم کارناموں کی توصیف کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔

اپنی اس شان اور اس ورثے کو برقرار رکھنے کے لیے عورت نے انسانی تاریخ کو ہر دور میں

ایک نیا موڑ دیا ہے۔جس کی وجہ سے تاریخ کا موضوع مزید دلچسپ اور توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔

انمول کارنامے سرانجام دینے کے حوالے سے جب ہم ان عظیم کرداروں کے کارناموں پہ روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمارے پاس زخیرہ الفاظ کی قحط پڑ جاتی ہے کیونکہ ان کی عظمت کے لیے وہ الفاظ ہی وجود نہیں رکھتے جو ان کی شایانِ شان ہوں یا یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ ان عظیم ہستیوں کا کردار بیان کرنے کے لیے مورخِ وقت کا ابھی ظہور ہی نہیں ہوا ہے جو اپنی علم اور تحقیق سے ان کی عظمت بیان کر سکے۔

اپنی کم مائیگی اور کم علمی کے باوجود میں ذکر کرنا چاہونگا ہوں ایک ایسے انمول باب کا جو صفت انسانی سے بلند ہے، ایک ایسے موضوع کا جو آئینہ ہے کامیابی کی، جو پیغام ہے منزل پہ پہنچنے کی، جو زندگی کی علامت ہے اور جو خود اپنی مثال آپ ہے۔تاریخ کے موضوع میں انمٹ نقش چھوڑنے والا یہ باب نہ صرف تاریخ بلوچ میں ایک نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے بلکہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر ملنا ممکن نہیں۔تاریخ کو انمول رنگ سے نوازنے والی یہ عظیم ہستی شہید ریحان بلوچ کی والدہ اور بلوچ گوریلہ لیڈر استاد اسلم بلوچ کی شریک حیات بی بی یاسمین بلوچ ہے۔۔۔

اے لمہ جان مجھے معاف کرنا کیونکہ میرے پاس قلم کی وہ طاقت نہیں جو آپ کی صفت وثناء کے قابل ہو، نہ ہی میں مالا مال ہوں الفاظ کے زخیرے سے جو آپ کی شایانِ شان ہو اور نہ ہی میرا عمل اور کردار ایسا ہے جو شہید ریحان جان کے نقشِ پاء کو چُھونے کے قابل ہو۔لیکن پھر بھی قلم کو جنبش دینے کی جسارت کرنا چاہتا ہوں۔کوشش ہو یہی ہوگی کہ قلم ایسی موتیاں بکھر دیں جو میری لمہ جان کی شان اور عظمت کی ترجمانی کرتے ہوں۔

لمہ جان تاریخ آپ کے اس عظیم کارنامے کو کیا نام دیتی ہے یہ تو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ تاریخ محتاج ہوتی ہے کردار کی اور آپ نے کردار اور عمل سے وہ کام کر دکھایا جو انسانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ایک انمول کارنامہ ہے، ایک ایسا کارنامہ جسے دنیا کا کوئی محقق چاہے وہ جتنی تحقیق کریں تاریخ عالم میں تلاش کرنے سے قاصر ہی رہیگا۔آپ کا یہ بھائی یا بیٹا اس سوچ میں مبتلاء ہے کہ آپ کو کیا نام دے، "مادرِ ریحان جان" تو یہ حقِ انصاف نہیں ہوگی آپ کے کردار کے

ساتھ، "بلوچ جہدکاروں کی ماں" آپ کے کردار کے سامنے یہ حقیر سی شئے ہوگی، "مادرِ بلوچ" تو دل نہیں مانتا، اور "مادرِ بلوچستان" ہاں مادر بلوچستان۔۔۔ماں تو مادرِ گلزمین ہے وہ گلزمین جس کی آزادی کے لیے قومِ بلوچ صدیوں سے اپنا لہو بہا رہے ہیں، ہاں ماں تو مادرِ بلوچستان، مادرِ گلزمین ہے۔یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ ماں جو اپنے عظیم فرزندوں کو یہ درس دیتی ہے کہ میرے لال مجھے اغیار نے یرغمال بنا رکھا ہے، جا مجھے آجوء (آزاد) کر ان بدتہذیبوں سے جنہوں نے مجھے لہولہان کر دیا ہے، جا میرے لال خود کو مجھ پہ جان قربان کر دے کیونکہ تیری اس قربانی سے نہ صرف تیری شان بڑھے گی بلکہ تیری ہی اس قربانی سے اس قوم کو دنیا عزت و وقار دیگی، تیری اس قربانی سے تیرے لوگوں کو مستقبل میں آسودگی ملے گی، میرے لال تیری اس قربانی سے ہی قوم کا سر فخر سے بلند ہوگا۔۔۔قربانی کا یہ درس بلوچستان، ہماری گلزمین دیتی ہے۔اے عظیم ماں اگر آپ کو میں تشبیہ دیتا ہوں بلوچستان سے تو آپ نے اپنے عمل اور کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ہی مادر گلزمین ہو اور آپ ہی مادر بلوچستان۔۔۔

اے مادر گلزمین آپ مادر بلوچستان ہو میں آپ کو کسی انسان سے تشبیہ نہیں دے سکتا کیونکہ تاریخ عالم میں آج تک میری نظر سے کوئی اتنی بڑی ہستی نہیں گزری جو اتنی انمول ہو، جس نے اتنا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہو جس کے انمٹ نقوش مٹانے سے نہ مٹ پائیں۔آپ مادر گلزمین ہو اور ایسا عظیم کارنامہ فقط کوئی مقدس سرزمین ہی انجام دے سکتی ہے جو آپ نے کر دکھایا۔اے مادر وطن آپ نے اس بے مثال کارنامے سے تاریخ عالم میں ایک انمول باب کا اضافہ کر دیا، ایک ایسا انمول باب جسے تاریخ عالم میں آپ کے اس عظیم کارنامے سے قبل کوئی رقم نہ کر سکا اور ایک ایسا انمول باب جس کے بغیر تاریخ عالم نامکمل تصور کی جائیگی، ایک ایسا انمول باب جس کی اونچائی عرش کو چھو جائے، ایک ایسا انمول باب جسکی عظمت ماپنے کے لیے کوئی پیمانا ایجاد ہی نہیں ہوا۔۔۔

☆☆☆

تاریخ کے کرشماتی اور منفرد کردار

ایوب اسرار

اس کو اگر میں بلوچ تاریخ تک محدود رکھوں تو خود لفظ تاریخ ہی کی توہین ہوگی کیونکہ یہ دنیا کی پہلی اور انوکھی تاریخ ہے ویسے تو بلوچ تاریخ میں بہادری اور قربانیوں کی بے شمار و لازوال داستانیں ہیں بلوچ سماج اور اُس کے قریبی اقوام میں بلوچ قوم کے بارے میں ایک بات مشہور ہے کہ بلوچ مائیں اپنے بیٹوں کی ابتدائی ذہنی پرورش بہادری کی لوریوں سے کیا کرتی ہیں جس کا ایک تاریخی تسلسل ہمیشہ سے برقرار ہے دودا و بالاچ کی داستانیں ہوں یا حمل وقمبر سے لیکر ماضی قریب کا دادشاہ ہو جنہیں کہیں نہ کہیں یا تو پھر مجموعی حوالے سے بلوچ تاریخ میں بطور ہیرو پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن اِن سبھی کا موازنہ ریحان بلوچ، اُس کے والد محترم اُستاد اسلم بلوچ، اُسکی والدہ محترمہ سے کیا جائے تو سب ہی زندہ داستانیں اِن کرداروں کے مقابلے میں آج کمزور پڑ جاتی ہیں کیونکہ یہ بین الاقوامی سطح پر شاید اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہوگا اہم ترین بات یہ کہ یہاں ایک مصمم ارادہ اور پختہ نظریہ سب پر حاوی نظر آتا ہے۔

اگرچہ دودا نے ماں کی للکار کو لیکر سمی نامی خاتون جو اُن کی میار تھیں اُن کے مال مویشیوں کو واپس دلوانے یا سر سے گزرنے کی عہد کی اور میار کیلئے سر سے گزر گیا۔

اِسی طرح دودا کے چھوٹے بھائی بالاچ جسے غالباً بلوچ تاریخ کی پہلا اور حقیقی گوریلہ کردار کے نام سے مانا اور جانا جاتا ہے جس نے کم سنی میں اپنے بھائی کا بدلہ لینے کا عہد کیا تھا وہ بھی عہد کو وفا کرنے میں کامیاب رہا لیکن یہ سب داستانیں ہمیں شعراء کے اشعار کی صورت میں نظر آتے ہیں جو کہ خالصتاً بلوچ سماج کے عمومی مزاج کے آئینہ دار ہیں اِن میں کوئی شک نہیں۔

لیکن آج کے منفرد کردار جن میں شہید ریحان جان اُس کے والد اُستاد اسلم بلوچ اور والدہ محترمہ ہمیں مختلف نظر آتے ہیں جن کے سامنے قدرت بھی یقیناً بے بس ہوگی کیونکہ صدیوں پُرانی مذہبی تاریخ جو کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، اور بی بی حاجرہ سے ماخوذ ہے یوں تو اپنے خُدا کے حکم کی تعمیل پر تینوں رضامند ہوئے جنہیں خُدا نے امتحان سے گزارا لیکن بالآخر اسماعیل کی قربانی نمونیاتی بن گیا کیونکہ عملاً قربانی کی تعمیل اس سے نفی کردی گئی دوسری اہم بات کہ اس میں رضا الٰہی، خوف خُدا اور بدلے میں جنت پانے کی لالچ بھی تو شامل تھی

پھر بھی آج تک یہ رضا الٰہی کیلئے قربانی کا اعلیٰ ترین معیار مانا اور جانا جاتا ہے اور مسلمانوں کی ایک سب سے بڑی تہوار بھی سُنّت ابراہیمی کے نام سے منسوب ہے۔

لیکن ریحان بلوچ اور انکے والدین کا اپنے سرزمین سے پیار نے دُنیا میں پہلی تاریخ رقم کی جو کہ سرزمین پر مر مٹنے کا اعلیٰ ترین معیار ہے جس نے ماقبل معیار کو ماند کردیا۔

جہاں سقراط نے زہر کا پیالہ پی کر امر ہونے کا تاریخی کارنامہ سرتو انجام دیا وہ زہر بھی کیا؟ ویسے طبّی طور پر زہر کو مہلک قرار دیا گیا ہے معاشرتی اعتبار سے زہر سے دور رہنے کو کہا جاتا ہے لیکن سقراط نے زہر کو ایک منفرد مقام دلایا کہ اِسی سے زندہ رہا جاسکتا ہے جبکہ بلوچ تاریخ کے عُشاقِ وطن نے وطن کی محبت کی تشنگی میں کسی نے لخت جگر کی محبت سے جدائی کا زہر پی لیا تو کسی نے گود اُجڑنے کی اور کسی نے جان اور جہان سے گزرنے کی ٹھان لی لیکن اغیار کو اپنے وطن پر قابض رہنے سے متنبہ کیا اِن کرشماتی کرداروں کے بارے میں آج کے مؤرخ بھی انگشت بدندان ہیں کہ لکھیں تو کیا لکھیں کہاں سے شروع اور کہاں پہ ختم کریں۔

ہم نے سُنا تھا کہ ہر کامیاب مرد کی کامیابی کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے چاہے وہ کوئی ماں ہو بیوی، بہن یا محبوبہ۔ یہاں تو ایک ماں نے عورت ہو کر اک نئی تاریخ کی بنیاد رکھ دی کیونکہ اِس سے پہلے کی تاریخ حوا کی ہے جو اس کی منفی ہے آدم کی جنّت سے بے دخلی کی مؤجب حوا بتائی جاتی ہے جس نے شوہر کے حکم اور رب کی انتباہ کی لاج نہیں رکھی لیکن یہاں نہ حکم ہے نہ انتباہ گر ہے تو وطن سے محبت کی انتہا بس انتہا اور قومی وجود کو لاحق خطرات کے شعور کو اُجاگر کرنے میں

سب کچھ لٹانے کی لگن، حرمتِ وطن، قومی تقدیر کو بدلنے کی اخلاص

ویسے تو ارشاد خداوندی بھی ہے کہ " اُن اقوام کی تقدیریں کبھی بدلی نہیں جاتیں جو اپنی تقدیر کو بدلنے کی سعی نہیں کرتے"

لیکن آج کے اسلامی نام نہاد مبلغ تو قومیت کے تصور کو ماننے سے انکاری ہیں اور اسے اسلامی روح کے منافی قرار دیتے ہیں خُدا ہی کے فرمودات کو متضاد بنا رکھے ہوئے ہیں لیکن بلوچ تاریخ کے اِن کرماشماتی کرداروں نے اپنے قول و فعل سے ایسا کچھ دکھایا جن کی رہتی دنیا تک کوئی نظیر ملنا ممکن نہیں۔

☆☆☆

ریحان جان کی سوچ

عائشہ بلوچ

میں قربان ریحان جان کی سوچ پر، ہمیشہ ہنسنے مسکرانے والا ریحان جان ہمارے گھر کا رونق و نور تھا، وہ مہر و محبت کا پیکر تھا۔ ناراضگی کا جواب بھی مسکرا کر دیتا، کبھی لڑائی ہوتی تو وہ تب بھی مسکرا کر مجھے مناتا وہ بھائی کے روپ میں ایک مہربان دوست جیسا تھا۔ مجھے ہمیشہ کہتا: ''عاشی تم بہت جذباتی ہو جاتی ہو، یہ بہت بری عادت ہے ہمیشہ صبر سے کام لیا کرو۔'' میں پوچھتی ۔۔۔ کیا واقعی اس ماحول میں صبر کرنا چاہیئے ۔؟

تو وہ مجھے سے کہتا'' پاگل ان سب سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑنیوالا، ہمارا جو فرض ہے ہمیں وہ ادا کرنا چاہیئے، جب ہم غلط نہیں تو صفائی کس بات کی دیں، ہمارا مقصد دشمن کی شکست ہے اور ہمارے پاس ابھی بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو دشمن کو شکست دینے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اپنی جوانیاں اپنا قیمتی وقت اپنی قوم کی آزادی کے لیے صرف کر رہے ہیں۔ اپنے گھر، ماں، باپ، بہن، بھائی، خاندان سے دور کئی کئی سال پہاڑوں میں سخت اور کٹھن حالات میں اپنا قومی فرض ادا کر رہے ہیں ہمارے قوم کے لیے کتنے نوجوانوں نے اپنا خون کا نذرانہ دیا ہے، ان سب کے باوجود تم ان جیسے لوگوں کی باتوں سے مایوس ہو جاتی ہو، ہمارا مقصد یہ نہیں ہے۔

"میری بہن ان سب سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر ہم مایوس ہوئے تو ہم بہت پیچھے رہ جائیں گے، حوصلہ مضبوط رکھو، ان نوجوانوں کے بارے میں سوچو، جو آج میدان جنگ میں ہیں، شہیدوں کو یاد کرو، کیا وہ مایوس تھے؟ کیا انہوں نے جنگ لڑنا بند کر دیا؟ کیا وہ اپنے مقصد سے پیچھے ہٹ گئے ہیں؟ نہیں نا، تو پھر میں اور تم کیوں مایوس ہوں۔"

کچھ وقت بعد مجھے پتہ چلا کہ ریحان جان نے یہ فیصلہ لیا ہے، میں حیران ہوئی ایسا کیسے؟

میری ریحان جان سے آخری مرتبہ ہونے والی بات چیت: ریحان اتنا بڑا فیصلہ لینے سے پہلے ہمارے بارے میں نہیں سوچا؟

ریحان جان: ''نہیں میں نے پوری قوم کے بارے میں سوچا ہے۔''

بھائی اتنا بڑا فیصلہ مت لو تم اور بہت سے کام کر سکتے ہو، ہم تمہیں نہیں روکیں گے۔

ریحان جان: ''تم مجھے کیسے روک سکتی ہو، مجھے منع کرنے کے بعد تم کیسے ان شہیدوں کی ماؤں بہنوں سے نظر ملا پاؤ گی، جنہوں نے اپنا لہو اس قوم کو دیا ہے۔''

بھائی تمہاری منگنی بھی ہوگئی ہے، زرا سوچو!۔

ریحان جان: ''شہید نثار کی بھی منگنی ہوئی تھی اور بھی بہت سارے ایسے نوجوان ہیں، جن کی منگنی یا شادی ہو چکی تھی انہوں نے بھی اپنا لہو قوم و وطن کو دیا، کیا تم ان میں اور مجھ میں فرق کر رہی ہو؟''

میں فرق نہیں کر رہی ہوں، ہم سب کا درد ایک ہے۔

ریحان جان: "تو پھر میرے لیے بالکل مت رونا۔"

میں تمہارے بغیر کیسے رہونگی۔؟

ریحان جان: ''شہید دلجان کی بہن کو دیکھا تھا، وہ بھی تمہاری بہن ہے، اسے بھی اپنا بھائی اتنا ہی عزیز تھا، جتنا تمہیں میں اور بھی کئی ایسی بہنیں ہیں، اپنا دل بڑا کرو اور قوم کے بارے میں سوچو۔''

اللہ تمہیں کامیاب کرے ریحان جان۔

ریحان جان: ''امی، ابو، بہن اور بھائی کا خیال رکھنا، خدا حافظ میری پیاری بہن دل چھوٹا مت کرنا۔''

مجھے فخر ہے اپنے بھائی کی سوچ اور کردار پر، ریحان جان آپ زندہ ہو ہماری سوچ میں ہمارے دلوں میں۔

☆☆☆

وطن کا ریحان

سالار بلوچ

بلوچ جہد آزادی میں کئی نوجوانوں نے اپنے سروں کو مادرِ وطن کے حوالے کر کے جس دلیری سے ریاست اور قبضہ گیر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیے، وہ بلوچ ماؤں کی وہ لوریاں ہیں، جو بچپن سے وہ سنتے گئے تھے۔

ریحان بلوچ نے ایک ایسے ہی گھر میں آنکھ کھولا، جو بلوچ قوم کے لیے ہر دور میں ایک چمکتے ستارے اور روشن کرن کی امید ہے، جس گھر پر بلوچ ہر دور میں فخر سے نازاں ہوگا۔

ریحان فدائی کیسے بنا؟

ریحان کو فدائی بنایا وطن کی چاہت نے، مظلوم قوم کی سسکیوں نے، ماؤں کی آہوں نے، اجڑتے گھروں نے، بہنوں کی رخسار سے گرتے آنسوؤں نے، اجتماعی قبروں نے، مسخ شدہ لاشوں نے، ریاستی ٹارچر سیلوں سے آتے ہوئے دردناک آوازوں نے، وطن کے سینے پر موجود غیر فطری ریاست کی چالاکیوں نے ریحان کو فدائی بنایا۔

کیونکہ ریحان کے دل میں قوم کے لیے درد تھا، وطن کی افسردگی کو محسوس کر سکتا تھا، وطن کی مٹی کا حلالی فرزند تھا اور جب وطن سختی میں رہے اور ریحان جیسا فرزند اپنی ذات، اپنی جوانی میں مگن ہو بھلا ممکن ہے؟

ریحان وہ محسوس کر سکتا تھا جو میں اور آپ نہیں کر سکتے، تصور بھی نہیں کر سکتے، شاید ریحان ہمارے بیچ رہ کر ہمارے گُمان سے بھی آگے کا سوچ چلا ہمیں دکھانے کے لیے ہمارے حوصلوں میں شدت بخشنے کے لیے وہ ہمیں راستہ دکھا کر چلا، جب دھرتی مشکل میں ہو اسے بچایا کیسے جا سکتا ہے، ریاست کی نیندیں کیسے اڑائی جا سکتی ہیں، تاریخ میں کیسے امر ہوا جا سکتا ہے۔

ریحان بلوچ نے تاریخ میں ایک باب رقم کر کے اپنی یادیں اس دنیا کے سپرد کر کے آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ بن گیا آزادی کے اس راستے پر جوانمردی سے فیصلہ کر کے اور ازمائش سے گزر کر آپ ہیرو قرار پائے جانثارانہ انداز میں مادر وطن کی دفاع میں شہادت کا تاج پہن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ و جاویداں رہے۔

ریحان ہر شہید کے روح کو تسکین بخشنے کے لیے اپنی سانسوں کو وطن کے لیے قربان کر گیا، اور ''رخصت اف اوارون سنگت'' کے اس جملے کو عملی جامہ پہنا کر شہیدوں کے پاس پہنچ گیا۔

ریحان ہر سرمچار کے دکھ درد و خوشی کو شہید دوستوں کے درمیان محو گفتگو ہو کر بیان کرتا ہوگا کہ میرے بعد بھی ہمارے اس کاروان کو منزل تک پہنچانے والے اور وطن کے لیے سر کٹانے والے بھی محاذ پر دشمن کی گندی نگاہوں کو شکست دینے کیلئے برسرِ پیکار کھڑے ہیں۔

امیر جان نے جس فلسفے کی بنیاد رکھی اُسی پہ گامزن شہید دلجان و ریحان نے اس فلسفے کو خوشی سے گلے لگا کر ہمارا سر فخر سے بلند کر دیا۔

دلجان، امیر جان و ریحان کے دوست و غمخوار ہونے پر آج دل سینے میں جگہ نہیں پا رہا ہے کہ ایسی ہستیوں کے درمیان میری زندگی کے خوبصورت لمحے گزرے ہیں، جنہوں نے اپنے خون سے اس دھرتی کو سیراب کر کے دنیا کو پیغام دیا کہ ہم جھکنے والے نہیں ہیں، نہ کہ شکست تسلیم کرنے والے ہیں، ہمارے جسموں سے زیادہ ہمیں وطن کی ہر شاخِ گُل عزیز ہے اور اس شاخ کی حفاظت کے لیے ہمارے جسموں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بس وطن سلامت رہے، دوست (سرمچار، سنگت) سلامت رہیں، ایک دن آزادی ہمارے قوم کا مقدر بن جائے گی۔

جب بھی وطن کو خون کی ضرورت پڑی ریحان جیسے ورناؤں نے وطن کی آواز پہ لبیک کہہ کر زمین پر اپنا خون بہا کر وطن کی پیاس بجھا دی۔ وہ زمین کسی قحط و پیاس کا شکار ہو ہی نہیں سکتی جس زمین پر ریحان جیسے بہادر نڈر سرمچار پیدا ہوتے ہوں۔ جس زمین پر لمہ یاسمین جیسی بہادر مائیں پائی جاتی ہوں وہ زمین بھلا کیسے کسی قحط کا شکار ہو سکتا ہے، جس زمین پر دلیر والد استاد اسلم جیسے فرزند وطن میسر ہوں۔ وہ زمین ہر ظلمت و جابرانہ دور سے نکلنے کا راستہ ضرور ڈھونڈتا ہے اور دشمن

کے تمام عزائم کو شکست میں تبدیل کرنے کا ہنر رکھتا ہے...!

ریحان کی جس قربانی نے ہمیں جو پیغام دیا، وہ مختصر شعر کی صورت میں قلم بند کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

نہ گُل اور نہ گلبدن چاہتا ہوں
نہ میں چاند جیسا للن چاہتا ہوں
نہ میں روشنی کی کرن چاہتا ہوں
نہ بستی نہ صحرا نہ بَن چاہتا ہوں
نہ میں عالی شانِ بَھوَن چاہتا ہوں
نہ میں قیمتی پیرہن چاہتا ہوں
نہ میں پیسہ کوڑی نہ دَھن چاہتا ہوں
نہ ہیرے نہ لالِ چمن چاہتا ہوں
نہ گلشن نہ صحنِ چاہتا ہوں
نہ کلیوں کا میں بانکپن چاہتا ہوں
خدا! میں تو یہی چمن چاہتا ہوں
مروں تو میں خاکِ وطن چاہتا ہوں

☆☆☆

مادرِ بلوچستان بی بی یاسمین کو سلام

حکیم واڈیلہ

دنیا میں شاید ہی ایسا کوئی رشتہ ہو جو ماں اور بچوں کے رشتے سے زیادہ گہرا، شفاف، پاک اور مضبوط ہو۔ ایک ماں، بچے کی پیدائش سے لیکر اس کی پرورش اور اس کیلئے بنیادی درس گاہ کا کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ عموماً باپ گھر سے باہر کام، کاج، نوکری یا پھر اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں مگن ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے خاندان کی خاطر کچھ کر سکے اور انہیں ایک بہتر زندگی فراہم کر سکے۔ مگر ماں کی ذمہ داریاں اور کردار بالکل ہی مختلف اور دلچسپ ہوتی ہیں، دنیا میں کوئی بھی اولاد کتنا ہی برا، نالائق اور بے کار ہی کیوں نہ ہو، ماں ہمیشہ اسے اپنا لاڈلا سمجھ کر سینے سے لگا کر ماتھا چوم کر پیار سے بوسہ دیتی ہے اور اس کی کامیابی اور لمبی عمر کی دعا کرتی ہے۔

اگر ماں کبھی غصے سے ڈانٹ بھی دیتی تو کچھ ہی لمحوں بعد وہ اپنے لخت جگر کو پھر سے اپنے سینے سے لگا کر اس کو پیار کرتی ہے۔ مذہب اسلام کے مطابق اگر خدا کے بعد کوئی بھی انسان آپ کو سب سے محبت کرتا ہے تو وہ آپ کی ماں ہے۔ اور اگر دنیا میں کوئی ایسا کردار جو سجدے کا مستحق ہو وہ ماں ہی ہو سکتی ہے۔ جو انسان اپنی پوری زندگی صرف بچوں کی خوشیوں پر نچھاور کر دے، پیدا کر کے، پرورش دیکر، علم و شعور سے لیس کر کے، ایک بہترین انسان بنا کر، دنیا سے مقابلے کے لائق بنا کر اور بس بدلے میں ایک مسکراہٹ اور محبت طلب کرنے والی ماں سے عظیم کوئی اور شخصیت ہو ہی نہیں سکتا۔

ماں کا کردار عام حالات اور دوران اِنقلاب بہت مختلف ہوتے ہیں، عام حالات میں جہاں ماں بچوں کو صرف یہ پرورش دیتی ہے کہ زندگی کیسے گزارنی ہے۔ تو انقلابی ادوار میں ماؤں کا کردار انقلابی اور انکی تعلیمات بھی اجتماعی مفادات کی سوچ کا مالک ہوتی ہیں۔ جس طرح آج بلوچستان

کی مائیں اپنی اولادوں کو انقلاب اور آزادی کے کاروان کا حصہ بنا کر وطن مادر پر قربان ہونے کا درس دے رہی ہیں۔ جس کی تازہ مثال بلوچ سرزمین پر ہونے والے ایک ایسے عہد ساز واقعے کا ہے کہ جس نے بلوچ قومی غیرت، بلوچ قومی جرات اور بلوچ قومی سوچ کو ایک بار پھر زندگی بخشی ہے اور دشمن ریاست اور اسکے حواریوں کو بلوچستان میں قدم رکھنے سے قبل سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ واقعہ ایک ایسا انمول اور نایاب واقعہ ہے، جسکی مثال موجودہ انسانی تاریخ میں تلاش کرنا کم از کم میرے لیے ناممکن ہے۔

میں جب بھی قربانی اور وطن پر خود کو نثار کرنے کے اس عظیم واقعے کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے سب سے بڑھ کر فخر اور خوشی اس بات کو محسوس کر کے ہوتی ہے کہ بلوچستان میں آج بھی امی یاسمین جیسی مائیں موجود ہیں، جو اپنے لخت جگر کو یہ کہہ کر رخصت کرتی ہے کہ ''جاؤ میرے جگر کے ٹکڑے میں نے تمہیں سرزمین پر قربان کر دیا ہے۔'' اور بعد ازاں اپنے فرزند کے شہادت کیلئے دعا گو ہوتی ہے۔

انسانی سماج میں ایسی مثالیں بہت ہی کم یا نہ ہونے کے برابر ہیں، جہاں ماں اور باپ نے اپنے لخت جگر کی اس طرح کی عظیم قربانی دی ہو۔ شہید ریحان جان کے واقعے سے قبل اگر ایسا کوئی واقعہ سننے کو ملا ہے تو واقعہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی قربانی کا واقعہ ہے۔ جہاں خدا کے پیغمبر نے خدا کے حکم کی تعمیل کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی خاطر پیش کیا۔ لیکن اس کے بعد سے ابتک ایسا کوئی واقعہ دیکھنے یا سننے کو نہیں ملتا کہ ماں اپنے فرزند کے سر پر ہاتھ رکھ کر وطن پر قربان ہونے کی خاطر روانہ کر دے اور باپ بوسہ دیکر سر فخر سے بلند کر کے اپنی اولاد کو وطن کی خاطر اس طرح قربان کر دے کہ آسمان سے زمین تک انکی ایمانداری، جذبہ قربانی، وطن دوستی، اور شعور کے پیمانوں کی گواہی دے۔

بلوچ قومی تحریک کی موجودہ صورتحال میں جہاں سیاسی کارکنان بے چینی اور بے یقینی کی ایسی کیفیت میں مبتلا ہو رہے تھے کہ وہ یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ موجودہ تحریک بھی گذشتہ ادوار کی تحریکوں کی طرح دشمن کے ظلم و بربریت سمیت کچھ لوگوں کی ضد، انا، لالچ اور بغض کی وجہ سے ناکامی سے

دوچار ہونے والی ہے۔ اور شہیدوں کے خون سے روگردانی ہونے والی ہے اور بہت سے ایسے خیالات ذہنوں میں گھر کر رہے تھے، جو صرف اور صرف منفی تھے اور مایوسی کی جانب راغب کر رہے تھے۔ مگر ان حالات میں بی بی یاسمین نے اپنے زندہ فرزند کو کفن (بلوچستان کے بیرک) میں لپیٹ کر کچھ اس ادا سے وطن پر قربان کر دیا کہ اب بلوچ تحریک کو مٹانا کسی سردار، سرکار اور سرمایہ کار کے بھی بس میں نہیں۔

اب ایماندار بلوچ سیاسی و عسکری ساتھی اس سچائی سے واقفیت رکھتے ہیں، کون ہیں وہ کوہسار جو وطن مادر کی خاطر کسی بھی طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ امی یاسمین اور استاد کی قربانی اور شہید ریحان جان کے عظیم کردار کو بلوچ تاریخ اور دنیا میں برپا ہونے والی تمام انقلابی و آزادی کی تحریکوں میں ایک مثالی کردار کے طور میں یاد رکھا جائیگا۔

☆☆☆

تاریخ، علامتیں، والدین اور فدائین ریحان جان

کوہ دل بلوچ

تاریخ زندہ کیسے رہ سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب مجھے اپنی زندگی میں تب ملا جب ریحان اپنے ماں باپ سے رخصت کر کے وطن مادر کے دفاع کیلئے دشمن پر فدائین حملہ کرنے کا راستہ چُن لیا. مجھے تو اتنا معلوم تھا کہ بلوچستان میں پہلا فدائی حملہ شہید مجید بلوچ نے کیا تھا، مگر یہ بالکل بھی معلوم نہیں تھا کہ شہید مجید بلوچ نے فدائی حملہ کب کیسے اور کہاں کیا تھا، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ تامل تحریک میں بھی فدائی حملہ کرنے والوں کی بڑی تعداد تھی، حتیٰ کہ یہ بھی میرے علم میں نہیں تھا کہ ایسے حملے کُرد آزادی پسند جنگجوؤں نے بھی کیے تھے۔ لیکن جب حقیقی کردار آنکھوں کی نظروں سے اندھیرا ہٹا کر اپنی کارکردگی دکھا کر سامنے سے گذر جاتے ہیں تو تاریخ پر اُٹھے ہوئے سوالات کے جوابات بھی مل جاتے ہیں اور سچائی جشن منا کر اپنے ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔

میرے اس سوال کا جواب ریحان کے عملی کردار نے دے دیا کہ تاریخ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ ریحان سے پہلے درویش اور مجید کی رقم کی ہوئی تاریخ کے سوا دنیا کا کوئی بھی فدائین حملہ کرنے والوں کا تاریخ نظروں سے نہیں گذرا تھا، لیکن ریحان نے وطن اور قوم کی آزادی کیلئے فدائی حملہ کر کے نہ صرف سامراج قوتوں کو للکارا ہے، بلکہ دنیاء کے تمام فدائی حملے کرنے والوں کی تاریخ کو بھی زندہ کر دیا ہے۔ ریحان کی بہتے لہو نے مظلوموں کے حق میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی تاریخ کو قارئین اور محققین کے سامنے لے آیا اور مجھ جیسے ادنیٰ طالب علموں کو بھی تاریخ سے شناسہ کر دیا، اور آج میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں صدیوں پُرانی تاریخیں اگر زندہ ہیں تو ان تاریخوں کو

ریحان جیسے جانثاروں نے کٹھن راہوں سے گذر کر ناختم ہونے والی زندگی دی ہے۔

تاریخ اور قومی وجود کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی علامتی پہچان سرفروشوں کے سینے میں جنم لیتے ہیں، فکر اور پُختہ نظریہ اس کی بیج بو کر اسے سینچتے ہیں، حُب الوطنی اس کی آبیاری کرتا ہے اور جس کے سینے میں یہ آبپاشی ہوتی ہے، وہ صداء زرخیز و سیراب رہتا ہے۔ اسی طرح ریحان حقیقی علامتوں کو سمجھ چکا تھا، وہ سچائی سے واقف ہو چکا تھا اور ایک جذبے کو ورثے میں پالیا تھا۔

مثبت علامتیں انسان میں قومی جذبہ پیدا کرتے ہیں، جو حب الوطنی پر مر مٹنے کا راہ دکھاتے ہیں، یہ شعور ہی ہے جو انسان کے اندر علامتی پہچان کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور یہ صلاحیتیں کسی درس گاہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ انسان کا پہلا درسگاہ ماں کی گود ہے اور ریحان وہ خوش قسمت نوجوان تھا جس کو یاسمین جیسی بہادر ماں کی گود یعنی درسگاہ نصیب ہوا، اور انسان کو زندگی کا مقصد اور دنیا کے پہچان کا ہنر اُس کے گھر میں ماں باپ کی تربیت سے حاصل ہو جاتا ہے جبکہ ریحان وہ خوش نصیب بیٹا تھا جو اسلم جیسے نظریاتی انسان کے گھر میں پیدا ہوا، اُستاد اسلم اور شیر زال یاسمین کی تربیت نے اُسے تاریخ سے نہیں جوڑا بلکہ ایک نئی تاریخ کو جنم دے دیا۔

ظاہر ہے بہادر مائیں تو بیٹے اسی لیئے جنم دیتے ہیں کہ قربانی کا مسلسل چلتا ہوا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو اور بانجھ پن جیسی لفظوں کو لُغات کی کتابوں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیئے نکال دیا جائے۔

وطن، قوم، آزادی، مساوات اور حق رائے دہی یہ بھی اُن علامتوں میں شمار ہوتے ہیں، جو انسان کی حقیقت کو بروئے کار لا کر سامنے لے آتے ہیں۔ انسان فطرت کو سمجھے بنا ادھورا ہے اور ان علامتوں کا زندگی میں نہ ہونا انسان کی وجود کو ہی مٹا دیتے ہیں۔

ریحان بلوچ کو جب فدائی حملے کیلیئے تیار کرنے کے دوران اس کی بہادر ماں بلوچستان کے پرچم کاندھوں پر ڈال دیتی ہے وہ بھی ایک علامت ہے، مجھ جیسے نااہل انسانوں کیلیئے وہ محض تین رنگوں کا ایک کپڑا ہے لیکن جسے ان رنگوں نے قومی جذبہ، حوصلہ اور بہادری کا فن سکھایا تھا وہ ریحان تھا، کیونکہ وطن کے ہر سپاہی کی قربانی میں یہ پیغام اعلانیہ ہوتا ہے کہ اے مادرِ وطن جب تک ہم

زندہ ہیں اس پرچم کو کبھی گرنے نہیں دیں گے اور وطن کے نڈر سپاہی ریحان نے جاتے جاتے مجھے تاریخ اور علامتی پہچان کے معنی سے خوب آشنا کر دیا اور اس پرچم کے رنگوں کی علامت بھی ماں، باپ اور بیٹے نے واضح کر دیا کہ ان رنگوں میں ہمارے لیئے کیا پیغام ہے۔

سلام ہے اُستاد اسلم اور بہادر ماں یاسمین بلوچ کو جو اپنے لخت جگر کو خود اپنے ہاتھوں سے سجا کر وطن کی خاطر قربان کرنے کیلیئے بھیج دیتے ہیں اور ماں کے ہونٹوں پہ ذرا سی بھی جنبش اور آنکھوں نمی دکھائی نہیں دیتی ہے۔

ریحان:

''دل چھوٹا نہیں کرو ماں''

اور

ماں:

''جا بیٹا میں نے تجھے وطن کیلیئے قربان کر دیا''

جب جب بلوچ تاریخ کو دہرایا جائیگا، اس عظیم ماں اور بیٹے کے ان الفاظ کو بڑے فخر سے یاد کیا جائیگا۔ مجھے اُس بوڑھی ماں کی وہ بات ابھی تک یاد ہے، جس نے سب کے سامنے فخریہ انداز میں کہہ دیا تھا کہ رضا جہانگیر میرا نہیں مادر وطن بلوچستان کا بیٹا تھا جو اُس پر نذر ہوا لیکن ماؤں کی اس جرأت کو یاسمین نے پروان چڑھایا اور ایک نئی مثال قائم کر دی۔

کچھ روایتی لوگ یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ لوگ کس قدر بے حس ہو چکے ہیں، اپنے ہی لخت جگر کو خود موت کے منہ میں دھکیل دیتے ہے مگر درحقیقت بے حسی کا لبادہ خود اوڑھے ہوئے ہیں۔ مانتا ہوں اولاد کے درد کو صرف والدین ہی سمجھ سکتے ہیں اس کا مجھے احساس بھی ہے۔

مجھے یاد ہے ہمارے علاقے میں قبائلی جنگوں کا عروج تھا اور انہی فرسودہ جنگوں میں ہمارے چند ہمسائے بھی سرداروں کی مہربانیوں سے شامل کیے جا چکے تھے۔ ایک دن اُن میں سے ایک بزرگ کو راستے پہ بیٹھے بیٹے کے انتظار میں دیکھا، اُس بوڑھے باپ کو اولاد کیلیئے تڑپتے دیکھا اور اُسی درد سے محسوس کیا کہ اولاد کس قدر عزیز ہوتا ہے۔

اور آج میں بیٹھ کر سوچتا ہوں تو وہ علامتیں میرے ذہن میں گردش کرنے لگ جاتے ہیں، جسے وطن کے عاشقان اپنے کندھوں پر ماں کے ہاتھوں اوڑھ کر دشمن کے ٹھکانوں کا رُخ کرتے ہیں۔ اگر استاد اسلم اور یاسمین جیسی عظیم ماں نے یہ اقدام اُٹھائی ہے، یہ درد وطن کی ہے جو اولاد کے بچھڑنے سے بھی زیادہ تکلیف دیتی ہے جب غیروں کا اُس مادر وطن پر قبضہ جما ہوتا ہے۔

یہ بے حسی نہیں یہ عشق کا تقاضا ہے، یہ مادر وطن کے قرض اُتارنے کا ایک عظیم عمل کہلاتا ہے جو ہر ماں باپ اور بیٹے کو نصیب نہیں ہوتا۔

☆☆☆

ریحان! جنگ جاری رہیگی

نُغر ابلوچ

ریحان تم تو جانتے ہو مدتوں سے یہ غلام قوم خوشیوں کو ترستی ہے، خوشیوں کی خفیف سی مقدار بھی انہیں جشن منانے کو ملتی ہے تو منا لیتے ہیں، آج غلام قوم ہو کر بھی ہم 11 اگست کو بطور یوم آزادی مناتے ہیں، تاکہ ہمیں اُس لطف کا اندازہ ہو جو ہمیں آزادی کے بعد ملے گی اور ہم اپنے دشمن کو یاد دلائیں کہ ہم اس کے بننے سے پہلے بھی غلام تھے، مگر آزاد ہو گئے ایک دن پھر تیرے ستم سے بھی اُبھر آئینگے۔

آج بھی 11 اگست کا دن تھا ریحان، جشن منانے کا دن۔۔۔ ہم نے تیاری کی ہوئی تھی کہ ہم جشن منائینگے، مگر پھر تمہارے بچھڑنے کی خبر آئی، دل شکستہ ہو گیا، دماغ پہ سکتہ چھا گیا، ہم جشن کیسے مناتے آج کے دن؟ ہم نے ارادہ ترک کر دیا مگر، تھوڑی دیر کہ بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم جشن منائینگے، اس قوم کی خاطر جس میں تم جیسے جوان جنم لیتے ہیں، اُس قوم کا حق ہے کہ وہ جشن منائے، جس کے لیئے تم نے یہ تاریخی فیصلہ لیا۔

ریحان جب تمہاری پہلی تصویر شائع ہوئی، ''ایک معصوم نوجوان جس کی آنکھوں میں موت کا خوف نہیں بس ایک تجسس دِکھ رہا تھا کہ میرے اس فیصلے کہ بعد میرے قوم میں کتنے سوئی اُمیدیں جاگ جائینگے؟ کتنے جوانوں کی تھکن اُتر جائے گی؟ میرا دشمن کتنا خوف زدہ ہو جائیگا؟

ریحان اس قوم کی بزگی، اس قوم پر دشمن کا اُرش، اس قوم کی گھٹن میں گذرتے ہر سانس سے تم واقف تھے، تبھی شائد تُم نے صرف 12 سال کی عمر میں فیصلہ کر لیا تھا کہ تم فدائن بن رہے ہو۔ کامریڈ آج تم نے وہ تمام زبانیں خاموش کر دیئے جو بلوچ قوم کے لیڈرشپ پر سوال اُٹھاتے تھے، تم نے اُن سب کو چُپ کرا دیا جو ان تحاریک کی پختگی کو پرکھتے تھے۔ آج وہ سب چُپ ہیں

بالکل چُپ، شائد وہ حیران ہیں یا پھر پریشان، مگر وہ سب چُپ ہیں۔

جب تُمہارے دوستوں سے تُمہارے متعلق پوچھا، تو وہ فخریہ انداز میں تُمہارا ذکر کر رہے تھے کہ ہاں ہم ریحان کے دوست ہیں، ہم اُس شخصیت کے دوست ہیں، جو نہایت کم عمری میں ہی اپنے تمام تنظیمی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے رہا تھا، ایک عظیم رہنما کے گھر میں پیدا ہونا، تمہارے اس مقام تک آنے کا باعث نہ بنا بلکہ وطن سے محبت اور جذبہ تمہیں یہاں تک لے آیا۔ ریحان تُم نے اس معاشرے میں قائم کردہ روایات کا گلا گھونٹ ڈالا، یہ وہ معاشرہ تھا جہاں پدری نام پہ لوگ راج کے خواہاں ہوتے ہیں، مگر اس کے برعکس تم انے اپنی تقدیر اپنے دم پہ لکھنا چاہا، تم نے اپنے فیصلے اپنی محبت کے حق میں کیے۔

جنگ یقیناً ایک مُشکل چیز ہے، معاشرے کا ہر فرد اسے سہنے کی سکت نہیں رکھتا اسے چلائے رکھنے کی ہمت نہیں رکھتا، جنگ زدہ علاقوں میں ہر گزرتا دن کئی امیدیں توڑ دیتا ہے، دشمن کا ہر ضرب ایک گہرا نشان چھوڑ دیتا ہے، ہمارے ساتھ بھی یہی چل رہا ہے، یہاں بھی کئی اُمیدیں بنتے ہیں تو کہیں ٹوٹتے ہیں، مایوسیاں یہاں بھی ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں، مگر تمہارے آج کی قربانی نے پھر سے کہیں اُمیدیں زندہ کردیں، ہاں کہیں امنگیں پھر سے جاگ اُٹھیں ہیں کہ اس قوم میں اب تک تم جیسے لوگ موجود ہیں، جو جنگ کی ابتداء پھر سے اسطرح کر سکتے ہیں کہ دشمن کانپ اُٹھیں، اور تم نے ایسا ہی کیا، ایک ایسی جنگ کی ابتدا کی کہ دشمن جسکے تاک میں بھی نہ تھا۔

ریحان تم نے صحیح کہا ہے کہ ''میرے دوست اس مایوسی کو توڑنے کے لیے ہمیں اپنے سروں کی قربانی دینی ہوگی'' ہاں کامریڈ یہی مایوسی آج ہمارے لوگوں کے تھکنے کا سبب بن رہا ہے، اس مایوسی کا ٹوٹنا اشد ضروری ہے اور اس کے لیے تمہارا یہ قدم بلوچستان کی رہتی تاریخ تک یاد رکھا جائے گا۔

ایک اور عکس تمہارا سامنے آیا ایک ایسی تصویر جو میں آنکھیں بند کر کے بھی اپنے سامنے پا رہی ہوں، ایک شخص تمہارے سر پہ بوسہ دیا رہا ہے، آہ! میں کون سمجھوں اُس شخص کو؟ ایک لیڈر جو اپنے سپائی کو جنگ پہ بھیج رہا ہو اور دُعائیں دے رہا ہے کہ تمہیں فتح نصیب ہو۔ یا ایک باپ جو اپنے وطن کی آجوئی کے لیے دعا گو ہو جس کے لیے انکا لخت جگر قربان ہونے جا رہا ہو؟ میں نے اس تصویر میں ایک داستان دیکھ لی، جسکا عنوان اور اختتام ایک ہی تھا'' مادر وطن کی محبت کے آگے کسی محبت کا

وجود نہیں''۔ اس جنگ آزادی میں ہر کردار ایک سبق لکھ کر جا رہا ہے، تُم نے بھی اس روایت کو برقرار رکھا، ایک ایسا سبق سکھایا کہ اب زندگی کوئی امتحان لے لے ہم یہ نہ کہیں گے کہ یہ زیادتی ہے۔

بقول شہید غلام محمد بلوچ کہ "ہم نے خود اس جنگ کی ابتداء کی ہے، یہ جنگ ہم پر دشمن نے مسلط نہیں کیا، ہم خود اس جنگ کو جاری رکھنے کے خواہاں ہے'' واقعی یہ جنگ لازمی ہے کیونکہ ہم غلامی کے اُس جنگ کو نہیں سہہ سکتے، جو یکطرفہ خاموش جنگ ہے۔ جہاں صرف آقائی فریق غلاموں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں کہ انکی تاریخ تک مٹ جاتے ہیں، اس لیئے اس جنگ کی ضرورت ہے، جو دو بدو ہو۔ جہاں چپ کر کے زندہ رہنے سے بہتر ہے، مزاحمت کر کے موت کو قبول کیا جائے،" یہ وہی جنگ ہے ریحان، یہاں مزاحمت کا دوسرا نام آزادی ہے، اپنی غلامانہ سوچ سے آزادی اور اس جنگ کی آگ کو بجھنے نہ دینا ہی کامیابی ہے، آج پھر سے تم نے اُس ہوا کا کام کیا ہے، جو آگ کے شعلوں کو روح بخشتی ہے، جو اسے پھیلنے کی قوت دیتی ہے، تم نے بھی وہی کیا۔

وہ ویڈیو پیغام بھی ایک للکار تھی دشمن کے لیے، کہ دیکھ لو تم سے تمہارے گمان کے آگے لڑنے والے لوگ موجود ہیں، وہ موت جس سے ڈراتے ہو، ہم تم پر خود قہر بن کر برسنے والے ہیں۔ اُس ماں کے لیے میرے الفاظ کبھی کافی نہ ہونگے میں لکھ بھی نہ پاؤنگی اُس جذبے کی قدر جس جذبے سے وہ تُمہیں میں بیرک میں اوڑھتی ہے، تُم ان سے کہتے ہو ماں دل چھوٹا نہ کرنا۔۔۔ دل کیسے چھوٹا ہوسکتا ہے اُس ماں کا، آخر اُسی کوکھ نے تم جیسے لال کو جنم دیا ہے، وہ دل ہرگز چھوٹا نہ ہوگا بلکہ اُسکے سامنے آج مُجھ جیسے خود کو چھوٹا محسوس کر رہے ہیں کہ ہم نے کبھی ایسا سوچنے کی بھی سکت نہ رکھی۔

یہ جنگ جاری رہیگا، ریحان، جب تک یہاں یہ سوچ زندہ ہے، جب تک یہاں غلامی سے بیزاریت زندہ ہے، جب تک یہاں مادر وطن سے محبت زندہ ہے، جب تک یہاں ایسے اولاد زندہ ہیں، جب تک یہاں ایسی مائیں زندہ ہیں، جب تک یہاں ایسے قائد زندہ ہیں، جب تک یہاں آخری بلوچ زندہ ہے، یہ جنگ جاری رہیگا، آزادی کے حصول تک۔

☆☆☆

فرق

سلال بلوچ

یوں زمانے میں میرا جسم بکھر جائے گا
میرے انجام سے ہر پھول نکھر جائے گا

ریحان ایک خوبرو، بے پناہ صلاحیتوں کا مالک، ایک مکمل انسان کا نام تھا، جس کے دل میں مادر وطن کے درد کو میرا قلم بیان کرنے کی نہ ہمت رکھتا ہے نہ کہ میرے روح میں وہ طاقت ہے کہ میں ریحان کی تعریف بیان کرنے کا اپنے قلم کو قابل سمجھوں۔ ریحان نے بلوچ انقلاب میں ایک ایسے عمل کا انتخاب کیا کہ تاریخ کے اوراق ہی بدل گئے، مورخین کے قلم کو کچھ نیا اور منفرد لکھنے پر مجبور کر دیا۔

ریحان پُھل معاف کرنا شاید میرا قلم آپ کے عظیم کردار کو سراہنے میں خیانت کرے یا میرے کم علم ہونے پر آپ کے کردار کی عظمت و بلندی کے حق کو بیان نہ کرسکوں، یا میں بے ہمت ہو کر آپ کی بہادری و دلیری کو الفاظ کی خوشبو میں سمیٹ نہ سکوں، لیکن میرا قلم لکھنے کی کوشش ضرور کریگا، اس فرق کو بیان کرنے کی ہمت پیدا کریگا، جس فرق (عام بلوچ اور انقلابی سرمچار) کو آپ نے اپنے خون سے ہم بلوچ قوم پر واضح کر کے ایک قرض چھوڑ دیا۔

قربانی ایسی کے ہر بلوچ فرزند ہر انقلابی سرمچار بلکہ ہر انقلابی تحریک جس پر رشک کرے۔ قربانی ایسی کے آپ کے والد (اسلم بلوچ) آپ کے خاندان کا ہر فرد فخر سے سینہ بلند کر کے دشمن کے لیے مزید تیرے جیسے ریحان پیدا کر کے دشمن کو شکست دینے کا عزم رکھتے ہوں۔ قربانی ایسی کہ دشمن کی جڑوں کو اپنے پاک وطن سے نکلنے پر مجبور کرتا ہو۔ قربانی ایسی کہ دشمن بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر شکست کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو۔

کردار ہی انسان کو عظمت کی چوٹیوں پر پہنچا دیتا ہے، کردار کو عظیم بنانے کا فیصلہ انسان کے خود کے اختیار میں ہوتا ہے کہ میں کون سا راستہ اختیار کر کے خود کو عظیم ثابت کرسکتا ہوں اور امر ہو کر اپنے ہم خیالوں کے درمیان میں رہتی دنیا تک جی سکتا ہوں۔

ریحان نے بھی کچھ اس طرح یہ انقلابی راستہ چُن کر خود کو ہمارے درمیان ہمیشہ کے لیے چھوڑ گیا، حالات و واقعات یا ظلم و ستم انسان کو یہ راستہ اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتے، بلکہ جس روح میں، جس ضمیر میں کسی سامراج کے سامنے جھکنے سے انکار کا جذبہ ہوتا ہے، وہی اپنی سانسوں کو داؤ پہ لگا کر قومی پہچان کو دنیا کے سامنے زندہ رکھنے کے لیے شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ قومی شناخت کو زندہ کرنے کے لیے، اپنی جان کی بازی لگا کر خود کو قربان کرنا کسی باشعور و غیرت مند کے شریر میں پایا جاتا ہے۔

ریحان کون تھا؟ ریحان عظیم کردار کا مالک کیسے بنا؟

ریحان ایک دردمند، غیرت مند بلوچ فرزند تھا، جو ہمارے درمیان ایک قومی جذبہ اور فکر لے کر پلا بڑھا تھا، ہمارا ہم عمر تھا لیکن فرض ایسا نبھا کر الوداع کر گیا کہ رہتی دنیا تک نہ ہم یہ قرض اتار سکیں گے اور نہ ہی اس کی کمی کو پورا کرسکیں گے، اپنی کم عمری کا احساس کیے بغیر مظلوم قوم کے درد میں کمی کرنے اُن کی زخموں پہ مرہم لگانے کو ترجیح دے کر ہمارے کردار و قومی فریضہ پورا کرنے پر ایک سوالیہ نشان لگا کر امر ہو گیا۔

ریحان نے یہ خیال و خواہش دل میں ضرور رکھا ہوگا کہ شاید میری اس قربانی سے غلام قوم بیدار ہو جائے، میرا خون زمین پر گرنے سے بلوچ نوجوانوں میں ایک آزادی کا جذبہ پیدا ہو جائے اور میرے کاروان کا حصہ بن کر قوم کی آسودگی کو یقینی بنائیں۔

لیکن ہم تو نام نہاد دشمن کے عزائم کو تقویت دے کر کسی سیاسی پارٹی کی جیت کے لیے جھنڈے لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، کسی سیاسی ممبر کی جیت پر ڈھول کے تھاپ پر ناچ کر سینہ فخر سے بلند کرنے کو ہی ترجیح دے رہے ہیں۔ کسی قاتل کو منتخب کرنے کے میں مصروفِ عمل رہ کر اپنے قومی فریضے سے منہ موڑ رہے ہیں۔ کسی پکنک میں کلاشنکوف اٹھا کر شوبازی کے لیے تصویر کھینچ رہے

ہیں، اپنے نرم بستر پہ لیٹ کر فیس بک استعمال کر کے اپنی جھوٹی تعریفیں سننے اور دیکھنے میں وقت ضائع کرنے کا ٹھیکہ اٹھا رکھے ہیں۔ جشنِ آزادی منانے میں محبّ وطن پاکستانیوں کو پیچھے چھوڑ رکھا ہے، اپنے سینے پر ناپاک دشمن کا جھنڈا لگا کر اپنی قوم کو شکست دینے پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ پکنک، پارٹی منانے سیر و تفریح کرنے، ہُنڈا موٹر سائیکل پہ جھنڈا لگا کر دشمن کے کام کو آسان کر کے فکر مند بلوچ پرست کا مخبری کر کے خود کو جہالت، لاشعوری، منافقت کی گہری کھائیوں میں پھینکتے جا رہے ہیں۔

ریحان کے کردار کا اپنے کردار سے موازنہ کر کے دیکھ لیں، کیا ہم واقعی جینے کا حق ادا کر رہے ہیں؟ واقعی ہم مظلوم، بے سہارا، لاچار و غریب قوم کے لیے دل میں درد رکھتے ہیں؟ ہماری جہاں ضرورت ہے، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے فکر مند ہیں؟ یا تو پھر ہم زندہ لاش بن کر محض سانسیں لینے کی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں؟

ہمیں ریحان کے کلاشنکوف کو تھامنا ہوگا، دشمن کے برے عزائم کو شکست سے دوچار کرنے کی ذمہ داری اب بلوچ نوجوانوں پر فرض بن گیا ہے، ریحان کے کردار کو اپنے کردار میں جگہ دینا ہوگا، مزاحمت کر کے خود کو اسی قوم کے لئے قربان کرنے کا عہد کرنا ہوگا۔

ہر نوجوان کے لیے اس جہد کا حصہ بننے کا جواز ریحان نے اپنے خون سے عظیم قربانی سے دیا کہ راستہ یہی ہے (آ سکو تو ساتھ دو)۔۔۔ ہمارے پاس کوئی بے بنیاد دلیل رہا ہی نہیں کہ ہم ریحان کے مشن کو پورا کرنے کا حصہ نہ بنیں، اگر پھر بھی ہم نے اپنی زندگی کو عزیز چاہا، اپنی خواہشوں کے گرفت سے نکل نہ سکے، اگر پھر بھی ہم نے والدین کی رکاوٹ کو سامنے رکھا، تو اپنے گریبان میں ضرور جھانک کے دیکھنا ہوگا کہ ہم کتنے بے حس و ذاتی زندگی میں پھنسے ہوئے ہیں، جو کہ مکمل طور پر بے معنی و بے مقصد زندگی کی سانسیں لے کر رسمً ادا کر کے لیے جی رہے ہیں۔

ریحان کی زندگی کے آخری لمحات کی ویڈیو کو مدنظر رکھ کر اپنی بے معنی زندگی پر نظر دوڑانا کہ کس طرح ہم اس قوم کی مظلومیت اور ظالم کی جابرانہ عمل سے نظر چُرا رہے ہیں، وہ دن دور نہیں کہ ریحان کے گھر کی طرح میرا اور آپ کا گھر کسی محاصرے کا شکار ہو جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے

اپنی ماں بہنوں کی عزتوں کو تار تار ہوتے ہوئے دیکھ لیں_ انتظار سے بہتر عمل ہے___ عمل میں کردار خوبصورت بن جاتا ہے، جس کا ثبوت ریحان نے دے کر ہمارے قوم کا سر فخر سے بلند کر کے ہمیں دنیا میں نئی پہچان عطا کی۔

میں سرخ سلام پیش کرتا ہوں، اُس عظیم ماں کو جس نے مادر وطن کی حفاظت کے لیے اپنے لخت جگر کو پیش کیا، قربان جاؤں اُس ہستی (والد) پر جس نے اپنے بیٹے کو دشمن کی شکست کا ذریعہ بنا کر سر پہ بوسہ دے کر الوداع کہہ دیا۔

☆☆☆

آہ۔۔۔سرفروش ریحان

جلال بلوچ

وہ دل جس کے بارے یہ کہا جاتا ہے کہ "وہ یہ کہتا ہے، وہ دماغ کا وہی حصہ ہے، جو بطور دل محسوس ہوتا ہے۔" دل ٹرانسپلانٹ ہوتے ہیں، مگر انسانی دل جو سوچتا ہے وہ نہیں بدلتا۔ لہٰذا سخن روی میں جسے دل کہا جاتا ہے، وہ دماغ کا ہی حصہ ہے اور خون پمپ کرنے والا عضو دراصل دل نہیں کہ جسے ادب وحساسیات کی دنیا میں دل کہا جاتا ہے۔ عقل کیا ہے؟ شعور کیا ہے؟ یہ جو میں ہوں، یہ کیا ہوں؟ یہ جو میں خود کو محسوس کرتا ہوں، یہ میں جسم کو محسوس کرتا ہوں یا روح کو.. اگر روح کو محسوس کرتا ہوں، تو جسم کس شے کے تابع ہے؟ اگر جسم کو محسوس کرتا ہوں تو روح کس شے کے تابع ہے؟

یہ سب سوچنے کیلئے سب سے پہلے خود کو جاننا ہوتا ہے، آخر میں خود کیا ہوں؟ سب سے پہلے جب سے ہر کسی نے ہوش سنبھالا ہے بلوچ قوم کا خطاب دیا گیا ہے، اس کے بعد آہستہ آہستہ آہستہ شعور اجاگر ہوتا گیا، کچھ غلط سوچ وفہم، دماغ کے اندر ڈالے گئے کہ پتہ نہیں کیا ہوں، کس قبیلے سے ہوں۔ ایسے گندے رجحانات دماغ کے اندر ٹھونس دیئے گئے، یقیناً یہ صرف میرے ساتھ نہیں ہوا ہے، یہ سب بلوچوں کے ساتھ ہوا ہے۔

مگر جب شعوری طور پر خود سوچنے کی اہلیت رکھا، تو حقیقت میں پتہ چلا میری کوئی حیثیت کوئی وجود نہیں، میں صرف اور صرف ایک غلام قوم سے تعلق رکھتا ہوں۔ جسے بلوچ کہا جاتا ہے ایک بلوچ اور ایک غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مجھے بذات خود لفظ فدائی سے انتہائی نفرت رہا ہے کہ کیسے اپنے ساتھ لوگوں کو اڑایا جاتا ہے، میں اسے ایک جہالت سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں نے اکثر مذہبی شدت پسندی کے بارے میں سنا تھا اور اکثر ایسی کتابوں سے پالا پڑا ہے کہ وہ لفظ

فدا کی تشریح تو کر چکے ہیں، مگر اس فدائین حملہ آوروں کہ بارے میں نہیں لکھا یا کہا گیا ہے، جو اپنی جان کو فنا کرتے ہیں۔ بس اتنا بتا کر مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں، یہ عام لوگوں کو مار دیتے ہیں۔ میں مذہب یا مذہبی شدت پسندی کے حق میں بالکل نہیں ہوں نا کہ ہونا چاہتا ہوں۔

جیسے کہ ہم اپنے خطے کہ بارے میں بات کریں، یقیناً ایسے ہی رجحانات ہم کو دیکھنے میں ملتے ہیں، تو اس معاشرے میں سوچ، عقل اور شعور کی سطح بلکل اسی طرح ہی ہوگا، جیسے ہمیں بتایا گیا ہے۔

لیکن اگر دنیا کی تاریخ پر غور کیا جائے، تو یقیناً فدائین حملہ آور اکثر و بیشتر مثبت عمل کیلئے خود کو فنا کرتے ہیں۔ جیسا کہ جاپان میں اپنے وطن کی دفاع کیلئے جاپانیوں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنے دشمن پر فدائین حملے کر کے دشمن کو کافی نقصان پہنچائے۔ اسی طرح تامل تحریک میں سینکڑوں کی تعداد میں نوجوان مردوں اور عورتوں نے اپنے دشمن پر فدائین حملے کیے۔

لفظ فدائین فدا سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں، کسی خاص مقصد کیلئے جان قربان کرنا۔ تو خاص مقصد ہے اس سے میں آپ اور ہر باشعور بلوچ سمیت دنیا بخوبی آگاہ ہے کہ یہ جنگ ایک آزادی کی جنگ ہے، اس سے بڑا مقصد دنیا میں اور کوئی نہیں ہوتا۔ غلامی سے آزاد ہونے کیلئے ہر انسان ہر جانور، چرند، پرند دوڑ دھوپ کرتے ہوئے زمین پر کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اس وقت جب بلوچ نوجوان میں سے پہلا فدائی حملہ 70 کی دہائی میں ہوا تھا، شاہد مجھ سمت کئی بلوچ نوجوان اس دنیا میں وجود نہیں رکھتے تھے۔ کچھ پتہ نہیں کیا کیفیت ہوتا ہے اس جنون میں کہ بلوچ نوجوان اب اس کیلئے کثرت سے تیار ہیں۔

لیکن 2011۔30 دسمبر کو جب کالج پڑھنے کیلئے موجود تھا اور شام کو ہاسٹل کی چھت پر بیٹھ کر اپنے مجلس میں مگن تھے، تو اچانک ایک ذوردار دھماکے سے پورا ہاسٹل لرز اٹھا۔ جس سے خوف کے مارے سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔ کمرے میں جاتے وقت موبائل پر میسج رسیو ہوا۔ جس پر لکھا تھا ارباب کرم روڈ پر واقع شفیق مینگل کے گھر پر دھماکہ ہوا ہے، جس میں 15 افراد ہلاک

ہوئے تھے۔اور کچھ دیر بعد میسج آیا کہ اس حملے کو بی ایل اے کے مجید برگیڈ فدائی حملہ آور ''باز خان'' عرف درویش بلوچ نے کیا ہے۔ یہ خبر سن کر میں بہت پریشانی کے ساتھ غصے میں رہا یہ کیا ہو رہا ہے، بلوچ مزاحمت کار بھی مذہبی شدت پسندوں کی طرح خودکش حملہ کرتے ہیں۔مگر کمرے میں ساتھ والے روم میٹ نے اس معاملے کی تشریح کر کے مجھے بتایا کہ وہ خودکش تھے،انہیں کچھ خاص مقصد نہیں ہوتا یہ فدائین ہیں یہ خاص مقصد رکھتے ہیں۔تو عقل ٹھکانے آ گیا کہ واقعی عشق وطن اسی کو کہتے ہیں جو موت کی پرواہ کیے بغیر دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

شہید درویش کے بعد سنگت شہید ہو رہے تھے، کچھ سنگت اغوا ہو چکے تھے،شہیدوں کی شہادت حوصلوں کو ایندھن فراہم کرتا رہا، مایوسیاں دور ہوتے گئے، دشمن کے خلاف جنگ میں شدت لانے کی کوشش کی۔امیر جان،صدام،علی سلیمان، جاوید، میرل، دلجان و بارگ جیسے انمول ہیرے گنوائے بلوچستان بھر میں دشمن فوج کو بری طرح شکست سے دوچار کیا گیا۔مگر نیوز صرف بلوچستان اور دشمن پاکستان کے نیوز کمروں تک کا نیوز تھا۔ہم تو سوچ چکے تھے کہ درویش کے بعد اور کوئی نہیں ہے جو خود کو فنا کرے مادر وطن کیلئے، سب ہمارے جیسے ڈرپوک ہیں۔مگر ہمارے اندازے غلط نکلے بلوچستان کی سرزمین میں درویش کل بھی تھا اور آج بھی بہت سے ریحان موجود ہیں۔جو دشمن کو تباہ و برباد کرنے کیلئے سرفروش بن کر بیٹھے ہیں۔

درویش کے بعد بلوچ تاریخ میں 11 اگست 2018 آخری بلوچ تک کو یاد رہے گا،اس میں ایک ایسے نوجوان ریحان بلوچ نے دشمن کے اقتصادی نظام کو ہلا کر رکھ دیا، جو خود بلوچ لبریشن آرمی کے سینئیر کمانڈر کے بڑے بیٹے تھے۔

اگر کوئی کہے یہ جنگ ذاتی آسائش کی وجہ سے لڑی جا رہی ہے،تو یہ ایک واضح مثال ہے، جو باپ اپنے بیٹے کے سر کو چوم کر خود فدائی حملے کیلئے روانہ کر رہا ہے۔میرے نزدیک کوئی ایسا ماں، باپ نہیں جو اپنے بچے کو خود گلے لگا کر فدائی کیلئے روانہ کریں۔یہ صرف اور صرف شعوری،فکری و نظریاتی لوگ کر سکتے ہیں، ایسی قربانی دے سکتے ہیں۔کیونکہ سب کو پتہ ہے یہ کوئی آسان کام نہیں۔

ریحان بھی آسائش کی زندگی بسر کر سکتا تھا، اچھے سکول، کالج اور یونیورسٹی میں پڑھ سکتا تھا، مگر ایک شعوری فیصلے نے اسے تمام کتابوں سے اونچا درجہ دے دیا۔یقیناً وہ بھی اسی فلسفے پر قائم ہوگا کہ میں تو ایسے ہی فنا ہو جاونگا مگر میں اپنے آنے والی نسلوں کیلئے ضرور ایک روشن صبح کی کرن ثابت ہوں گا۔ریحان آپ تو امر ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ مجھ جیسے نکموں کو گہری نیند سے جگا کر فنا ہوئے۔

☆☆☆

فلسفہِ قربانی شہید ریحان بلوچ

لطیف بلوچ

ریحان کے عظیم کارنامے وشہادت کا سُن کر اور اُنکے عظیم ماں و باپ کو اُنھیں اُنکے مشن پر رخصت کرنے کے مناظر دیکھ کر مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا، میں غموں کے سمندر کی گہرائی میں غوطہ زن ہوا، دل و دماغ ایک عجیب کیفیت کا شکار ہوگئے اُن کے عمل کے سامنے ہم جیسے بے عمل انسان اپنے آپ کو انتہائی کمزور اور چھوٹا محسوس کرتے ہونگے، میں نے اُن کی عظیم قربانی پر کچھ لکھنا چاہا، بہت کوشش کی لیکن دل و دماغ اور قلم نے ساتھ نہیں دیا میں کچھ نہیں لکھ سکا، بہت کوشش کیا لیکن اُنکے عمل کے سامنے میرے الفاظ چھوٹے پڑ گئے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ریحان ہمارے لفاظی تعریف اور ٹوٹے پھوٹے چند بے ربط اور بے عمل الفاظ کا محتاج نہیں کیونکہ وہ اپنے عمل سے ایک عظیم رتبے پر فائز ہوگئے ہیں۔

عظیم ماں کی ہمت اور اُس کی عظمت کو لاکھوں سلام جو اپنے لخت جگر کو گلے سے لگا کر رخصت کر کے کہہ رہی ہے، جاؤ میرے لال میں نے آپ کو وطن کے لیے قربان کر دیا، پنجابی قبضہ گیر کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بلوچ ماؤں کی یہ ہمت اور بلوچ فرزندوں کے وطن کے لیے قربانی کا یہ جذبہ اُن کے ناپاک عزائم کو کسی صورت کامیاب نہیں ہونے دے گی، 71 سالہ ظلم و جبر اور مادر وطن، اور بلوچ ماں و بہنوں کی حرمت روز روز تار تار کرنے، اغوا کر کے کیمپوں میں جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کی دل دہلا دینے والے واقعات نے بلوچ نوجوانوں کے خیالات بدل دیئے ہیں، وہ کم ظرف، بزدل قبضہ گیروں اپنے وطن سے نکالنے اور اپنی آزادی کو حاصل کرنے کے لیے اپنے جسموں پر بم باندھ کر اپنی جان فدا کر رہے ہیں، ایک ماں اور باپ کی قربانی کا یہ فلسفہ آزادی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو زمین بوس کر دینگے، ریحان کی ماں نے اُنہیں سپرد وطن کیا، وہ سمجھتی تھی کہ

ریحان دھرتی ماں کی بیٹا ہے۔

ریحان نے اپنے خوشبو سے سرزمین بلوچستان کی فضاء کو معطر کر دیا، اُنکے لہو کے رنگ نے تحریک آزادی کو ایک نئی جہت اور سُرخی بخشا ہے، ریحان نے اپنی جان اپنے مقصد کے لیے قربان کر کے تحریکی ساتھیوں اور جہد کاروں کے کندھوں پر ایک بھاری ذمہ داری ڈال دی ہے، اب اُنکے مقصد کو آگے بڑھانا، اُن کی سوچ وفکر اور نظریہ کو مضبوطی سے تھام لینا ہر ایک بلوچ جہد کار کا قومی فرض اور ذمہ داری بن چکا ہے، ریحان نے اپنے مقصد پر جان قربان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جب مقصد عظیم اور منزل حسین ہو پھر جان کی قربانی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ میں ذاتی طور پر ریحان کو نہیں جانتا، اُن سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن جب سے میں نے اُن کی تصویر دیکھی ہے میں ہر پل یوں محسوس کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ تھا، میں نے اپنے وجود سے کوئی چیز کھویا ہے، اس بات پر میں نے بہت سوچا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے، اپنا کوئی قریبی خونی رشتہ دار چھوڑ کر چلا جائے اتنا درد محسوس نہیں ہوتا لیکن ایک نظریاتی وفکری ساتھی کے الگ ہونے سے انسان اندر سے ٹوٹتا ہے، کیونکہ نظریاتی رشتے اور فکری ہمسفری تمام رشتوں اور ناطوں سے عظیم ہوتے ہیں۔

بالاچ کی شہادت پر نواب خیر بخش مری نے کہا تھا" بالاچ زندہ رہتا، تکلیف میں رہتا، بھوکا رہتا، کام کرتا رہتا۔ شاید یہ باپ کی حیثیت سے میرے احساسات ہیں، قومی غرض کی لیے اُس کا مزید رہنا شاید اچھا ہوتا۔ ایک بالاچ نہیں ہزاروں کی تعداد میں باپوں کے بیٹے اور بیٹوں کے باپ مارے گئے۔ بلوچوں میں ایک کہاوت ہے، میں اُس کی ماں کا شوہر نہیں لیکن وہ میری اولاد ہے۔ میری ان اولادوں کا دکھ اگر ایک منٹ مجھے ستائے گا، تو یہ شاید پانچ منٹ ستائے گا۔ دونوں کا دُکھ برابر کہوں تو شاید جھوٹ ہوگا۔ لیکن یہ میرے شعور کی کمی ہے، جذباتیت نہیں ہے، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ میرا بیٹا اگر چھت ہے تو دیواریں یہ دوسرے بلوچ ہیں، رسم ہے کہ گاؤں میں کوئی مرجائے تو روٹی نہیں پکاتے، لیکن اگر اپنا کوئی مرجائے تو روٹی پکانے کو دل چاہتا ہی نہیں، بالاچ کا مرنا دکھ کی بات، لیکن ضرورت تھی قوم کو اُس کی، کام آگیا۔ زندہ رہتا مزید کام کرتا تو مجھے بہت خوشی ہوتی۔ تھوڑی روٹی ملتی، مشقت میں رہتا تو کندن ہوتا جاتا، دمکتا جاتا۔"

میں سمجھتا ہوں اگر ریحان مزید زندہ رہتا اور زیادہ کام کرتا تحریک کو آگے بڑھاتا، اُن کی اب تک تحریک کو ضرورت تھی کیونکہ ایک ایسا پُرعزم نوجوان جو اپنے مادر وطن سے بے پناہ محبت کرتا ہو اور اپنی جان کو سرزمین کی امانت سمجھتا ہو تو ایسے نوجوان تحریکوں کی کامیابی کی ضمانت ہوتے ہیں، جو اپنے نظریہ اور فکر سے قوم و تحریک کی رہنمائی کرتے ہیں۔ نوجوانوں کو راستہ دکھاتے ہیں، اگر آج اس عمر میں ریحان کا یہ جذبہ تھا وہ آگے بڑھ کر مزید وسعت اور پختگی حاصل کرتا، یہ میری سوچ ہے لیکن اُنہوں نے اپنے راستے کا تعین، موت کا انتخاب خود کیا تھا، اُس میں پختگی تھی اُنہوں نے جذباتیت کے بجائے ایک شعوری فیصلہ کیا، وہ شاید یہ سمجھتا تھا کہ دشمن پہ ضرب لگانے کے لئے اگر میں اپنی جان سے گزر جاؤں تو یہ کوئی گھاٹے کا سودا نہیں، اُنکی تحریک سے وابستگی خالصتاً ایک نظریاتی وابستگی تھی جس میں کوئی نمود و نمائش، لالچ، حرص اور صرف باتوں کی حد تک ہیروازم کا عنصر شامل نہیں تھا، وہ ایک باعمل نوجوان تھا جس نے شہداء کی فکر اور شہید مجید و شہید درویش کی سُنت پر عمل کیا اور بلوچ تاریخ میں ہمشہ کے لئے امر ہو گئے۔

ریحان نے اپنا قومی فرض نبھا کر تحریک کو مضبوط بنیاد فراہم کر کے ایک نئے موڑ پر لا کھڑا کیا اب ہم سب ان کے قرض دار ہیں ریحان نے بچپن سے جو سوچا تھا جس مقصد کے لئے وہ ذہنی و فکری طور پر ہمہ وقت تیار تھا اُنہوں نے اپنا وہ مشن پورا کیا، ریحان کے خلوص اور ایثار قربانی و وطن پر مر مٹنے کا فلسفہ قابل تحسین اور قابل فخر اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

☆☆☆

انقلاب خود اپنے بچوں کو نگلتا ہے

لیاقت بلوچ

دنیا میں قومی تحریکوں نے جب اپنی قد میں ترقی کی طرف بڑھائیں، تو انہیں اپنے کارواں میں مخلص اور ایماندار اور جانباز ساتھی ملے ہیں، دنیا کی ترقی میں قربانی اور محنت ضروری ہے۔ آج اگر ایک شخص اپنی زندگی کے مفادات کو آگ میں جھونک کر قومی مفادات کو اہمیت دیتا ہے، تو وہی ایک مخلص اور جانباز بنتا ہے، انسان اپنی فطرت میں ہر طرح کے سوچ اور راز رکھتا ہے، لیکن انسان بعد میں اپنی سوچ کو اپنے طور طریقے سے استعمال کرتا ہے اور اپنی ذات اور زندگی کے بارے میں خود سوچتا ہے، کیونکہ وہ ان چیزوں میں آزاد ہے۔

بلوچ قومی تحریک میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں، جو دنیا کے عظیم شخصیتوں سے جڑی ہیں، بلوچ قومی جنگ کی جڑیں وہاں سے جڑی ہیں، جہاں سے آزادی کی خوشبو آتی ہے، کئی قابلِ قدر قربانیوں کی وجہ سے آج بلوچ قوم اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی اہلیت رکھتا ہے، یہی بے پناہ قربانیوں کو وجہ سے، دنیا کو بلوچ قوم ایک مظبوط قوم نظر آتی ہے، یہ انہی عظیم قربانیوں کی برکت ہے کہ آج ہم اس اسٹیج پر ہیں، ہماری جنگ ایک مجموعی جنگ ہے، جہاں قبیلہ سرداریت کے کچھ لوگ نہیں یہاں خوار غریب اور گلزمین کے پکارے ہوے لوگ ہیں۔ اس جنگ کو امیر اور سردار کے بیٹے کبھی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ انکو قوم کیلئے درد نہیں ہوتا، درد کا احساس رکھنے کیلئے درد سہنا پڑتا ہے، لیکن آج انہوں نے اپنی مالیت یا انکے گرے ہوئے کاموں نے ہمارے کاروان کو تکلیف دی ہے، انہوں نے کچھ ایسے کام کیئے نہیں ہیں، جن سے ہمارے قومی قبضے پر گہرے اثر پڑے ہوں۔

جب کبھی ایک ساتھی شہید ہوتا ہے، تو مجھے نہیں لگتا کہ وہ شہید ہو گیا ہے، مجھے یہ محسوس ہوتا ہیکہ وہ مجھ سے دور ہے لیکن اس نے ہمارے دلوں میں ایسی جگہ بنائی ہے، جہاں اسکے جانے سے

ایک کونہ خالی ہوگیا ہے، لیکن کچھ ایسے ہوتے ہیں وہ کبھی نہ بھلائے جاتے ہیں، کچھ ایسے کام کرتے ہیں وہ ہماری زندگی کا ہمسفر بن کر ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آج وہ ہمارے درمیان میں انسان کی طرح نہیں بستے، وہ ایک نام اور نظریے، ایک سوچ کی طرح ہوتے ہیں، اسکو بھول جانا ایک جرم ہوتا ہے۔

آج ایک ایسی خبر نے میرے ہوش اڑا لیے کہ موت کا سامنا ایک محبت کرنے والے سے ہو رہا تھا، اس نے خندہ پیشانی سے اپنے قومی فرض کو سرانجام دیتے ہوئے ہمارے بیچ سے جسمانی حوالے سے جدا ہوکر، ہمارے اندر ہمیشہ بس گیا۔ میں مانتا ہوں کہ اس نے خودکشی کر لی ہے لیکن پاکستانی اجرت دار طالبان کے پالے ہوئے بمباروں کی طرح نہیں، اس کو ایک درد اور ایک بھری آہ! نے خودکش کروالیا۔ جو ہماری نسل کے ارتقاء وجود اور بقا کیلئے تھا۔ وہ اس خواب کو بچپن سے دیکھ رہا تھا۔

اس کی مہر و محبت کبھی ہمارے دل سے نہیں نکلے گا، وہ مجھے جب نظر آتا، تو مجھے لگتا تھا کہ میرے سامنے ہر وقت ایک پھول کھڑا ہے، چہرے پہ ہر وقت مسکراہٹ اور میٹھی میٹھی باتیں اور اخلاق اور ایک ایسے رویے کا مالک، جس نے ہر طرف اپنے مہر بکھیرے۔ وہ ہمیشہ ہر کام سرانجام دیتا رہتا، جب اس کو گلزمین سے نکلتی ہوئی چیخوں اور یتیم بچوں کی آہیں سنائی دیتی، تو وہ اپنے کام میں اور مخلص ہوتا۔

ریحان جان کی اس عمر میں اس عظیم قربانی نے بلوچ قوم کے نوجوانوں کی جہد میں اور انکی منزل کیلئے ایک مشعلِ راہ ثابت ہوا۔ جس سے وہ اپنی منزل تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

اسکی شہادت کی خبر میں نے پڑھا، تو میں اسکی یادوں کے سمندر کی گہری لہروں میں ڈوب گیا، میں اس کو یاد کرنے کیلئے خود کو بھول چکا تھا، اس نے دشمن کو توڑنے کیلئے کبھی خود کو نہیں توڑا، اپنی سوچ کو مضبوط کرتا رہا، اسکی قربانی نے ہزاروں کو مضبوط کرلیا، وہ دشمن سے کبھی بھی نہیں ڈرتا تھا، وہ ان سے ہمیشہ مقابلہ کرنے کیلئے نکلتا تھا، اسکی قربانیوں نے آج کئی لیڈروں کو بہت متاثر کیا ہے کہ وہ جھک کر اسکو سلام پیش کرتے ہیں، اگر کل مورخ لکھے گا تو اسکا قلم ضرور اس نوجوان شہید کو یاد

کریگا، جس نے اپنی ذاتی زندگی سے بہتر قومی زندگی کو سمجھا۔

شہید ریحان جان مجید برگیڈ کا ایک جانباز ممبر تھا، جس نے سب کچھ کر دکھا دیا، جیسے اسکے ٹیم کے ممبروں نے کیا تھا۔

2 اگست 1974 کو شہید مجید بلوچ نے کوئٹہ میں پاکستان کے وزیر اعظم ذولفقار علی بھٹو پر حملہ کیا۔ 11 اگست 2018 کو شہید ریحان نے پاکستان اور چین کے استحصالی کمپنی کے انجنیئر وں پر حملہ کیا، جب وہ سیندک پروجیکٹ کیلئے جا رہے تھے تو دالبندین کے مقام پر اس جانباز نے ان پر حملہ کیا۔

پاکستان اور چین کیلئے پیغام چھوڑا کہ ہمیں یہ منصوبے منظور نہیں ہیں، ہم انکو پہلے بھی تنبیہہ کر چکے ہیں، لیکن وہ ان سے کبھی باز نہیں آئے لیکن ہم ان پر کاروائی کرتے رہے ہیں اور بھی کریں گے یہاں ایک قوم کے وجود کا مسئلہ ہے، ان کو پھر تنبیہہ کرتے ہیں کہ وہ یہاں سے باز آجائیں، ورنہ انجام وہی ہوگا، جو ایک دشمن، دوسرے دشمن سے کریگا۔ سرخ سلام شہید ریحان بلوچ کو جس نے تاریخ میں اپنے لیے ایک نام چھوڑا۔

☆☆☆

کاش میں بھی ریحان ہوتا

میرین بلوچ

دالبندین سیندک پروجیکٹ کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے، جہاں سے کاپر اور سونے کے ہزاروں ٹن نکالے جا چکے ہیں، یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے، یہ پروجیکٹ چائنیز کمپنی کے ہاتھ میں ہے، جہاں تمام انجنیئرز سے لیکر ٹیکنیشن تک چائنیز ہیں، ہاں البتہ بلوچ اور سیندک کے لوگوں کے لیے ڈرائیور اور خاکروب کی آسامیاں آتے ہیں، کیونکہ چائنیز کو سیندک سے باہر آنے جانے میں بلوچ سرمچاروں کی وجہ سے دشواری ہے، ورنہ یہ کام چائنیز خود کرتے اور سیکورٹی پاکستانی فوج کا ذیلی ادارہ ایف سی کے پاس ہے، جو سیکورٹی کے مد میں کروڑوں روپے روزانہ کے حساب سے بٹورتا ہے، سیندک پروجیکٹ کی وجہ سے جو پرسنٹ (فیصد) پاکستان کو ملتی ہے، وہ وفاق اور پنجاب پر خرچ ہوتی ہے. دالبندین سیندک کے لوگوں کے مقدر میں بے روزگاری، جہالت، بیماریوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں. جہاں تعلیمی ادارے، اسپتال غیر فعال ہیں، بیروزگاری کی وجہ سے یہاں کے لوگ نان شبینہ کے محتاج ہیں، تعلیمی اداروں کا یہ حال ہے کہ نوکنڈی میں ایک کالج ہے جس کے دو لیکچرار ہیں اور پرنسپل برائے نام بھی نہیں۔

11 اگست کی صبح دس بجے کے قریب وٹس آپ پہ میسج آیا کہ دالبندین میں دھماکے کی آواز سنی گئی ہے اور دوسرا میسج آیا کہ سیندک سے چائنیز انجینئرز پر دالبندین ایئرپورٹ کی طرف جا رہے تھے ان پر حملہ ہوا ہے. جب میں نے دیکھا تو خوشی ہوئی کہ ضرور یہ کارروائی بلوچ جہدکاروں نے کی ہے، کیونکہ آج کا دن تو مبارک دن بھی ہے آج کا دن ہی تو انگریز سامراج سے بلوچ قوم کو آزادی ملی تھی، بلوچ جہدکار پھر سے اپنی آزادی لینے کے لئے برسرے پیکار ہیں اور دشمن کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے ہماری آزادی سلب کی ہے اور ہمیں یہ غلامی قبول نہیں، اپنی قومی آزادی

ایک دن ضرور لے کے رہینگے، انہی سوچوں میں گم تھا کہ ایک اور میسج آیا، جس میں لکھا تھا کہ دھماکہ خودکش تھا، میری خوشی غائب ہوئی کہ یہ تو ریاست کی چال ہوگی. طالبان کے نام پر دھماکا کرنا اور چائنا سے اپنے ڈیمانڈ پورے کرانا ہے اور کچھ نہیں۔ ایک دو منٹ گزرنے کے بعد بعد میسج آیا کہ آج کا خودکش حملہ بلوچ لیبریشن آرمی (بی ایل اے) نے قبول کرلیا ہے اور ساتھ ہی مادر وطن کی جانثار کی تصویر بھی شائع کی ہے کہ ہمارے سرمچار مجید برگیڈ کا فدائی ریحان بلوچ نے کیا ہے، میں تصویر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس نے تو ابھی ابھی جوانی میں قدم رکھا ہے، اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنا بڑا کارنامہ؟ اتنی بڑی قربانی، اتنی بڑی ذمہ داری؟ عقل حیران رہ جاتی ہے۔۔۔ یقیناً یہ قومی جذبہ ہے پھلیں ریحان جان کو اتنی بڑی قربانی کے لیئے تیار کیا ہوگا۔ یقیناً بلوچ شہدا کی قربانی، ماں بہنوں کی عظمتوں، بلوچ اسیران کی گمشدگی، بلوچ قوم کی غلامی، لاچاری کو سامنے رکھ کر انفرادی زندگی کو اجتماعی لوگوں کی خوشحالی اور آزادی جیسی خوبصورت نعمت کے لیے قربان کیا ہوگا۔

دشمن سے لڑائی میں بلوچ نوجوانوں کے سینکڑوں نام آتے ہیں، جنہوں نے جام شہادت نوش کی ہے اور سینکڑوں اسیروں کی لسٹ میں شامل ہیں اور سینکڑوں دشمن سے برسرِ پیکار ہیں لیکن فدائی (خودکش) حملہ کرنے والوں میں ایک دو نام ہی سامنے آتے ہیں، شہید مجید اور شہید درویش. اور ایسا لگتا تھا کہ یہ سلسلہ رک گیا ہے۔ نہیں، نہیں۔۔۔ ہم غلط تھے، جب تک ریحان جیسے جانباز موجود ہیں، یہ سلسلہ رک نہیں سکتا۔

شہید پھلیں ریحان جان نے چھوٹی سی عمر میں ایک بڑا کارنامہ انجام دے کر شہید مجید، درویش جان کے قافلے میں شامل ہوگیا، جو قسمت والوں کو نصیب ہوتی ہے۔

اتنے میں عظیم گوریلا کمانڈر ڈاکٹر اللہ نظر بلوچ کا سوشل میڈیا کی ویب سائٹ ٹوئیٹر پہ پیغام آیا جس میں لکھا تھا کہ ریحان جان کی شہادت اور اس کے والد بلوچ لبریشن آرمی (بی ایل اے) کے مشہور و معروف کمانڈر استاد اسلم بلوچ کو خراج تحسین پیش کی کہ اس نے اپنے بیٹے کی رہنمائی کی ایک عظیم مقصد کے لیے کیا۔

میں حیران رہ گیا کہ یہ کیسا فلسفہ، کیسا شعور، کیسی فکر، اور کس جذبے کے تحت ایک باپ اپنے

بیٹے کو قوم کے آنے والے دنوں کے لیے بارود کے ڈھیر پر بٹھا دیتا ہے اور مرنے کی دعا دیتا ہے؟ یقیناً یہ جذبہِ آزادی ہے اور غلامی سے نفرت ہے۔ جس کے لیے استاد کی خود کی زندگی اجتماعی لوگوں کی زندگی کے لیے وقف ہے اور کہیں سالوں سے ظالم کے خلاف لڑ رہا ہے اور کئی بار زخمی بھی ہوا ہے، موت اور تکلیف کو روزانہ قریب سے دیکھتا ہے۔ باوجود اس کے اپنے لخت جگر کو قومی کاز، قوم کی بقا، قوم کی آزادی کے لیے بارود کے ڈھیر پر بٹھاتا ہے۔ وہ کیسا لمحہ ہوگا کہ استاد اور ریحان کی ماں نے اپنے بچے کو گلے سے لگایا ہوگا اور رخصت کیا ہوگا اور مقصد میں کامیاب ہونے کی یعنی مرے کی دعا دی ہوگی۔ پھلین ریحان جان خندہ پیشانی، مسکراتے چہرے کے ساتھ ماں باپ کی نصیحت سنی ہوگی، اور دل میں قومی فکر، قومی درد لیے گھر سے رخصت ہوا ہوگا، منزل کی طرف روانہ ہوا ہوگا۔

ایک دفعہ بھی جینے کی امید، زندگی کے لیے فکرمند نہیں ہو ہوگا، غلامی کی زندگی کو موت پہ ترجیح دیتے ہوئے، منزل کی طرف روادواں ہوا ہوگا، ادھر ماں باپ مقصد میں کامیابی (مرنے) کا انتظار کر رہے ہونگے۔

اوخدایا! یہ کیسا جذبہ ہے، اس احساس کو لکھنا، بیان کرنا دور کی بات ہے۔ محسوس تک نہیں کر سکتے۔ یقیناً آج ریحان نے بلوچ تحریک میں ایک بڑا نام پیدا کیا ہے اور تحریک کو میری نظر میں ایک نیا رخ دیا ہے اور نوجوانوں کو ایک پیغام کہ موت کو آنا ہی ہے کیوں نہ اسے خود ایک عظیم مقصد کے لیے چنا جائے۔ میں پھلیں ریحان کے جذبے کو سرخ سلام پیش کرتا ہوں جس نے چھوٹی سی عمر میں بڑا کارنامہ سرانجام دیا اور بلوچ تاریخ میں بڑا نام پیدا کیا۔

محترم استاد اسلم بلوچ کو سلام پیش کرتا ہوں جس نے اپنے جگر گوشے کو گلے لگا کر عظیم مقصد کے لیے زندگی قربان کرنے کے لیے روانہ کیا۔ پھر نہ کبھی اسطرح کا والد پیدا ہوگا اور نا ہی ریحان جیسا بہادر بیٹا پیدا ہوگا، نہ ہی ریحان جیسے بہادر شعور یافتہ بیٹے۔ کاش ہر بلوچ باپ استاد اسلم ہوتا، کاش ہر ماں کا بیٹا ریحان ہوتا، کاش میں بھی استاد کا بیٹا ہوتا، کاش میں بھی ریحان ہوتا۔

☆☆☆

عشق

شیراک بلوچ

میں نے عشق کرنے والے بہت دیکھیں، مگر حقیقی عاشق وہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب کو جنون کی انتہاء سے بھی زیادہ عشق کرے۔ اب عشق خدا سے ہو، محبوب سے یا مادرِ وطن سے۔۔۔ عشق عشق ہی ہوتا ہے۔ ویسے تو یہ اگست کا مہینہ بلوچ قوم کیلئے بڑا ہی بے رحم ثابت ہوا ہے، اور اگر دوسری طرف دیکھا جائے، تو اسی اگست کے مہینے نے ہمارا سر فخر سے اونچا کیا ہے، 11 اگست بلوچ اور بلوچستان کی آزادی کا دن مانا جاتا ہے اور اسی دن ہمارے سنگت اپنے وطن بلوچستان کے عشق میں فدا ہوئے ہیں۔ 11 اگست 2018 صبح کے تقریباً گیارہ بجے کے وقت ایک سنگت نے اپنے فیس بک پر پوسٹ کیا تھا کہ رخصت اف اوار اُن سنگت میں کچھ الجھن میں پڑ گیا کہ سنگت نے آج شہید امیر الملک کے یہ الفاظ کیوں لکھے ہیں اور فیلنگ پر اوڈ بھی مینشن کیا ہوا تھا۔

اسی کشمکش میں تھا کہ ایک خبر چلنے لگی کہ بلوچستان کے شہر دالبندین میں دھماکا ہوا ہے، کچھ آگے خبر کی حقیقت میں جانے کی کوشش کی پتہ چلا کہ کہ سیندک پروجیکٹ پر کام کرنے والے انجینئرز کی بس پر دالبندین میں ایک خودکش حملہ ہوا ہے. اب آنجہانی کیفیت میں مبتلا ہوا دماغ کی دوڑیں لگ گئیں، کچھ دوستوں کے پوسٹ ملے جن پر (لمہ نا قرض اے ادا کریس) مادر وطن کا قرض ادا کیا لکھا ہوا تھا، آخر کار سنگت شاہ دوست کا پوسٹ سمجھ میں آیا کہ سنگت نے ایسا کیوں لکھا تھا یہ پوسٹ بس 6 سے 7 منٹ پہلے کیا ہوا تھا جس پر لکھا ہوا تھا (رخصت اف اوارن سنگتاک)۔

اکثر خودکش حملوں کی خبریں سن کر یہی کہتے ہیں کہ یہ طالبان نے کیا ہے یا کسی اور شدت پسند تنظیم نے لیکن آج ریحان نے مادر وطن کے عشق کی انتہا کر دی، یہ عشق ہی ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرمان کی ادائیگی کے لیئے خوشی خوشی تیار کیا، وہ بھی قربانی تھی اور یہ

بھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام خواب کی تعبیر کے لیے قربان ہونے کیلئے تیار ہوئے اور شہید ریحان مادر وطن کیلئے، اسے بھی باپ کی تربیت نے عشقِ مولا سکھایا اور ریحان کو بھی باپ کی تربیت نے عشقِ مادر سکھایا، اسے بھی ماں نے رخصت ہونے پر فخر محسوس کیا، اور ریحان کی ماں نے بھی فخر سے الوداع کیا ہوگا یہ عشق ہی ہے، جو قربانی کے جنون میں شدت لاتی ہے۔

جب سے اس کام کو سرانجام دینے کیلئے تیار ہوا ہوگا، اسی دن سے شہید درویش بھی انتظار میں ہوگا کہ میرا چھوٹا دوست آرہا ہے، جانے کیا تیاریاں کی ہوں گی اپنے چھوٹے ہم سفر کیلئے، درویش بھی 11 اگست کے انتظار میں ہونگے اور ریحان بھی درویش سے ملنے کیلئے بیتاب ہونگے۔ اس دن درویش دالبندین کے گرم ریگستان میں اپنے دوست کیلئے خود آیا ہوگا۔ کیا کیفیت ہوگی، دو درویشوں کے ملن کا، کیسا ہوگا وہ سما۔ میں آرہا ہوں دنیا کو یہ باور کرانے کیلئے کہ غلامی سے نجات حاصل کرو، اپنی ماں، بہنوں کو سامراجیت کے چنگل سے نجات دلانے جوان کے زندانوں میں ان کی عصمت دری کی جارہی ہے۔ ریحان نے راہ دکھایا کہ غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے چھوٹا

بڑا ہونا ضروری نہیں، اپنے مقصد کو پانا ہوتا ہے مقصد کو پانا ہی عشق ہوتا ہے اور اس عشق کو پانے کے لیے اور اس میں شدت لانا ہم سب پر فرض ہے۔

☆☆☆

شہید ریحان جان کا عظیم کام

کمال بلوچ

کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جہاں انسان کا ذہن کچھ مدت کیلئے کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، اگر یہ کہیں انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے یا ایک کیفیت سی طاری ہوجاتی ہے اور چند ساعت کیلئے خاموش رہ جاتا ہے، شاید کچھ سوچ سکیں یا کچھ اور شہید ریحان جان ایک ایسے وقت میں وہ کام کر گئے جو سب کو حیران کر گیا۔ بہت سے سوالات بھی باقی چھوڑ گیا، اب ہر ایک اسی سوچ میں گم ہے کہ کیا ہو گیا؟ کیسے ہوگیا؟ لیکن جو ہوا، وہ حوصلہ مند کام کر گئے، وطن کا قرض اتار کر خود امر ہوگئے، میں ذاتی طور پر ایسے کاموں کو حوصلہ مند سمجھتا ہوں، جس سے بہروں کو سنائی دے، یہ حقیقت ہے جنگ میں نقصانات اور فائدے کے بارے میں زیادہ سوچا جاتا ہے، جنگ اس لئے لڑی جاتی ہے تاکہ دشمن کو کمزور کر کے فتح حاصل کی جاسکے، لیکن کبھی جنگ میں زیر بھی ہوسکتے ہیں، لیکن اسے ناکامی نہیں سمجھتے ہیں، ناکامی اُسے مانا جاتا جہاں مایوسی پھیل جائے، کسی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے لانگ ٹرم پالیسی کا ہونا لازمی ہے۔ کیفیتی بنیادوں پر سیاست کرنے والے سیاسی ورکر اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتے ہیں، امید سے جنگ جیتی نہیں جاتی بلکہ امید کے ساتھ جنگی لڑی جاتی ہے، مضبوط پالیسی اور مضبوط حکمت عملی کے بنیاد پر اپنے مقصد کو حاصل کی جاتی ہے۔

بلوچ قومی تحریک آزادی اس وقت کونسے مقام پر ہے، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ یہاں سمجھتا ہوں، یہی کہنا مناسب ہوگا اس جدوجہد میں انا کو قتل کرنا ہوگا اور اصولی سیاست کے بارے میں پرچار کرنا چاہیئے کیونکہ اصول ہی لوگوں کو راہ راست پر لانے کا بہترین ذریعہ ہے، لیکن اپنے اور غیر دونوں سوال کرتے ہیں، انکی نوعیت کیا ہے؟ یہ اپنی جگہ، مگر عمل کے بعد ضرور یہ سوال کیا جاتا ہے، کیوں اس طرح کیا گیا؟ خود کو نقصان دے رہے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ اب جو

کارنامہ شہید ریحان جان نے ادا کی ہے، وہ قابل داد ہے لیکن مجھے یقین ہے سوالات کی کمی آج بھی نہیں اور کچھ اس طرح کے سوال کر رہے کہ کم عمری میں کیوں یہ کر گئے؟ زندہ رہتا مزید کچھ کرسکتا تھا۔ یہ کارنامہ کسی بڑے کام سے کم نہیں، انہوں نے ایک عظیم رتبہ حاصل کیا اور میرے خیال میں انقلاب لانے میں عمر کا نہیں شعور کا پیمانہ لیا جاتا ہے، جو حقیقی اور علمی بنیادوں پر پورا اترتا ہے، جب کوئی کم عمری میں کوئی اور کام کرے تو قابل داد، لیکن اگر کوئی ریڈیکل انقلابی فیصلہ کرے تو سوال؟

جس طرح 22 سال کے انڈین نوجوان ہیرو بھگت سنگھ اپنے ساتھوں کے ہمراہ انڈین پارلیمنٹ میں بم گراتا ہے، تاکہ ہم انقلاب زندہ باد کے نعرے کو اپنے عوام تک پہنچا سکیں، اُسے بھی یہی کہا گیا کہ جذباتی تھا، یہ کام کم عمری میں کیا گیا، لیکن انہوں نے یہی کہا تھا کہ میں شعوری طور پر یہ سب کچھ کر رہا ہوں، اس سے پشیماں نہیں ہوں، بھری عدالت میں ایک دفعہ پھر انقلاب زندہ باد کا صدا بلند کیا، یہی صدا قومی بقا ہوگئی، وہی کامیابی کی طرف گامزن ہوئے تھے۔

کچھ ایسے سوال ہمارے سامنے مختلف سرکلوں کی جانب سے سننے کو ملتے ہیں، وہی سب کچھ، وہی سوالات جو بھگت سنگھ اور انکے ساتھیوں پر کئے جاتے رہے، یہاں بھی وہی سوال جنم لے رہے ہیں کہ ہر نئے واقعے کے ساتھ سوال پیدا کیئے جاتے ہیں، اس سے مراد نہیں وہ حقیقت پر مبنی رہے لیکن ہمیں اپنے سوچوں کو وسیع کرنا ہوگا کہ دشمن کو بھاگنے کیلئے سب سے پہلے تو اپنے اندر انقلابی اور شعوری سوچ پیدا کرنا چاہیئے، پیدا کردہ سوال کے بدلے میں کام نوعیت اور اہمیت کو سمجھیں تاکہ حل کی طرف گامزن رہیں۔

11 اگست کو چینی انجنیئر وں پر نوجوان، باشعور ریحان جان وہ کام کر گئے کہ ہر طرف صرف اُسی کا چرچہ ہو رہا ہے، خود کو قربان کر گئے ایک عظیم مقصد کو سرانجام دینے کیلئے، لیکن دوسری طرف بھی سوالات کی کمی نہیں کہ کیوں بلوچ خودکش کر رہیہیں، دنیا بلوچ تنظیموں کو دہشت گرد کہیں گے، ایک بات ہمیں ذہن نیشن کرنا چاہیئے، جب تک ہم کمزور ہیں، ہمیں جو بھی نام دیں کچھ فرق نہیں پڑتا، مگر طاقت کے سرچشمے کو کوئی کچھ نہیں کرسکتا ہے، اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ

انسانی حقوق کے تنظیم ہمارے لیئے کچھ الفاظ بول سکتے ہیں، لیکن آزادی دلا نہیں سکتے، جب ہم طاقتور ہونگے، عوامی حمایت کے ساتھ اپنے دشمن کو اپنے سرزمین سے بے دخل کریں گے، تو یہ تمام انسانی حقوق کے ادارے کام دیتے ہیں۔

یہ قطعاً میرا مقصد نہیں کہ انسانی حقوق کے ادارے کچھ نہیں کہیں، مگر حقیقت یہی ہے دشمن کو اپنی سرزمین میں کمزور کریں تو ہر طاقت متوجہ ہوگا، دنیا مجبور ہوگا کہ وہ اس سرزمین میں بسنے والے مظلوم عوام کے لیئے کچھ بولیں، لیکن اس حقیقت کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ دنیا کے اپنے مفادات ہیں، اُس وقت تک مفادات نہیں رہے، تو وہ متوجہ نہیں رہے گا، انسانیت کے دعویدار تو بہت ہیں، یہ انسانی حقوق کے تنظیم دراصل ریاست کے کیئے ہوئے بہت سے چیزوں کو چھپانے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔

1948، 1973، 2000 کے بعد بلوچستان میں کیا کچھ نہیں ہوا ہے، پاکستانی فوج کی درندگی کی کمی نہیں رہی ہے، انسانی حقوق کے خلاف ورزی سرعام ہو رہی ہے، اِس حوالے سے کسی انسانی حقوق کے تنظیم کو کچھ فرق پڑا ہے، ضرور انکے دفتری ریکارڈ میں ہونگے، اس لیے یہ کہنا مناسب ہوگا یہ ادارے گناہوں کو چھپانے کیلئے استعمال ہوتے ہیں، حقیقت اسی پر مبنی ہے، ہمیں اپنے جدوجہد میں مزید تیزی لانا ہوگا، ورنہ یہ استحصالی ممالک ہمارا خون چوسنے میں پیش پیش رہینگے۔

چائنا کا مثال ہمارے سامنے ہے، بلوچستان میں جس طرح سرمایہ کاری کر رہا ہے اور پاکستانی فوج کو ہر طرح کی جنگی مدد کر رہا ہے، اور بلوچ انسرجنسی کو کاونٹر کرنے کیلئے چائنا ہر طرح کی مدد پاکستان کو دے رہا ہے، اور مشترکہ بلوچ نسل کشی میں ایک ساتھ ہیں، لیکن کسی انسانی حقوق کے تنظیم نے کچھ کہا ہے؟ پاکستان اور چائنا انسانی حقوق کے خلاف ورزی کر رہے ہیں، سی پیک بنانے کیلیئے لاکھوں لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں، جو در پدری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں، کیا کسی کو معلوم نہیں ہے کہ بلوچ کس طرح بدحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ میرے خیال میں سب کچھ جان کر بھی سب انجان ہیں۔

ریحان جان وہ کام کر گئے جو وقت کی ضرورت تھی، جو ہر اس ماں کا صدا ہے، جس کے لخت جگر، انکی سرمایہ کاری کی وجہ سے دشمن کے بلیک ہول میں غائب ہوئے ہیں، انکی مسخ شدہ لاشیں ملی ہیں۔

اب بحث پر چلے جائیں اور دیکھیں کہ دنیا میں کتنے ایسے خودکش ہوئے ہیں، جو قومی جدوجہد کے لئے ہوئے ہیں؟ معلومات کے لئے اچھی بات ہے، تاملوں نے کتنے خودکش کیئے اور کرد جنگجوؤں نے کتنے خودکش کیں ہیں، لیکن میں اپنے بامساروں کا ذکر کرتا ہوں جو اس وقت اپنے وطن کیلئے عظیم کام کر گئے ہر جوان جو اپنی سرزمین کے دفاع میں مثبت کردار ادا کرتا ہے، ہر نوجوان پر فرض ہوگا، جو یہ سمجھتے ہیں، ہم اپنی سرزمین کے مالک خود ہیں، تو اپنی سوچوں میں تبدیلی لائیں، جدوجہد کے حقیقی مقصد کو سمجھیں، شہید مجید بلوچ، شہید حمید بلوچ، شہید درویش جان اور شہید ریحان جان کا انتخاب کیا ہوا راستہ دشمن کے استحصالی ٹولی کو کمزور کرسکتا ہے، موت کو ایک نام دیں، اپنے نام کو تاریخ کے سنہری الفاظ میں لکھ ڈالیں، اس کیلئے کوئی بڑے فلسفے کی ضرورت نہیں، اپنے اندر کا احساس اور شعور کو بیدار کریں اور یہ بھی کہ ہمارے تنظیموں میں جو کچھ ہو رہا ہے، اُس پر مزید غور کریں کہ ہمیں کامیابی کا سہرا کس طرح نصیب ہوگا۔ قومی جدوجہد برائے قومی آزادی کا کامیاب ہونا انسانیت کی سربلندی ہوگی۔

☆☆☆

فدائینِ بلوچستان

عبدالواجد بلوچ

گو آبلے ہیں پاؤں میں پھر بھی اے رہرو
منزل کی جستجو ہے تو جاری رہے سفر

دنیا میں پہلا خودکش حملہ 13 مارچ 1881 کو روسی سلطنت میں ونٹر پیلس کے باہر ہوا، جب اگنیٹی گرینوسکی نامی شخص نے الیگزینڈر دوئم کے قافلے پر بم پھینکا لیکن اسکی گاڑی بلٹ پروف تھی، جو اسے نپولیئن نے تحفے میں دی تھی، جسکی وجہ سے وہ محفوظ رہا، جب الیگزینڈر باہر آیا گرینوسکی نے دیکھا تو وہ تیزی سے اسکی طرف بھاگا اور اسکے قدموں میں بم پھینکا، جس سے وہ دونوں موقع پر ہلاک ہوگئے، گرینوسکی بائیں بازوں کے تنظیم کا نوجوان رکن تھا، ایک رات پہلے اس نے لکھا تھا کہ ''میں ہماری فتح کے شاندار دور میں ایک دن یا ایک گھنٹہ بھی زندہ نہیں رہوں گا لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اپنے موت کیساتھ اپنی ذمہ داری پوری کردونگا جو مجھے کرنی چاہیئے''۔

اس عمل سے گرینوسکی تاریخ میں دنیا کا پہلا ریکارڈ شدہ خودکش حملہ آور تصور کیا جاتا ہے، اسکے بعد پچھلے 130 سال سے دنیا کے مختلف ممالک میں خودکش حملے جاری ہیں، جن میں افغانستان و پاکستان کے بیشتر حصے اور عراق زیادہ تر ان حملوں کا نشانہ رہے ہیں۔ گذشتہ 30 سال میں یہ خودکش حملے 40 مختلف ممالک پر کیئے گئے، دوسری جنگ عظیم میں اکتوبر 1944 کو جاپان نے پہلی بار ٹوکوٹائی تعینات کی جس میں فوجیوں نے دشمن کے بحری جہازوں پر خودکش حملے کیئے، اس میں نہ صرف فوجی بلکہ رضاکارانہ طور پر یونیورسٹیوں کے طالبعلموں نے بھی شرکت کی اور یہ لوگ جہاز اور کشتیاں بارود سے بھر کر لے جاتے اور اپنے مطلوبہ حدف پر حملہ کرتے، دوسری جنگ عظیم کے اختتام تک جاپان نے 3860 خودکش حملے کیئے اور دشمن کے تقریباً 50 بحری جہاز تباہ کیئے جو کہ

شاید بہت بڑا نقصان نہیں تھا لیکن اسکا دشمن پر نفسیاتی اثر بہت زیادہ تھا۔ امریکن کمانڈر ایڈ مائرل ہالسے کا کہنا تھا کہ ''یہ واحد ہتھیار تھا، جس سے میں جنگ میں خوفزدہ تھا۔''

دوسری جنگ عظیم کے بعد 1980 تک خودکش حملوں کے واقعات پیش نہیں آئے حالانکہ انہیں افغانستان، ویتنام انگولا اور ناردرن آئرلینڈ میں بڑی افواج کا سامنا رہا ہے لیکن پھر بھی خود کش حملے نہیں کئے گئے اسی دوران برطانیہ اور امریکہ نے بھی مڈل ایسٹ میں اسلامی جہادی تنظیموں کو مضبوط اور طاقتور کرنا شروع کیا تاکہ سویت یونین کے خلاف استعمال کیا جا سکے اور 1970 کی دہائی میں سعودی عرب نے بھی وہابی فرقے کو پروان چڑھانے کیلئے کروڑوں ڈالر خرچ کیے۔

اسرائیل نے 1980 میں جب لبنان پر قبضہ کر رکھا تھا، تو دوسری عالمی جنگ کے بعد پہلا خودکش حملہ ہوا، اس وقت سب سے بڑا حملہ 23 اکتوبر 1983 کو امریکن فوجی بیس پر ہوا، جب ایک بارود سے بھری ٹرک سے فوجی بیس پر حملہ کیا گیا جس میں تقریباً 20 ہزار پاونڈز بارود بھرا تھا، اس خودکش حملے میں 241 فوجی مارے گئے پھر ایک اور حملہ فرانسیسی فوجیوں پر کیا گیا، جس میں 58 فوجی مارے گئے اور اس کا ذمہ دار شیعہ فرقہ کے عسکری ونگ کو ٹھہرایا گیا۔ جن پر ایران کی پشت پناہی کا الزام تھا اور بعد میں یہ حزب اللہ کے نام سے جہادی عسکری گروپ سامنے آیا، انہوں نے 1980 کی دہائی میں 20 حملوں کی ذمہ داری قبول کی، لبنان میں اس وقت کار بم دھماکے پہلے سے کئے جاتے تھے لیکن خودکش حملہ آوروں نے نہ صرف میڈیا بلکہ پوری دنیا کو ایک دم اپنی طرف متوجہ کیا۔

سری لنکا میں جب جنگ جاری تھی، تو وہاں سب گروپ ایسے نہیں تھے جو خودکش حملے کرتے تھے بلکہ لبریشن ٹائیگر آف تامل ایلام (ایل ٹی ٹی ای) جو کہ ایک سیکولر گوریلا تحریک تھی، انہوں نے خودکش حملہ آور تیار کیئے جو کہ 1980 کی دہائی کے آخر پر اس تحریک کا حصہ بنے، جو تامل لوگوں کے لئے علیحدہ ریاست کا مطالبہ کر رہے تھے، اس گروپ کے لیڈر ویلو پلائی پرابھا کرن نے اس ضمن میں فرقہ پرست لوگ اپنے اردگرد جمع کئے اور خودکش حملہ آور تیار کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور انہیں بلیک ٹائیگرز کا نام دیا۔

سری لنکا میں پہلا خودکش حملہ 5 جولائی 1987 کو ہوا جب بارود سے بھرے ٹرک سے سری لنکن آرمی بیرکس پر دھماکہ کیا گیا جس سے 55 فوجی ہلاک ہو گئے اور یہ حملہ 1983 میں بیروت میں ہونے والے کامیاب حملوں سے مشابہت رکھتا تھا جس سے یہ یقین کر لیا گیا کہ ایل ٹی ٹی ای کے ممبرز کی ٹریننگ بھی حزب اللہ نے کی ہے اور اس حملہ آور کا تامل اکثریتی علاقے جافنا میں جسمہ بھی بنایا گیا، اس گروپ میں شامل ہونے کے لئے باقائدہ درخواست لکھنی پڑتی تھی اور لیڈر فیصلہ کرتا تھا کہ کسے شامل کرنا ہے، درخواستوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ شہیدوں کی لاٹری نکالی جاتی یہاں تک کہ جن لوگوں نے خود کو حملے کے لیئے پیش کیا، انہیں بھی شہادت کا درجہ دیا گیا۔

1980 سے لیکر 2003 تک بلیک ٹائیگرز خودکش حملوں میں عالمی لیڈر تھے، ٹائم میگزین نے ایل ٹی ٹی ای کو دنیا کی سب سے کامیاب دہشت گرد تنظیم قرار دیا، جنہوں نے دو انتہائی ہائی پروفائل حملے کئے جن میں ایک سری لنکن وزیراعظم رنا سنگھ پریتمداسا اور دوسرے بھارتی وزیر اعظم راجیو گاندھی کا قتل شامل ہے اور مزید پانچ سری لنکن کابینہ کے ممبرز بھی مارے گئے، بلیک ٹائیگرز نے خودکش بیلٹ بھی ایجاد کی جو بعد میں عراق، افغانستان اور پاکستان میں باقائدگی سے استعمال ہوتی رہی ہے. خودکش حملہ آوروں میں عورتوں کو بھی استعمال کیا گیا۔

یونیورسٹی آف شکاگو کے مطابق 1981 سے 2010 تک 125 عورتوں نے خودکش حملے کئے، ان میں زیادہ مشہور وہ عورتیں رہیں، جو چیچنیا میں آزادی کی جنگ لڑ رہیں تھیں، یہ وہ عورتیں تھیں جن کے خاوند یا بھائی اس جنگ میں مارے گئے جنہیں روسی میڈیا نے بلیک ویڈو کا نام دیا، عورتوں کے خودکش حملوں کا ان کو کچھ فائدے تھے، ایک تو میڈیا کا دھیان بہت زیادہ ملتا دوسرا کسی کو شک نہ ہونے کی بنا پر مطلوبہ حدف کو نشانا بنانا آسان ہوتا، اس کے علاوہ یہ بھی واضح پیغام جاتا کہ انکی تحریک صرف مردوں تک محدود نہیں رہی، آج بھی بوکو حرام گروپ کی طرف سے عورتوں کو خودکش حملہ آور کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

خودکش حملہ آوروں کی مکمل تاریخ پر اگر بات کی جائے تو شاید ذہن میں یہ امر ابھر سکتی ہے کہ یہ ایک مذہبی جنونیت ہے لیکن دنیا میں آزادی پسند حلقوں نے بھی اپنے اوپر ظلم و بربریت کی انتہائی کو کمزور کرنے کے لئے خودکش حملے کئے، جس میں فلسطین کے اندر اسرائیلی بربریت پر جب 21

سالہ نوجوان محمد احمد مارمش خودکش کرتے ہیں، تو وہ ایک ویڈیو پیغام جاری کرتے ہیں جس میں کہتے ہین کہ میرا خودکش حملہ فلسطین میں بے گناہ لوگوں خاص طور پر بوڑھی عورتوں اور بچوں کا بدلہ ہے۔

مغربی بلوچستان میں گزشتہ ادوار بلوچ مزاحمت کار شہید مالک ریگی کے بھائی عبدالغفور ریگی نے ایرانی فورسز پر حملہ کر کے اس امر کی ابتداء کی تھی۔

مشرقی بلوچستان کے اندر جب آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو ابتدائی ادوار میں شہید مجید بلوچ اول نے 2 اگست 1974 کو اس وقت کے ظالم حکمران ذولفقار علی بھٹو پر خودکش حملے کی ابتداء کی گو کہ اس حملے میں بھٹو محفوظ رہے لیکن اس جذبے کی بنیاد رکھی گئی کہ ''جب مقصد عظیم ہو تو جان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی''

اس کے بعد مشرقی بلوچستان پر پاکستانی قبضے کے خلاف اور پاکستان کے بنائے گئے ڈیتھ اسکواڈ پر کوئٹہ میں بلوچ سرمچار درویش بلوچ نے اس وقت کے بدنام زمانہ ڈیتھ اسکواڈ کے سربراہ شفیق مینگل پر ارباب کرم خان روڈ پر 30 دسمبر 2011 کو خودکش حملہ کر کے ثابت کیا کہ ہم فدائین ہیں. بلوچستان پر گزشتہ ستّر سالوں سے پاکستانی بربریت اپنے انتہاء کو پہنچ چکی ہے اور آج پاکستانی فورسز بلوچ نہتے ماؤں بہنوں بچوں کو پسِ زنداں ڈال کر اپنے گہناونے عزائم کو مزید تقویت دے رہے ہیں، اور ان تمام جبر وظلم میں پاکستان کے ساتھ چائینا مکمل شراکت دار ہے، کیونکہ چائینا بلوچستان میں بلوچ وسائل کو ہتھیانے کے عوض پاکستان پر اپنا افرادی و مالی قوت صرف کر رہا ہے بلوچستان پر چائینا کے اس لوٹ مار کے خلاف بلوچ مزاحمت کاروں نے ان پر بعض اوقات کاری ضربیں لگائیں، لیکن آج اس جذبے کو بی ایل اے شہید حمید برگیڈ کے کساں سال سپاہی فدائین ریحان جان بلوچ نے دالبندین میں چائینیز پر خودکش حملہ کر کے یہ ثابت کیا کہ مادرِ وطن پر آنچ آئے تو ہم جان کی بازی مکمل جزبے سے دیں گے۔

''کر چلے ہم فدا جان وتن ساتھیوں، اب تمہارے حوالے وطن ساتھیوں''

☆☆☆

شہید ریحان اسلم، قربانی کی نئی تعبیر

سنگر استال بلوچ

دنیا کی تحاریک میں بہت قربانیاں ہو چکی ہیں، جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ انقلابِ فرانس سے پہلے 3 فیصد ظالم یعنی حکم دینے والے اور 97 فیصد مظلوم جو حاکم کے کہنے کے بغیر سانس تک نہ لے سکتے تھے، انکا جینا اور مرنا تک بھی بادشاہوں کے حکم پر ہوا کرتا تھا، اسی طرح روس کے زار ایک خاندان ہونے کے باوجود پوری قوم پر حکمرانی کرتے تھے۔ دنیا کے جتنے بھی آزادی پسند تحاریک گذری ہیں، ان میں ظالم تعداد میں آٹے میں نمک کی مانند ہونے کے باوجود پوری اقوام پر قبضہ کرتے تھے۔ انہی مظلوم قوموں میں ایسے لیڈروں نے جنم لیا، جنہوں نے اپنا جینا، مرنا، محبت، عشق، زندگی سب کچھ اپنے قومی آزادی اور اپنے آنے والے مستقبل کیلئے قربان کر دیا اور ہمیشہ کیلئے امر ہو گئے۔ جن میں چی گویرا، بھگت سنگھ، فیڈل کاسترو، لینن اور کارل مارکس جیسے لیڈر سرفہرست ہیں۔

اب میں ریحان جان کی قربانی کس طرح بیان کروں، ریحان کی قربانی کو کیا نام دوں، سمجھ نہیں آتا ریحان کی قربانی استاد اسلم کی محنت ہے، یا اسکی قربانی کو اسکی بہادر ماں کے نام کروں، جس نے ریحان جیسا دلیر بیٹا پیدا کیا، یا اسکی قربانی کو عشق مادر وطن کا نام دوں۔ پھر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ریحان کی عمر اتنی بھی نہیں تھی کہ استاد اسلم کی محنت اُسے اتنا پختہ بنا دے، بہادر تو بہت دیکھے ہونگے، اس عمر میں اتنی بہادری اور جوان مردی، ریحان جیسا بہادر شاید برسوں میں پیدا ہو۔

جتنا بھی سوچوں، جتنا بھی لکھوں، شاید تھک جاؤں، ہوسکتا ہے کہ قلم کی سیاہی بھی ختم ہو جائے، لیکن ریحان کی قربانی بیان کرنا، یا لکھنا ممکن نہیں۔ آخر اسکی قربانی کو کیا نام دوں؟ ریحان

نے توچی گویرا، لینن، بھگت سنگ اور دوسرے انقلابوں سے بڑھ کر قربانی کو ایک نیا نام دے دیا۔

ریحان جان شہید حمید کی طرح اپنے مادر وطن کیلئے بے حد محبت میں تھا، شہید حمید نے جس طرح پھانسی کے پھندے کو چوم کر اپنی شہادت اپنے مادر وطن بلوچستان کے نام کر دیا۔

ریحان جان نے شہید مجید اور شہید درویش جان کی طرح اپنے مادر وطن کیلئے فدائی حملے کو مسکراتے چہرے سے قبول کیا، اور یہ ثابت کر دیا کہ وطن مادر بلوچستان کی خاطر ہم نے قربانی دیا ہے، قربانی دے رہے ہیں اور اپنے مادر وطن کی آزادی تک دیتے رہینگے۔

''تو پہ کُشگ دستان مدار''
''ما ہم سراں بستگ کفن''

قربانی دینے کیلئے تو حضرت ابراہیم تیار تھے، لیکن وہ تو ایک حکم پورا کرنے کیلئے، اسے پتہ تھا کہ میرے بیٹے اسماعیل کی میت میرے سامنے ہوگا، پھر بھی ابراہیم کے ہاتھ کانپ گئے تھے۔ ہزاروں سلام استاد اسلم اور لمہ یاسمین کو جنہوں نے ریحان جان کو بلوچستان کا مقدس بیرک پہنا کر، اپنے مادر وطن کے نام خدا حافظ کہہ کر رخصت کر لیا، ان کو پتہ تھا کہ ریحان جان کی میت تک انکو نہیں ملے گی، عشق وطن بھی عجیب ہے۔

خدا نے اگر نبوت کا دروازہ بند نہ کیا ہوتا، تو میں ریحان کو اس دور کا نبی مانتا۔ ریحان نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم خدا کی زمین پر کسی ظالم کی خدائی نہیں مانتے۔ اور اپنی مادر وطن کی خاطر ہم ایسی قربانی دے سکتے ہیں کہ قربانی کا نام بھی شرمندہ ہو جائے۔

☆☆☆

میں کیا لکھوں شہید ریحان جان کیلئے

حاجی بلوچ

میرے ہاتھ میں جو قلم ہے، اور میرے ذہن میں جو آپ کے لیے الفاظ ہیں، وہ تیری اس جراتمندانہ، بہادرانہ، فکرمندانہ عمل کا اور اتنے بڑے دل کے مالک کا حق کبھی ادا نہیں کر سکتے، کیا حوصلے تھے آپ کے اور کہاں سے لائے آپ نے یہ حوصلے، تاکہ ہم بھی اتنے بڑے حوصلوں کے مالک بن سکیں۔

آج میں یقین سے کہتا ہوں، پہلے ہم نے کتابوں میں اور چھوٹے پیمانے میں وطن کی محبت دیکھی ہے؛ لیکن آج شہید ریحان جان نے حقیقتاً ثابت کر دیا کہ وطن عزیز سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں اور اتنے بڑے فکر کے مالک کو میں ہزار بار سلام کروں پھر بھی میں شہید کا حق کبھی ادا نہیں کر سکتا، جب تک میں اور باقی ہم فکر ساتھی شہید ریحان کے نظریات وافکار پر ایمان داری سے عمل پیرا نہ رہیں۔

آج اس تاریخ ساز دور میں شہید ریحان جان نے ایک تاریخی کردار ادا کیا، اور یہ ثابت کر دیا کہ تاریخ ساز کردار ادا کر کے ہی رہینگے؛ اور شہید ریحان جان نے ایک نیا تاریخ رقم کیا، اور ایک نیا پیغام دیا پاکستانی مرتد فوج کو اور چین کو۔ کب تک بلوچ قوم کا استحصال کرتے رہو گے؟ اور جب تک بلوچ قوم کا استحصال ہوتا رہے گا، ہمارے اس طرح کے حملے ہوتے رہینگے۔ ریحان نے ایک نیا پیغام دیا بلوچ قوم اور بلوچ نوجوانوں اور پوری دنیا کو کہ بلوچ اپنے وطن کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔

بقول واجہ بشیر زیب بلوچ کے اس طرح کی ماں باپ سجدے کے لائق ہیں، جو اپنے لخت جگر کو شہادت کی مبارک دیتے ہوئے رخصت کرتے ہیں، آج شہید کی ماں نے اس بہادر ماں کی

یاد دلائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد میں اپنے چار بیٹوں کو نبی کے سامنے پیش کرتی ہے اور بولتی ہے،'' اے اللہ کے نبی! یہ میرے چار بیٹوں کو آپ اپنے ساتھ جنگ میں لیجائیں تا کہ یہ شہید ہوجائیں اور ان کے فضل سے مجھے جنت نصیب ہو۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آپ کے بیٹے ابھی تک عمر میں چھوٹے ہیں، اس لیے میں نہیں لے جاسکتا۔'' تو اس بہادر ماں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا'' آپ میرے بیٹوں کو ایسی جگہ استعمال کریں، تا کہ دین کا فائدہ ہوجائے اور میرے بیٹے شہید ہوجائیں۔'' یہ تھی بہادر ماں؛ آج شہید ریحان بلوچ کی ماں نے ثابت کردیا، 21 ویں صدی میں بھی بلوچوں کے اندر اس طرح کی مائیں زندہ ہیں، جو اپنے لخت جگروں کو وطن بلوچستان کے لیئے قربان کریں، اور بلوچستان کی آزادی تک قربان کرتے رہینگے۔

سلام استاد اسلم آپ کی تربیت کو، مجھے یقین ہے کہ آپ سب ساتھیوں کی بھی اپنے بیٹے کی طرح تربیت کرینگیاور ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنے تربیت کے ذریعے اتنے بڑے حوصلے کے مالک بنائیں گے۔

ایک بار پھر میں سلام کرتا ہوں شہید ریحان جان کو، اور شہید درویش جان کو، شہید مجید جان کو؛ باقی تمام شہیدوں کو۔

☆☆☆

عظیم باپ اور فرمانبردار بیٹا

ظفر پرچوودہار

کتنے دن ہوگئے، میں اپنے آپ میں لکھنے کی ہمت جمع کررہا تھا، کبھی تھوڑا لکھتا پھر مٹاتا، یہ صورتحال میرے ساتھ مسلسل رہی، تاریخ کے کتابوں میں ڈھونڈنے لگا، ادبی دوستوں سے پوچھتا رہا، کوئی ایسی قربانی، کوئی ایسا واقعہ نہیں ملا! صرف ایک دو ہی ایسے واقعات ملے جب کسے باپ نے اپنے نوجوان بیٹے کی قربانی دی ہے۔ وہ بھی اس عظیم باپ اور بیٹے کے قربانی کے برابر نہیں تھے۔

وسیم بریلوی صاحب نے کیا خوب کہا ہے،؛

کبھی لہو سے بھی تاریخ لکھنی پڑتی ہے
ہر ایک معرکہ باتوں سے سر نہیں ہوتا''

شاید استاد اسلم نے بھی یہ جان لیا تھا کہ، وقت کی نزاکت ہے کے بیٹے کی قربانی دوں، جس سے تحریک آزادی بلوچستان میں نئی روح پڑ جائے، ایسا ہی ہوا استاد کے فیصلے نے بلوچ سرمچاروں میں قربانی کا نیا جذبہ پیدا کردیا۔ استاد اسلم نے سائیں نواب خیر بخش مری کی روایت برقرار رکھتے ہوئے، انہی کی طرح لوگوں سے اپنے پیارے بیٹے کی شہادت کی مبارکیں وصول کیں۔ اتنا آسان نہیں ہوتا اپنے لخت جگر کو ایسے قربانی کے لیے اپنے ہاتھوں سے دولہے کی طرح سجا کر میدان جنگ میں بھیجنا، میدانِ جنگ بھی ایسی کے جہاں سے غازی بن کے واپس آنے کی کوئی امید نا ہو، پھر بھی اتنا بڑا آفیصلہ کرنا، سچ میں بڑا جگر چاہیئے!

حضرت ابراھیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کو اللہ کے نام پے قربان کیا! حالانکہ اس واقعے میں بھی بہت جھول ہیں، لیکن استاد اسلم کا عمل شعوری تھا، وہ بھی دھرتی ماں کے لیئے، سچ آج بلوچستان

کی پہاڑوں کا قد اور بھی اونچا ہوگیا ہوگا، پہلے سائیں نواب اکبر بگٹی کی جان بازی سے اور آج ریحان کی شہادت سے۔

ویسے اس سے پہلے بھی غیرت مند بلوچ اپنے وطن کی خاطر لڑتے آئے ہیں، کبھی کوہ سلیمان کے سردار کوڑا خان کے روپ میں تو کبھی نواب نوروز خان بن کر یا میر لونگ خان مینگل ہی کیوں نا ہو، خان آف قلات کا وقت ہی کیوں نا ھو، بلوچ قوم ہمیشہ اپنی عزت و آبرو اور وطن کی آزادی کے لیے قربان ھوتی رھی ھے، لیکن استاد اسلم کی ہمت اور قربانی سب پے بازی لے گئی، آج کوئی عقل کا اندھا اس حقیقت سے بھلے انکار کرے، لیکن وقت بتائے گا کے لہو سے لکھی تاریخ کتنی عظیم ہوتی ھے۔

ایک سندھی آزادی پسند بھائی ہونے کے ناطے استاد اسلم بلوچ کو سلام پیش کرتا ھوں، فرمانبردار عظیم بیٹے ریحان کو بھی سلام پیش کرتا ہوں، کوئی تعزیت نہیں، مبارک پیش کرتا ہوں۔

☆☆☆

شہید ریحان

چاکر بلوچ

شہید ریحان بلوچ اور اس کی قربانی نے تحریک آجوئی کو تر و تازہ کر دیا، جب ہم اپنے بے مقصد زندگی کی سوچ سے نکل کر فکرِ آجوئی کی طرف آتے ہیں، تو اس دھرتی ماں کا درد ہمیں ایک گہری سوچ میں لے جاتی ہے اور ہمیں ہر وقت اس سوچ میں مبتلا کر دیتا ہے کہ ہم تحریک کے لیے کچھ ایسی قربانی دیں کہ جس سے ہم دھرتی ماں کا حق ادہ کر سکیں اور یہی سوچ ہمیں ایک دن عملاً کچھ کرنے کا موقع دے۔

انہی صفوں میں آج ہم شہید ریحان کی قربانی کو دیکھ سکتے ہیں، بلوچ لبریشن آرمی کے سپریم کمانڈر استاد اسلم بلوچ کے بیٹے نے کسی قربانی سے دریغ نا کرتے ہوئے اور درویش کی فکر کو ساتھ لیتے ہوئے، خوشی سے موت کو گلے لگاتا ہے۔ ریحان کا اختیار کردہ عمل، نوجوانوں کو ایک نئے رستے کے انتخاب کرنے کا درس دیتا ہے اور دشمن کو یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ بلوچ سرزمین کے حقیقی وارث اب تک زندہ ہیں اور دشمن کو بلوچ ساحل و وسائل کو لوٹنے کا جواب دینے کا ہمت بھی رکھتے ہیں۔

اس نوجوان کی قربانی اس بات کی دلیل ہے کہ تحریک میں کوئی فیورٹ ازم نہیں، سب سنگتوں کو ایک نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ آج مجید اول، درویش اور ریحان بلوچ کی شہادت نے بلوچ قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے اور یقیناً آج ہر نوجوان کی یہی دلی خواہش ہے کہ وہ بھی انہی صفوں میں شامل ہو سکے اور دھرتی ماں کا حق ادا کر سکے۔

شہید ریحان جان کی بہادری اس بات کا ثبوت ہے کہ وطن سے محبت کہاں تک لے جا سکتا ہے، یقیناً ریحان جان کی تربیت ہی ایسے گھرانے سے ہوا ہے، جہاں سلیکشن کے وقت اس کے

والد سب سے پہلے اپنے بیٹے کے نام کا انتخاب کرتا ہے اور اس کی عظیم ماں جو کن مشکلوں سے گذر کر اپنی اولاد کو بڑا کرتا ہے، آج وہی ماں خوشی خوشی اپنے بیٹے کو وطن کا فرض ادا کرتے وقت رخصت کرتا ہے اور بیٹا خوشی خوشی وطن کے لیے قربان ہو جاتا ہے۔

شہید ریحان نے 2012 سے فدائی کے لیے اپنا نام مجید بریگیڈ میں دیا تھا، دوست کی بہن جب اسے کہتا ہے بھائی تم کچھ تو سوچو اتنا بڑا فیصلہ کر رہے ہو، تمہاری منگنی بھی ہوئی ہے لیکن وہ بہن کو تسلی دے کر مسکراہٹ چہرے پر لا کر کہتا ہے دھرتی ماں سب سے اہم ہے۔

ریحان جان تم جیت گئے، آج تمہارے بہادری نے سنگتوں کو ایک نئے سفر پر گامزن کر دیا، واقعی ہم سوچ بھی نہیں سکتے ایک باپ سب سے پہلے اپنے بیٹے کا انتخاب کر سکتا ہے۔ آج ریحان کی قربانی ان تمام شہیدوں کے لواحقین کے لیے ایک بڑا حوصلہ ہے۔ ریحان کی شہادت پر آج دھرتی ماں بھی فخر کر رہا ہے کہ اس نے ایسے بہادر بیٹے کو جنم دیا۔

☆☆☆

یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا

بہرام بلوچ

11 اگست بلوچستان کی آزادی کا دن ہے، بلوچ قوم نے اس دن بڑی مشکلات و مصائب، پُرکھٹن حالات و واقعات کے بعد اپنے وطن کو انگریز سامراج کے شکنجوں سے آزاد کروایا۔ بلوچ قوم اس دن کو ہمیشہ اپنی آزادی کے طور پر مناتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے جس طرح اس دن کو منانے کا حق ہے، اس طرح منایا نہیں جا سکتا ہے، کیونکہ بلوچستان انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل کر ایک اور سامراج کے ہاتھوں چڑھ گیا اور اسی طرح بلوچ قوم کی آزادی ایک بار پھر سلب کر دی گئی لیکن بلوچ قوم نے اس جبری قبضے کو مسترد کرتے ہوئے جہد آزادی کے راستے کو پھر اپنا لیا، یوں یہ بے حس اور لالچی سامراجی ملک نام نہاد اسلامی نام کا سہارا لیکر کر مسلمانیت کے نام کا ڈھنڈورا پیٹتا ہوا بلوچستان پر اپنے قبضہ کو دوام بخشنے کے لیے آج تک سرگرم ہے۔

ستر سالوں سے ریاست بلوچستان پر قبضہ جمائے رکھنے کیلئے مختلف حربے استعمال کر رہا ہے۔ بلوچ قوم نے نہ انگریزوں کے ظلم پر چُپ سادھ لیا اور غلامی قبول کی اور نہ نام نہاد اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت ترک کر دیا۔ انیس سو اڑتالیس سے لے کر آج تک بلوچ قوم نے وہ اذیتیں سہہ لیئے ہیں کے تاریخ میں ایسے ظلم و جبر کے نظیر نہیں ملتی ہے، لیکن بلوچوں نے کبھی اپنے وطن کی آزادی پہ سمجھوتہ نہیں کیا۔ دشمن جس طرح ظلم کے پہاڑ ڈھائے جاتا ہے، بلوچ سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔ دشمن نے کونسا ظلم نہیں کیا، گھروں کو جلا دیا گیا چھوٹے چھوٹے بچوں کو زندانوں میں بند کر دیا گیا، نوجوانوں کی مسخ شدہ لاشیں پھینک کر یہ خواب دیکھتا رہا ہے کہ پیچھے ہٹ جائینگے لیکن یہ خواب خواب ہی رہا۔ بلوچ قوم آگے بڑھتا جا رہا ہے اور اپنے وطن کے لیے کسی طرح کی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹ رہا ہے۔

11 اگست 2018 کو بلوچستان کے علاقے دالبندین میں جو واقعہ پیش آیا اس نے مجھ سمیت ہر ذی شعور انسان کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ میں بیٹھا فیس بک دیکھ رہا تھا کہ دالبندین میں دھماکہ ہوا، تو دل کو تسلی ہوگیا، بلوچ تنظیموں نے کی ہوگی تھوڑی دیر بعد ایک اور خبر پڑھا کہ یہ دھماکہ بلوچستان میں سونا، تانبا، کوئلہ اور دیگر معدنیات کی لوٹ مار میں پاکستان کے ساتھ دینے والے چینی انجینئروں پہ ہوا ہے، تو دل اور خوش ہوا کہ چینی انجینئروں پر اس سے پہلے بھی کئی حملے ہو چکے ہیں، لیکن یہ بلوچستان کے معدنیات کی لوٹ مار اب تک ترک نہیں کرتے ہیں۔ لیکن میری ساری خوشی اچانک اس وقت ختم ہوگئی، جب میں نے تیسرا خبر پڑھا کہ یہ حملہ خودکش تھا۔ اور میں سوچنے لگا کہ یہ خودکش تو بلوچ نہیں کر سکتے ہیں، یہ دشمن کی کوئی نئی چال ہوسکتی ہے۔ کیونکہ بلوچ تنظیموں کی طرف سے یہ تاثر نہیں تھا مجھے۔ اس سے پہلے 2011 میں بلوچ راجی گل (بی ایل اے) کے ایک ساتھی درویش بلوچ نے بھی کوئٹہ میں ڈیتھ سکواڈ کے کیمپ پر فدائی حملہ کیا تھا، جس سے ڈیتھ سکواڈ کے بہت سارے بندے مارے گئے۔

البتہ اس سے پہلے والے فدائی حملے سے میں بے خبر تھا کہ 1974 میں مجید بلوچ نے ذولفقار علی بھٹو کے قافلے پر خود کو اُڑا دیا تھا۔ اس خبر نے مجھے کافی تشویش میں مبتلا کر دیا کہ آخر یہ کون ہے، جس نے اتنا بڑا رِسک لے کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، کچھ ہی دیر میں بلوچ لبریشن آرمی (بی ایل اے) کا بیان سامنے سے گذرا تو میں چونک گیا ریحان بلوچ کی تصویر دیکھ کر مجھے یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ فدائی ہوسکتا ہے۔ بلوچ راجی گل کی طرف سے یہ بیان دیا گیا تھا کہ دالبندین میں چینی انجینئروں پر فدائی حملہ کرنے والے ریحان بلوچ ہمارے مجید بریگیڈ کے ساتھی تھے، جس کی ذمہ داری ہم قبول کرتے ہیں۔

ریحان بلوچ نے تو وطن پر قربان ہو کر ایک نئی تاریخ رقم کر لی۔ خودکش حملہ کرنے والوں کو اکثر برین واش کر کے ان سے یہ کام لیا جاتا ہے، جو صرف مرنا جانتے ہیں، زندہ رہنے کی خواہش ختم ہوگئی ہو جاتی ہے۔ لیکن ریحان بلوچ نے جس بہادری سے خود کو وطن پر نثار کیا اس کی مثال نہیں ملتی ہے، ریحان بلوچ اپنے آخر میسج میں قابض ریاست کے ساتھ دینے والے چین کو تنبیہہ کرتے

ہوئے کہتا ہے کہ بلوچ کی مرضی ومنشاء کے بغیر بلوچستان کو لوٹنے کی اجازت کسی کو نہیں دینگے، اگر کوئی بلوچستان کے معدنیات کو لوٹنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس کو ہمارے قہر کا سامنا کرنا پڑیگا۔ آہ! ریحان آپ جیسے جوان صدیوں میں پیدا نہیں ہوتے ہیں، آخری لمحات میں بھی آپ کے چہرے پر کوئی خوف کوئی جھجک تک نہیں تھا، دیکھنے میں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ آپ دشمن کو زیر کرنے کیلئے فدائی کرنے جا رہے ہو۔

خوشی سے اپنے جسم پر بارود باندھ کر خود کو ختم کرنے کیلئے جگر چاہیئے ہوتا ہے۔ لیکن 22 سالہ نوجوان ریحان اسلم بلوچ کے دل میں وطن کی محبت نے موت کا ڈر ختم کر دیا تھا، وہ وطن سے انتہا کی حد تک محبت کرتا تھا، وہ دشمن کو دکھاتا ہے کہ بلوچستان پر جبری قبضہ کرنا کبھی بھی ہم قبول نہیں کریں گے، چاہے آپ جتنے ظلم وستم کر لو، جتنی بلوچ قوم کے خلاف طاقت کا استعمال کر لو، ہم ہرگز اس قبضہ گیریت کو پھلنے پھولنے نہیں دینگے، اس عزم کے ساتھ میرا ریحان جان بخوشی وطن کی خاطر جان دے کر ہمیشہ کیلئے امر ہو جاتا ہے۔

یوں ہی سوشل میڈیا پر اس نوجوان فدائی کی خبریں گردش کر رہے تھے، تو ایک اور تصویر میں نے دیکھا، جس پر لکھا تھا ایک عظیم باپ اپنے نڈر بیٹے کو مشن پر بھیجنے سے پہلے اس کے سر پہ بوسہ دے کر رخصت کر رہے ہیں، میں بار بار تصویر کو دیکھ کر حیرت میں پڑ جاتا، ایک والد اپنے لخت جگر کو ایسے کیسے خندہ پیشانی کے ساتھ رخصت کر کے فدائی کیلئے بھیجتا ہے۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا، لیکن اس عظیم باپ اور عظیم بیٹے نے یہ دشمن پر ثابت کر دیا کہ وطن سے محبت کیسے کرتے ہیں۔

سلام اس باپ کو جو خود پہاڑوں پہ بیٹھ کر دشمن کے ہر ظلم وستم سہہ رہا ہے، اپنی زندگی وطن پر قربان کی ہے۔ اپنے بیٹے کو بھی وطن کے لیے نثار کر دیا ایسے باپ کی شان میں لکھنا، مجھ جیسے کم علم لوگوں کے پاس الفاظ نہیں ہے کہ میں کچھ لکھوں۔ اس سے بڑھ کر ایک اور تصویر نے مجھے رُلانے پر مجبور کر دیا، میری سانس رُک گئی، میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ آہ! یہ کیا دیکھ رہا ہوں، ایک ماں اپنے بیٹے کو وطن کی خاطر قربان ہونے کیلئے رخصت کر رہی ہے۔ اُف! کیا لمحہ تھا، جب ماں

بیٹے گلے لگ رہے تھے اور بیٹا ماں کو کہہ رہا تھا'' ماں دل چھوٹا مت کرنا'' اور ماں کہہ رہی تھی'' جا بیٹا میں نے تجھے وطن پہ قربان کر دیا ہے۔'' مجھ سمیت ہر زندہ دل انسان ماں بیٹے کی اس تصویر کو دیر تک نہیں دیکھ سکتا۔

ایسی ماں کی شان کو الفاظ میں بیان کرنا شائد مشکل نہیں ناممکن ہو، ایسے لمحات کو قلمبند کرتے ہوئے بڑے بڑے لکھاریوں کے قلم بھی رُک جائے، الفاظ ان کا ساتھ چھوڑ جائے۔ میرے پاس کوئی الفاظ نہیں۔ لکھنے کیلئے بس اتنا کہہ سکتا ہوں مات یاسمین تجھے لاکھوں سلام۔

☆☆☆

فکر آزادی کو سچ ثابت کرنا
فلسفہ فدائین

برزکوہی

سقراط نے علم فلسفہ کو سچ ثابت کرنے کے لیے زہر کا پیالہ پی کر جام شہادت نوش کیا، اسکندریہ کے فلسفی پروفیسر ہائی پیشیا کو فلسفے کو سچ ثابت کرنے کی پاداش میں ڈنڈوں سے مار مار کر شہید کیا گیا، پھر اس کی لاش کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کی گئیں اور ان بوٹیوں کو گلی میں رکھ کر آگ لگایا گیا تاکہ خوف مسلط ہو، علم فلسفہ کی سوچ دم توڑ دے۔ اٹلی کے برونو کو کھمبے پر باندھ کر زندہ آگ لگائی گئی اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا کر خوشیاں منائی گئیں۔

دنیا میں ایسے بے شمار انسان گزر چکے ہیں جو اپنے نظریہ و افکار کو دنیا میں سچ ثابت کرنے اور پھیلانے کی خاطر ہر قسم کی اذیت حتیٰ کہ موت کو بھی خوشی سے قبول کر چکے، تاکہ تاریخ میں وہ امر ہو جائیں اور ان کی فکر بھی زندہ اور سچ ثابت ہو۔ جس طرح سقراط نے سزا موت دینے والی جیوری سے اپنے خطاب میں کہا تھا'' یاد رکھو تم مجھے سزائے موت دیکر زندہ کر رہے ہو، اب میں اور میرا علم کبھی نہیں مریں گے کیونکہ میری تمام دلیلیں زندہ رہیں گی، اس لیے میں زندہ رہونگا۔''

بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے دانستہ طور پر دشمن کو نقصان دیئے بغیر، صرف آواز کے بم اسمبلی میں گرا کر پھانسی کا تختہ بخوشی قبول کر کے اپنی قومی آزادی کی فکر کو اپنی قوم اور دنیا کے سامنے سچ ثابت کر دیا۔ اسی طرح بلوچ قومی **لیجنڈ** ریحان نے خود کو بارود سے بخوشی اڑا کر، بلوچ قوم خاص کر دنیا اور چین سمیت پاکستان جیسے دشمن کے سامنے قومی فکر کو سچ ثابت کر دیا کہ قومی آزادی کی فکر سچائی کی فکر ہے۔ اگر اس فکر میں سچائی نہیں ہوتی تو اپنی جان کو خود فدا کرنا دور کی بات،

باشعور انسان بغیر سچ اور حقیقت کے اپنی ایک انگلی بھی کٹا نہیں سکتا ہے۔

دنیا میں ہر سچائی کو صرف باتوں اور لفاظیت سے کوئی سچ ثابت نہیں کرسکتا، اگر اس طرح ممکن ہوتا تو حضرت محمد ﷺ پر خدا کا وحی اور قران پاک نازل ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کیوں فکر اسلام کو سچ ثابت کرنے کے لیے جہاد شروع کے تکالیف اور مشکلات برداشت کیں؟ وہ بھی بیٹھ کر آرام سے صرف دعوے اور لفاظیت کے ذریعے اسلام کو سچا ثابت کرسکتا تھا حالانکہ آپ ﷺ پر خدا کا وحی نازل ہو چکا تھا پھر بھی سچائی کے لیے انہیں قربانی دینا پڑا تب جا کر اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا اور سچ ثابت ہوا۔ صرف باتوں دلائل اور لفاظیت سے ممکن ہوتا تو نبی کریم ﷺ بھی بیٹھ کر صرف سچ کا دعویٰ کرتا۔ قران پاک اور خدا کا رسول ہونے کے دلیل سے زیادہ طاقتور دلیل اور کیا ہوسکتا تھا؟

آج ہم جتنا بھی، جس حد تک یہ دلیل دیں کہ پاکستان بلوچستان پر قابض ہے، ہم بحیثیت بلوچ قوم بلوچ سرزمین کے مالک ہوتے ہوئے پاکستان کو اپنی سرزمین پر نہیں چھوڑتے اور چین بھی پاکستان کا ساتھ نہ دے اور بلوچ قوم کے وسائل کا لوٹ کھسوٹ بند کردے بلکل یہ فکر سچ اور سچائی پر مبنی ہے، کیا اس طرح کہنے اور دلیل پیش کرنے سے پاکستان اور چین بلوچ سرزمین کو چھوڑ دینگے؟ اور خود بلوچ قوم اس سچائی کو قبول کریگا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر 70 سالوں سے کیوں ایسا نہیں ہوا؟ کیوں سننے والا کوئی نہیں؟ اگر سنتے بھی ہیں لیکن کوئی توجہ نہیں ہو رہا ہے؟ کیوں سارے ٹھوس دلیل اور تاریخی حقائق نظر انداز ہو رہے ہیں؟ کیوں بلوچ وسائل کے لوٹ کھسوٹ میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے؟ کیوں چین اور دیگر بیرونی سرمایہ کاروں کی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے؟ کیونکہ سب کچھ طاقت اور تشدد کی بنیاد پر ہو رہا ہے، طاقت کو طاقت اور تشدد کو تشدد ہی ختم کرسکتا ہے دنیا میں کوئی ایسی ایک مثال ہے؟ جو بغیر طاقت اور بغیر تشدد سے طاقت اور تشدد کو کوئی ختم کرسکا ہے؟ میرے خیال میں بالکل نہیں پھر بلوچ قوم کس طرح اور کیسے چین اور پاکستان کی طاقت اور تشدد کو صرف دعووں اور لفاظیت سے ختم کرسکتا ہے؟ یا پھر انتہائی چھوٹے چھوٹے کاروائیوں سے اتنے بڑے پیمانے پر طاقت اور تشدد کو ختم کرسکتے ہیں؟ یہاں رکاوٹ اور

پریشر کی حد تک بالکل کافی ہیں لیکن خاتمہ کرنا ناممکن نہیں۔

اگر ہم بحیثیت بلوچ قوم اور بلوچ جہد کار صرف اور صرف رکاوٹ اور پریشر گروپ یا ہر ایک اپنے آپ کو انفرادی طور پر تاریخ میں محدود سطح تک زندہ رکھنے کی خواہش مند ہے تو پھر جو چل رہا ہے، وہ صحیح ہے، پھر ہم تاریخ میں ضرور بالضرور اور ایک محدود سطح تک یاد رکھے جائینگے لیکن بطور کامیاب انسان اور کامیاب تحریک اور کامیاب قوم کے نام سے کبھی بھی نہ یاد رہینگے نہ ہی ہماری کامیاب تاریخ رقم ہوگی، تو پھر اس طرح کے سینکڑوں قوم اور تحریک پہلے بھی گزر چکے اور آج بھی گزر رہیں ہیں جنکی کوئی خاص تاریخی اہمیت نہیں ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں آج شعور و علم کی سطح کی کمزوری اور پست ہونے کی وجہ سے ہم سوچ کے حوالے سے انتہائی محدود دائرے اور مقام پر کھڑے ہو کر اس محدود دائرے اور سطحی مقام کو وسیع اور اعلیٰ مقام تصور کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت ایسا نہیں ہے۔

آج یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور شیشے کی طرح صاف اور واضح ہو چکا ہے، کچھ طبقے شعوری یا لاشعوری، دانستہ یا غیر دانستہ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپری سطح تک مکمل ایک بلوچ قومی اور عوامی تحریک کی سوچ تک نہیں رکھتے ہیں یا ان کی سوچ اور اپروچ کی سطح یہاں تک ہے یا پھر سب کچھ جانتے ہوئے صرف اور صرف تحریک کی شکل اور نام پر بزنس یا وقت گزاری کرتے ہیں، جو قومی المیہ ہے۔

اس سوچ سے نہ تو دنیا کی توجہ بلوچستان پر مبذول ہوگا اور نہ دشمن سے چھٹکارہ حاصل ہوگا، البتہ دشمن کے لیے کم سطح پر تکلیف اور پریشانی ضرور ہوگا اور اس سطح کی تحریک کو دنیا کبھی بھی کھل کر اور بڑے پیمانے پر سپورٹ نہیں کریگا اور دنیا اتنا بے وقوف بھی نہیں کہ وہ پاکستان اور چین جیسی طاقتوں سے مفت میں دشمنی مول لے، جب تک دنیا کی طاقت آپ میں وہ قوت اور طاقت محسوس نہ کرلے، اس وقت تک عملاً اور مکمل مدد ممکن نہیں۔

البتہ صرف پریشر گروپ کی حد تک توجہ دینا اور مدد کرنا ممکن ہوگا، جو بلوچ قومی تحریک اور مجموعی بلوچ قوم کے لیے مفید ثابت نہیں ہوگا، البتہ کچھ لوگوں اور کچھ خاندانوں کے لیے ضرور فائدہ مند ہوگا۔

انفرادی، خاندانی اور گروہی فوائد کے لیے آج بلوچ تحریک میں کچھ طبقات اسی سوچ پر کاربند ہیں، جو انتہائی خطرناک ہیں، ایسی سوچ پر تحریک کو قومی اور عوامی تحریک کی شکل اور ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کیلئے، کچھ طبقات کبھی برداشت نہیں کرینگے، کیونکہ قومی اور عوامی تحریک کی شکل میں ان کی ذاتی، خاندانی اور گروہی مفادات کا تحفظ نہیں ہوگا، پھر پانے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں۔

پھر پاکستان اور چین جیسے بلوچ دشمن قوتوں کا ردعمل آخری حد تک ہوگا، اس خوف کے تناظر اور ذاتی خوشحال زندگی گذارنے کے نقطہ نظر سے پاکستان اور چین جیسی دشمن کو زیادہ تکلیف دینا، انکو ناگوار گذرتا ہے، بس ایک حد تک اور معمولی سطح پر دشمن کو دشمن کہنا اور اس کے خلاف کچھ نہ کچھ کرنے والا حکمت عملی کافی ہوتا ہے، اس سے بڑھ کر کچھ کرنے والے اور قدم اٹھانے والوں کا گلہ گھونٹنا، حوصلہ شکنی اور مخالفت کرنا اس سوچ کے تحت تاکہ قومی اور عوامی تحریک اور دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان کی سوچ پروان نہ چڑھے جو کہ بلوچ تحریک میں انتہائی خطرناک سوچ اور حکمت عملی ہے۔ اسی خطرناک سوچ اور حکمت عملی کی وجہ سے تحریک سے وابستہ مخلص، قربانی کے جذبے سے سرشار جہدکاروں کے خلاف حربے، پروپیگنڈے، دیوار سے لگانے والے سازش، کردارکشی، الزام تراشی، حوصلہ شکنی، مخالفت درمخالفت جاری وساری ہے۔

بلوچ قومی **لیجنڈ** ریحان بلوچ نے قومی آزادی کی فکر کو مزید سچ ثابت کرنے کے لیے اور دشمن کو یہ پیغام دینے کے لیے پاکستان اور چین پر فدائی حملہ کرکے یہ ثابت کردیا کہ بلوچ اپنی سرزمین پر کسی کو برداشت نہیں کرتا، اب یہ سچ اور سچائی خود بلوچ معاشرے میں پروان چڑھ کر آئندہ مزید کئی ریحان جیسے سپوت پیدا کریگا اور دشمن کے خلاف مزید ایسے اقدامات سامنے آئینگے، تو بلوچ قومی تحریک اور بلوچ سیاست میں متوقع تبدیلیوں کے ساتھ مزید ردانقلابی قوتیں واضح ہوکر اصل قومی جہدوجہد کے سامنے رکاوٹ ہونگے، ان کو سمجھنا اور جاننا ہر مخلص ایماندار اور ہم خیال جہدکار کی ذمہ داری ہے، یہ اس وقت ممکن ہوگا، جب سطحی اور محدود سوچوں کا خاتمہ ہوکر شعور اور سنجیدگی اپنی بلندیوں پر ہو۔

☆☆☆

ریحان

مہاران بلوچ

کون ہے ریحان؟ دنیا کے ان گنت لوگوں میں سے اسی شخص کا نام کیوں سننے میں آیا؟ اس بھیڑ میں کیا کیا اس شخص نے کہ اسکا نام خوشبو کی طرح مہکنے لگا، وطن کی آب ہوا میں پھیلتی یہ خوشبو اپنے ہونے کا اعلان کرتا ہوا پھیل رہا ہے۔

کبھی اس شخص سے ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی اس نام کے بارے میں سنا تھا۔

11 اگست کے دن صبح میں نے فیسبک کھولا اور 11 اگست کے کمپین کے حوالے سے کچھ پکچرز اپلوڈ کیے تو تب ہی مجھے ایک سنگت شاہ دوست کا فیسبک اسٹیٹس نظر آیا' رخصت اف اوارون سنگت' میں نے چیک کرکے لائیک کردیا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی، شہید امیر جان کی شہادت کے بعد یہ الفاظ ہر زبان پر عام رہے، ہر سنگت کی گفتگو کا اختتام انہی الفاظ میں ہوتا تھا، تب یہ خیال نہ آیا کہ آج کے یہ الفاظ عظیم مقصد پر کامیاب ہونے کے لیے جانے سے پہلے کے الفاظ ہیں، یہی ہوا اور پھر کچھ دیر بعد فون چیک کیا تو شاہ دوست نام کے اسٹیٹس دیکھ کر حیران رہ گئی، دوستوں سے معلوم کرنے کے بعد پتا چلا کہ ہمارا ہنس مکھ مہربان مخلص ساتھی شاہ دوست ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا ہے فیس بک چیک کرنے کے بعد جب ریحان جان کی تصویر پر نظر پڑی تب وقت تھم سا گیا کہ ہمارا شاہ دوست ایک فدائین ہے۔ وہ اس قدر عظیم حوصلہ وہمت کا مالک نکلا کہ اس نے مقصد کو ہر چیز پہ فوکیت دیتے ہوئے قوم کی خاطر اپنی جان قربان کرگیا۔

شاہ دوست ایک فیسبک آئی ڈی جس سے تعلق بغیر کسی کام ضرورت کے پڑا تھا نظریہ فکر ایک ہونے کے سبب ایک میسنجر گروپ جہاں ضیاء شعبان کے نام سے، جاوید سارنگ کے نام سے اور ریحان شاہ دوست کے نام سے ایڈ تھے۔ جن سے ہمیشہ گفتگو ہوتا رہا جنہیں دیکھے بغیر ہم

نے اپنی ننگ ناموس ،اپنے وطن مادر کے رکھوالے مان کر انکے دیوان سے لطف اندوز ہوتے رہے، وہ بھی ہمیں دنیا کے عظیم رشتوں میں پروکر ہمارے ہرلفظ ہر بات کی رہنمائی کرتے رہے ان سے الفاظ کے رشتوں نے ہمیں زندگی کے معنوں سے آگاہ کر رکھا، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھے بغیر ہم نے خون کے رشتوں سے مظبوط رشتے بنائے تھے یہ انکے سچے پن اور مخلصی ہی تھی جس نے نہ صرف مجھے اس قابل بنایا بلکہ مجھ جیسے کئی لوگوں کو انسان بننے کا رستہ دکھایا۔

جب وہ اس قدر کامیاب ہوجاتے ہیں کہ اپنی ذمہ کا ہر کام مکمل کرتے ہیں تو ایسے دیوانے اپنی جان سے گذر کر مکمل ہوجاتے ہیں۔انہیں زندگی سے بس یہی سروکار ہوتا ہیں کہ انکی سانسیں وطن کے بزگ لوگوں کے کام آجائیں، وہ اپنی شناخت مٹا کر ہماری شناخت کو پہچان بخشتے رہے ہیں وہ ہر دور میں زندہ رہنے کا ہنر پاتے ہیں۔

جاتے جاتے ہمیں جگا کے گیا وہ شاہ دوست ایک عظیم ہستی کا بیٹا اور میرے وطن کا ہمدرد اور سچا سپاہی رہا، وہ کوئی اور نہیں ریحان تھا جسے ہم شاہ دوست کے نام سے جانتے تھے وہ الوداع کہہ کر چلا گیا تھا اسے واپس نہیں آنا تھا، وہ اپنا فرض پورا کر کے وطن کا قرض اتار کر مادر وطن پر جان نچاور کر چکا تھا وہ جانتا تھا کہ آج اس لمحے کے بعد اسے آزاد ہی ہونا ہے اور وہ اس میں کامیاب ہوگیا وہ خود آزاد ہوکر ہمیں آزاد ہونے کا رستہ دیکھا گیا، ایسے رستوں کا چناؤ کرنے والے ہی اصل رہنما ہوتے ہیں وہ عملی طور پر کر دکھاتے ہیں اور ایسے رہنماؤں کی پیروی کرنے والے کبھی رستہ نہیں بھٹکتے۔

اس عظیم ہستی نے اپنے عمل سے اور بہادری سے بتا کے گیا ہے کہ وہ وطن کا غمخوار ہے، ایسے لوگ وطن کے حلالی فرزند کہلاتے ہیں۔

آج میں نے جان لیا کہ یہ سچا جہد کار اور مادر وطن کا سپاہی جو اتنی کم عمری میں مادر وطن کے عشق میں اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اتنا بڑا فیصلہ لیا مجھے سنگت کی شہادت پر فخر ہے، وہ جاتے جاتے یہ بتا کے گیا ہے کہ وطن کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔،فدائیں ریحان کوئی اور نہیں وطن کا حقیقی سپوت تھا، اس نے اپنے لوگوں کو اپنے کردار سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں راہ

راست پر لانے کے لئے فدائی حملے کو چنا، ریحان جان نے اپنے اس فدائی حملے سے بلوچ تحریک اور بلوچ نوجوانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ جاتے جاتے کہہ گیا ''رخصت اف اوارون سنگت آک'' یہ خوبصورت الفاظ ظاہر کرتے ہیں ریحان نے اس کمسن عمر میں اتنا بڑا فیصلہ خوشی خوشی قبول کرلیا، اس نے اپنی زندگی اپنے مقصد کی خاطر بخوشی قربان کردیا۔ وہ رخصت کر کے نہیں گیا اسے یقین تھا کہ وہ اسی مٹی میں رہے گا آنے والے ہزاروں سالوں تک وہ ہر ایک کی زبان پر، اس مٹی پر چلتی ہواؤں میں، شانتل کی آواز میں، چٹانوں کے سینے میں ،حانی کی یادوں میں ۔۔۔زندہ رہے گا۔

اسے یقین تھا کہ میرے اس عمل اور اس نظریے سے ہزاروں ریحان پیدا ہونگے اور ایسے ہی مادر وطن کے لئے دشمن کو نیست نابود کرنے کے لئے اپنی جانوں کا نظرانہ پیش کرتے رہیں گے اور اگر کبھی کمزور پڑیں گے تو میرا بہادرانہ عمل اور نظریہ انہیں درس سمت دیتا رہے گا اور وہ ہر وقت دشمن پر قہر بن کر ٹوٹنے کے لیے تیار رہیں گے۔

مجھے یقین کامل ہے کہ ریحان آج اپنے باقی ساتھیوں سے بغل گیر ہوکر ہمیں اور ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہوگا، وہ دیکھ رہا ہوگا کہ وہ کس قدر دشمن کو خوفزدہ کر کے چلا گیا، وہ دیکھ رہا ہوگا کہ اس نے کس قدر اپنی قوم کو جگا کر چلا گیا، وہ دیکھ رہا ہے مسکرا کر کیونکہ وہ کامیاب ہوکر چلا گیا، وہ دیکھ رہا ہے میرے الفاظ کس قدر اسکی قربانی کے سامنے حقیر نظر آرہے ہیں، پر آپ عظیم ہو، آپ کی قربانی کے لیے آسمان وزمین پر ایسے گراں قدر الفاظ نہیں جو آپ کی شخصیت کو بیان کر سکے یہ الفاظ آپ کی شخصیت کے ذرہ برابر بھی نہیں۔

میں قوم کی ایک بیٹی اور آپ کی نظریاتی بہن کے چند الفاظ جو دل پر بوجھ بن کر پڑے تھے میرے الفاظ آپ سے معذرت خواہاں ہیں اور نم آنکھیں اس غرور میں ہیں کہ مجھے اس سفر میں ریحان جیسا بھائی ملا۔

☆☆☆

تم کامیاب ہوگئے ریحان

عائشہ بلوچ

ریحان جان اس شخصیت کا نام ہے، جس نے اس چھوٹی سی عمر میں وہ کر کے دکھایا، جو میری سوچ سے بہت آگے ہے۔ ریحان جان نے یہ ثابت کر دیا کہ سوچ کا عمر سے کوئی تعلق نہیں، واقعی ریحان جان تم نے جو کہا وہ کر کے دکھایا مجھے یاد ہے آج بھی جب تم بارہ سال کے تھے تب تم نے کہا تھا کہ میں انشااللہ فدائی حملہ کرونگا، دشمن پر۔۔۔ میں بہت زیادہ ہنسی تھی اور میں نے کہا تھا ریحان بولنا بہت آسان ہے اور تم خود بھی میرے ساتھ ہنسے تھے، اپنی صفائی میں اور کچھ بھی نہیں کہا تم نے۔

ریحان جان آج میں بہت شرمندہ ہوں، تمہارے عمل و سوچ کے سامنے، تم نے جو کہا وہ کر دکھایا۔ اس دن کے بعد کبھی بھی تم نے مجھ سے اس بات کا ذکر نہیں کیا اور نہ کبھی بڑی بڑی باتیں کی، پر میں تو اس بات کو مزاق سمجھ کر بھول گئی تھی لیکن تم نہیں بھولے تھے، کیونکہ تم مذاق نہیں کر رہے تھے۔ تمہارا مقصد تب ہی سے تمہارے ساتھ تھا، آج تمہارے بارے میں لکھنے کو بہت دل کرتا ہے، مگر بہت مشکل سے لکھ پاتی ہوں، میں جانتی ہوں تمہارا عمل میری لفظوں کا محتاج نہیں، بچپن سے لیکر تمہارے الوداع کہنے تک کا سفر بہت یاد آتا ہے، ایک ساتھ اسکول جانا، مستی مذاق، لڑنا جھگڑنا سب کچھ تمہاری وہ پیاری باتیں، گھر میں داخل ہوتے ہی میرا نام لینا آج بھی تمہاری آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے، ریحان بہت زیادہ فخر ہے مجھے تم پر، تم نے ہم سب کو حوصلہ دیا ہے، ہمیں جذبہ دیا وطن سے کس حد تک محبت کرتے ہیں وہ سکھایا ہے۔

میری مایوسی کو توڑ دیا تم نہ، میرے اس کمزور دل کو مضبوط کر دیا، اپنے عمل سے۔ پہلے بھی تم عظیم تھے جب بھی کوئی تمہیں ڈانٹتا تھا، تم مسکراتے کسی کی ناراضگی کو بھی مسکرا کر سہہ لیتے۔ تم نے کبھی بھی کسی کو ناراض نہیں کیا، تمہاری مخلصی ہی تمہارے عظیم ہونے کا ثبوت ہے۔

میں نے تم سے کہا تھا نا، کہ میں تمہارے بغیر کیسے رہونگی لیکن آج تم میرے ساتھ ہو، تم زندہ ہو میری سوچ میں میری باتوں میں میری یادوں میں تمہاری باتیں ہمیشہ میرے ذہن میں ہیں، تمہارا وہ مسکراتا چہرہ ہمیشہ میرے سامنے ہے۔ میں نے کبھی بھی تمہیں مایوس نہیں دیکھا، ایک بار پوچھا بھی تھا تم سے، ریحان تم ان حالات میں مایوس نہیں ہوتے؟ تمہارا مسکرا کر جواب دینا کہ ''نہیں بلکل بھی نہیں۔'' تب میں نے کہا تھا

''ارے تم تو بہت ہی بے پروا ہو۔''

تب بھی تم نے مسکرا کر کہا تھا'' اس میں پرواہ کی کیا بات ہے؟'' تم بالکل بھی بے پروا نہیں تھے، پھل آج یہ ساری باتیں بہت تکلیف دیتی ہیں، جب بھی میں تمہارے مقصد تمہارے عمل کے بارے میں سوچتی ہوں، دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، ہاتھ لرز جاتے ہیں اور جب ماں باپ کے بارے میں سوچتی ہوں کہ کیسے انہوں نہ تمہیں ہنستے مسکراتے رخصت کیا اور آج تم پر فخر کر رہے ہیں تو میرا حوصلہ خود مضبوط ہو جاتا ہے، دل خود بہ خود بڑا ہو جاتا ہے۔ ریحان جان! تمہاری سوچ آج ہر جگہ موجود ہے۔ سب میں ایک نیا جذبہ پیدا ہو گیا ہے، تم کامیاب ہو گئے، میرے پُھل پوری طرح سے کامیاب۔

☆☆☆

حوصلوں کا نام ریحان

علیزہ بلوچ

کیا بیان کروں میں اس ریحان کو، جس نے جرات و بہادری اور قربانی کی نئی مثال قائم کردی۔ مقابلہ کرنے کے لیئے عقلمندی کے علاوہ بہادری بھی ضروری ہے. اور بہادری میں اکثر اوقات جنون اور جذبے کا بھی بہت دخل ہوتا ہے، جو عقل اور سمجھ و بوجھ کے معیارات سے ماورا ہوتے ہیں. جرات اور بہادری کی مثال قائم کرتے ہوئے ریحان نے جس طرح مادر وطن سے اپنی محبت، اپنے عشق کا اظہار کیا وہ تاریخ رہتی دنیا تک یاد رکھے گی۔

میں اتنی بڑی ادیب تو نہیں ہوں کہ ریحان جیسے عظیم ہستی کے بارے میں لکھنے کی جرات کروں اور نہ ہی ایسے عظیم لوگ میرے چند لفظوں کے محتاج ہیں اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ یہ چند الفاظ میرے جذبات اور احساسات کو بیان نہیں کر پائیں گے، مگر ایک سچ یہ بھی ہے کہ دل کسی کی نہیں سنتا۔ بس یہی حال میرے دل کا بھی ہے کہ میں اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ لے کر اپنے جذبات کا ذکر کرنے کے لیے میں نے اپنے دوست، اپنے بھائی، اپنے سرمچار، اپنے راہشون، اپنے ریحان کی یاد میں قلم اٹھالیا۔

ریحان! میری کیا اوقات کہ میں آپ کی شان میں کچھ لکھ سکوں، میں کیسے بیان کروں کہ آپ کے، اماں یاسمین کے اور استاد کے اس عمل نے مجھ میں اور مجھ جیسے کئی کمزور دل لوگوں کے دلوں میں کتنی مضبوطی، کتنی ہمت، کتنا حوصلہ پیدا کیا ہے، وطن سے محبت کی ایک نئی قوت جگا دی ہے ہم سب کے اندر۔

کتنے عظیم ہیں وہ ماں باپ، وہ بہن بھائی جنہوں نے آپ کو مسکرا کر رخصت کرتے ہوئے خوشی سے وطن پر قربان کر دیا۔ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں کہ وہ لمحہ کتنا خوبصورت ہوگا، جب

ماں اپنے لخت جگر کو مادر وطن کی بیرک میں لپیٹ کر ایک دولہے کی طرح سجا کر گلے لگاتے ہوئے اسکے مشن میں کامیابی کی دعا کرتے ہوئے اسے رخصت کرتی ہے اور اسکی آنکھوں میں آنسو کا ایک قطرہ تک نہیں ہوتا۔ کیسی کیفیت ہوگی وہ صرف اماں یاسمین ہی جانتی ہے۔ کتنی عظیم ہستی ہے بی بی یاسمین اپنے لخت جگر کو ایک ایسے مشن پر بھیج کر کامیابی کی دعا کرتی ہے کہ جہاں اسے یہ پتہ بھی ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔ 5 دن پہلے آخری دیدار آہ۔۔۔ میرے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے، آگے میرے الفاظ گونگے ہو گئے ایک ماں کی بہادری اور دلیری کے آگے الفاظ میرا ساتھ نہیں دے رہے۔۔۔

یہی تو ہوتی ہے محبت، یہی ہے مادر وطن سے محبت کی انتہاء، نسلوں تک ایسے بہادر لوگوں کے قصے مائیں اپنے بچوں کو سنایا کریں گی، بلکہ مائیں ایسے ہی اپنے بچوں کو خوشی خوشی وطن پر قربان ہونے کے لیئے بھیجا کریں گی۔

اگر اسی طرح ہر ماں بہادری سے اپنے بچے کو وطن کی ننگ و ناموس، وطن کی آزادی، اسکی حفاظت اس کے پرامن مستقبل کے لیے قربان کرتی گئیں، تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی طاقت ہمیں ہمارے اپنے ملک بلوچستان میں غلام نہیں رکھ سکتا۔ ہر ماں کو اماں یاسمین جیسا بہادر ہونا چاہیئے تاکہ وہ ریحان جیسے بہادر بیٹے جنم دے کر انکی تربیت اسی بہادری سے کر سکے۔

موت تو برحق ہے، زندگی فانی ہے۔ سانسوں کا تسلسل ایک نہ ایک دن ٹوٹتا ضرور ہے۔ اگر مر ہی جانا ہے تو کیوں نہ کوئی عظیم کام کر کے ہی دنیا سے رخصت ہوا جائے، اپنے آنے والی نسلوں کو آزادی کی فضا میں سانس لینے کے لیے کسی طور پیچھے نہ ہٹیں، کچھ اچھا کر کے ہی دنیا چھوڑ جائیں، مگر یقیناً ایسا کرنے کے لئے بہادری اور بلند حوصلے کی ضرورت ہے جو ریحان نے اپنے عمل سے ظاہر کر دیا۔

شاہ دوست کے نام سے جانے جائے والے آئی-ڈی کے ذریعے ایک ایسا دوست جس کا کبھی گمان بھی نہیں ہوا کہ اتنا عظیم کام کر جائے گا کہ سب کو حیران کر دے گا۔ جب کبھی وہ کٹھی میٹھی تکرار یاد آتی ہے تو بس دل سے آہ نکلتی ہے کہ کیسا بہادر اور عظیم دوست ہمارے بیچ تھا، جس نے کبھی بھی محسوس ہونے نہیں دیا کہ وہ چھوٹی سی عمر میں اتنا بڑا کام کر جائے گا کہ بڑے بڑوں کی عقل دنگ

رہ جائے گی۔آج فخر سے کہتی ہوں کہ اس بہادر اور عظیم ریحان کی میں بھی دوست رہ چکی ہوں میں سوچتی ہوں میں کتنی کمزور ہوں، یادوں کے آنے سے رو پڑتی ہوں اور اسے دیکھو وہ کتنی عظیم ماں ہے، رخصت کرتے ہوئے روئی تک نہیں۔نہیں میں کمزور نہیں پڑ سکتی ریحان کی قربانی اس لیے نہیں تھی کہ میں یا مجھ جیسے کمزور پڑ جائیں، اس نے تو حوصلہ بخشا ہے، اس نے تو نئی راہ دکھائی ہے اس کی راہ پر چل کر بہادری کا مظاہرہ کرنا ہوگا کہ ہمارے لوگوں کی مایوسی ختم ہو اور اس نے ایسے مشکل وقت میں اپنی جان کا نظرانہ دے کر تحریک میں ایک نئی جان ڈال دی ہے مایوسیوں کو ختم کیا ہے۔

آج تک حضرت ابراہیم کی قربانی یاد کر کے اسکی مثال دیا جاتا تھا، مگر آج کے بعد بی بی یاسمین اور استاد اسلم بلوچ کی قربانی کے مثال دیئے جائیں گے۔حضرت ابراہیم کی یاد میں عید قربان منایا جاتا ہے اور ریحان کی قربانی کو یاد کر کے 11 اگست بطور عید منائی جائے گی۔۔میں سمجھتی ہوں استاد اسلم نے حضرت ابراہیم سے بڑھ کر قربانی کی مثال قائم کی ہے کیونکہ جب حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ کی قربانی دے رہے تھے تو انہوں نے اپنی آنکھیں بند کی تھیں جبکہ استاد اسلم یہ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح انکا بہادر بیٹا دشمن کو شکست دینے جا رہا ہے۔یقیناً اللہ تعالیٰ کو بھی اس وقت استاد کا یہ سچا اور مخلص جذبہءِ قربانی بہت پسند آیا ہوگا۔

حالات کو تبدیل کرنے اور بہتر بنانے والے اگر میدان عمل میں داخل ہونے کی زبردستی نہ کریں، تو صدیوں بلکہ قرنوں تک حالات ''جوں کے توں'' رہ جائیں، کہیں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوگا، نہ ہی کوئی جرات انکار کرے گا اور کہیں کوئی موجود کو غیر موجود نہ کرے تو دنیا میں کوئی انقلاب نہ آئے، کوئی تبدیلی نہ آئے کوئی بہتری وجود میں نہیں آسکتی تھی۔

مشکل وقت کو حوصلے، دانش مندی اور قربانی سے جس طرح استاد نے عظیم امکانات میں تبدیل کیا بالکل اسی طرح جس طرح اندھیری رات میں چمکنے والے ان گنت ستارے اپنے خون سے سحر پیدا کرتے ہیں۔زندہ قومیں آفات اور مسائل سے گھبرانے کے بجائے ان کے اسباب کے scientific تجزیے اور ان کے حل پر اپنی توجہ مرکوز رکھتی ہیں۔

☆☆☆

ریحان دیکھ رہا تھا

جلال بلوچ

ریحان کی گہری نظریں قومی تحریک کے ہر چھوٹے بڑے مسئلے اور معاملے پر جمے ہوئے تھے، ریحان غور اور مشاہدے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ریحان چھوٹی سی عمر میں بھی بڑے سے بڑے بتوں کو شکست فاش دینے کی اہلیت رکھتا تھا، ریحان نیک اور بد کی تمیز فلسفیوں سے زیادہ جانتا تھا۔اس لئے تو وہ ریحان سے **لیجنڈ** ریحان بن گیا۔

ریحان دیکھ رہا تھا، ریحان ہر وہ چیز محسوس کر رہا تھا، جو ہر کوئی سوچ نہیں سکتا، ریحان غلامی کی شدت درد کو انتہاء کی حد تک محسوس کر کے اپنے احساسات میں شامل کر چکا تھا۔ریحان اس لیئے عظیم بنا کے وہ چھوٹے عمر میں وہ کر گیا جو لوگ پوری عمر حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی نہیں کر سکتے بلکہ اس عمل کے بارے میں سوچ کر کانپ اٹھتے ہیں۔ریحان بھی ایک عام انسان اور عام بلوچ تھا، مگر ریحان آج خاص ہے وہ اس لیئے کہ ریحان کی سوچ خاص اور عظیم تھی۔

ریحان وہ تھا جو عام بلوچ کے گھر پیدا ہوا، ایک عام اور غلامی کی زندگی بسر کرنے والا عمر میں چھوٹا، مگر عمل میں سب سے بالغ و پختہ تھا۔ریحان ایک سوچ، فکر، نظریہ و فلسفہ تھا مگر ریحان چپ تھا، ریحان دیکھ رہا تھا۔

ریحان نے ہر وہ غیر ضروری تنقید برائے تنقید دیکھا تھا، ریحان نے دشمن کا ہر دیا ہوا درد سہہ کر محسوس کیا تھا، ریحان جانتا تھا میری پرورش ایک غلام قوم و غلام سماج میں ہوا ہے۔ریحان نے بے شمار شہیدوں کی خون کی خوشبو کی مہک بہت ہی نزدیک سے سونگا ہوگا، ریحان نے ہر ماں کا درد محسوس کیا ہوگا جن کے لال اور پیارے بچے آج تک زندانوں میں قید و بند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ریحان نے ان ماوں کا سینے میں چھپا ہوا درد محسوس کیا ہوگا، جن کے پھول سے پیارے بچے انکے آنکھوں کے سامنے شہید کر دیئے گئے ہیں۔ریحان دیکھ رہا تھا۔

ریحان ہر اس بہن کی پیروں کی تھکان شدت سے محسوس کر چکا تھا، جو اپنے باپ کی تلاش میں کئی سالوں سے گلیوں، سڑکوں، عدالتوں ہسپتالوں، شہر شہر بھٹک چکے ہیں۔ ریحان ہر اس بہن کی پکار کانوں میں لیئے سن رہا تھا، جو اپنے بھائیوں کی خاطر چیخ چیخ کر رو پڑی۔ ریحان دیکھ رہا تھا۔

ریحان ہر اس باپ کی فریاد سن رہا تھا، جو اپنے لاڈلے بچوں کے یاد میں آہ کر کے نکالتے تھے، اس لیئے ریحان عظیم بنا اور ریحان **لیجنڈ** کہلایا۔ ریحان وہ سسکیاں با آسانی محسوس کر گیا، جو شہیدوں کے بیواؤں کے دل سے نکلتی ہیں، ان بے بس آہوں کو لیکر ہمیشہ اشکبار ہوا ہوگا، جن بہنوں کے شوہر ٹارچر سیلوں میں بند ہیں، جن کو کئی سالوں سے کچھ پتا نہیں زندہ بھی ہیں یا مسخ کر کے پھینک دیئے گئے ہیں۔ ریحان دیکھ رہا تھا۔

ریحان ہر اس پتھر، سونے و چاندی کی آہ و پکار سن رہا تھا، جو سرزمین بلوچستان سے کرید کر نکالا جاتا اور بلوچ کو اس کی کوئی بھی پرواہ نا تھا، ریحان ساحل سمندر کی اس گہرائی سے واقف ہو چکا تھا، جس ساحل سے پاکستان سمیت دشمن چین بھی اس کی ہر ایک آمدنی سے لطف اندوز ہوتے، ریحان لیاری کی ان مظلوم بلوچوں سے واقفیت رکھتا تھا، جن کو اکیسویں صدی میں غلامی جیسے طوق لعنت سے مدہوش دیکھا جا سکتا۔ ریحان دیکھ رہا تھا۔

ریحان اس لئے عظیم نہیں بنا کے اس نے وطن کی خاطر جان قربان کیا، بلکہ اس لئے عظیم ہے کیونکہ یہ سب احساس ایک فلسفی و زانتکار کے اندر بھی موجود نہیں تھے، جتنے ریحان نے اپنے سینے میں چھپا کر خود کو فولاد کی طرح مظبوط کیا تھا، واقعی ریحان شہنشاء شہیدان کہلاتا ہے۔ کردارِ ریحان نے جنگل کی آگ کی طرح بلوچستان سمیت دنیا میں موجود مظلوم قومی تحریکوں کو اپنے لپیٹ میں لے لیا ہے، ریحان دیکھ رہا تھا۔

ریحان کی شعور نے اس انتہاء کو چھوا ہے، جو بلکل عظمت کی راہ دکھاتا ہے، ریحان بھی اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی سے بے انتہاء مہر و محبت کرتا تھا، لیکن ریحان نے تمام مظلوم بلوچستان کو محسوس کیا ہوا تھا، اس لیئے اس نے اپنے راہ کا انتخاب کیا، اس لیئے وہ **لیجنڈ** کہلایا۔ ریحان اب ہر نوجوان کیلئے ایک احساس ہونا چاہیئے جو اس کے فکر و فلسفے کو انتہاء تک پہنچانے میں کوئی کمی نا چھوڑے اس گلزمین بلوچستان کیلئے فدا ہوں، اس مٹی میں گل ہو کر سما جائیں۔ پھر یہاں سے ہی کامیابی ضرور بلوچ قوم کی قدموں کو چوم لیگی۔ ☆☆☆

حئی سے ریحان تک

بیرگیر بلوچ

ملن سے ہجر تک حئی سے ریحان تک زندگی نے وہ سکھایا جو سمندر کی گہرائیوں تلک میسر نہ ہو دونوں نے ایک بات سکھائی کہ وقت آن پہنچنے پر اپنے مقصد کی خاطر جان سے بھی گزر جاؤ، انہوں نے سکھایا کہ جہد کے رستے میں ہر کام خود کرو، خود آگے بڑھو، خود محنت کرو خود ٹارگٹ کو پہنچو اور جب وطن مادر کی راہ میں تمھاری جدو جہد لہو کا تقاضہ کرے تو بلا جھجک اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار رہو۔

حئی کہتا تھا'' میں کیوں کسی اور دوست کو کہوں کہ یہاں پر دشمن پہ وار کیا جا سکتا ہے جبکہ میں خود کام کا حصہ ہوں۔'' ریحان سکھا گیا کہ جہاں دشمن پر وار کرنے کا سوچتے ہو وہاں تک جانا کس قدر آسان ہے۔ حئی بچپن سے جوانی پھر اس بھری جوانی میں شہادت اس کے بعد اب تک ساتھ رہ کر ہر لمحہ سکھاتا گیا۔

ریحان چار سال پہلے کسی کام کے سلسلے میں فون پر رابطہ کر کے سنگتی کے دروازے سے داخل ہو کر رہنما بن گیا۔ جہد کے اس سفر میں کئی ایسے دوست جدا ہو گئے جن سے کبھی نا ملا یا گفتگو نہیں ہوئی تھی، مگر ہر ایک سے سوچ و نظریہ، احساس کا رشتہ بندھ رہا ہے اور ہر ایک کی جدائی نے روک کر لمحوں کے چاشنی کو افسردہ کر دیا ہے. انہی احساسات نظریہ و فکر سے دامن گیر سنگتوں میں ایسے دوستوں سے بھی مراسم رہے، جو اپنے کام اپنے مخلصی اپنے ذمہ داری اور اپنے گفتگو سے اپنے حیات میں ہی آپ کو اپنا گرویدہ بنا دیتے ہیں.

ایسے ہی دوستوں میں سے پہلا دوست سنگت حئی جسکے سنگتی نے مجھے یہاں تک لایا، جس کے بہادری نے مجھے قائل کیا جس کے کام کرنے کے طریقے نے مجھے ہمیشہ حوصلہ بخشا، میں نے بہت

پہلے ایک آرٹیکل میں ذکر کیا تھا کہ حئی میرے لیئے وہ ساتھی رہا ہے جس کے ساتھ موت سے بھی ڈر نہیں لگتا تھا۔ ریحان وہ سنگت ہیں، جس نے سکھایا کہ مر کر بھی دشمن کو ہرایا جاسکتا ہے۔

اس سفر کے دوران ہر وہ لمحہ جب آپ کا قریبی ساتھی آپ سے جدا ہو جائے وہ لمحہ بیان وگمان سے بہت آگے ہے، وہ لفظ نہیں ملتے آپ کو جو آپ اپنے ساتھی کے لیے محسوس کرتے ہو وہ لمحے آئینے کی مانند آپ کے سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں تب بھی آپ اس درد کو لفظوں کی شکل میں قطعی طور پر بیان نہیں کر سکتے، وہ پل جوان ساتھیوں کے ساتھ کٹے تھے وہ احساس وہ خوشی وہ قہقہے الفاظ کو ساگر کے لہروں سے لڑ کر بھی چھڑا لو تب بھی وہ ذکر ادھورا رہ جائے گا۔

میں کبھی ضیاء کو بیان نہیں کر سکا
میں کبھی اس حئی کو بیان نہیں کر سکا جسکے ساتھ میں نے جنگ لڑنا سیکھا.
میں کبھی امتیاز کے مہربان لفظوں کو پنے پر اتار نہیں سکا
میں کبھی جاوید کے قہقہے کو سنا نہ سکا
میں کبھی سلیمان کے میٹھے الفاظ کو بیان نہ کر سکا
اور نہ کبھی امیر کے محبت بھرے مجلس کو لکھ سکا
نہ ہی کبھی صدام عرف عرفان کے گفتگو کے ان لمحوں کو بیان کر سکا جس کے قہقہوں میں سفر آسان ہوتا تھا۔

ایسے ان گنت ساتھی جو سفر کے راہی رہے، لمحہ بہ لمحہ انکی جدائی نے جو درد دیا، وہ بس اس منزل تک پہنچنے پہ مکمل ہوگا یا تو ہم لڑ کر مرینگے یا پھر اس روشن صبح تک چلینگے جس کا وعدہ ان شہدا سے کیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بیان کرنا ان ساتھیوں کے متعلق وہم گمان سے باہر ہے.

جس قدر ان ساتھیوں کے جدائی نے غمزدہ کیئے رکھا ہے، اس سے بڑھ کر ہر ایک ساتھی کی قربانی نے اس جذبے اس حوصلے کو اور اڑان بھرنے میں سہارا دیا ہے۔ انگنت انمٹ ساتھیوں کی قربانی و چنا ہوا راستہ ایک آزاد وطن کا خواب ایک خالص تحریک جو ہم سے ہر لمحہ لہو کی مانگ کی ہے اور جہاں لہو کی مانگ ہو وہاں جان کی پروا نہیں کی جاتی. یہی ریحان کا فلسفہ ہے۔

ایسا ہی ہوا جب تحریک 2011 میں دشمن کے غضب کا شکار ہو رہا تھا، جہاں ساتھی اٹھائے اور لاشوں میں تبدیل کیئے جا رہے تھے، جب دشمن بدمست ہو کر گلی کوچے، گیابانوں کو جلا رہا تھا تب اس خوف کے عالم میں سینوں میں بھڑکتی آگ کو بھڑکانے کے لیے شہید درویش سامنے آیا اور لہو کے ایندھن سے آگ کو بھڑکا دیا اسی طرح، اس بار اپنوں کے کرم نوازی سے تحریک سرد خانوں کی نظر ہو رہی تھی، دشمن عالمی سطح پر متحرک ہو کر چائنا کی سربراہی میں اپنے قبضے کو دوام بخش رہا تھا تو ریحان سر بہ کفن دالبندین کے میدان میں اتر کر دشمن کے خلاف کارروائی میں اپنے سر کا سودا لگا کر تحریک وجہد میں ایک نئی روح پھونک دی۔

سنگت ریحان کی جانبازی، ہمت وحوصلہ اسکے لفظوں، اسکی آنکھوں میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے، بس ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ آنکھیں میسر ہو، جو اس فیصلے کے اثرات دشمن کے شکست بھرے آنکھوں میں دیکھ سکے. اس فہم کی ضرورت ہے جو ریحان کی جدوجہد کے زریعے دشمن کو بتا سکے کہ تمھارا یہاں کچھ بھی نہیں.

ہم میں سے ہر ایک ساتھی نے اپنے کام اپنے زمہ داری اپنی آخری سانس تک لڑنے کا عہد کر چکا ہے، اسی طرح ریحان نے بھی اپنے آخری سانسوں کا سودا دشمن کو یہ پیغام دینے کے لیے لگایا کہ یہاں ہم میں سے ہر وہ ساتھی تمہارے شکست کا سبب بنے گا جس نے یہ رستہ اختیار کیا ہے۔ ریحان سمیت سب کو معلوم تھا کہ یہ کاروائی آخری نہیں نہ ہی دشمن کو یہ سمجھ لینا چاہیئے.

تحریکیں ایسے مشن کا انتخاب ہی اس لیئے کرتے ہیں کہ دشمن کو خوفزدہ کر کے شکست سے دوچار کر کے کمزور کیا جائے. ایسے انتہائی حملوں سے دشمن کو بتایا جاتا ہے کہ ہم ہی اس وطن کے سچے عاشق ہیں. تحریک اپنے سفر میں ہر وہ عمل کارآمد بناتی ہے جس سے دشمن کو نقصان اور تحریک کو فائدہ پہنچے، ہر شہید سنگت نے اسی غرض سے قدم بہ قدم مشکلات کو. مسکرا کر اس لیئے قبول کیا کے تحریک کو دوام بخشا جائے۔

ریحان نے مجید بریگیڈ کا انتخاب کر کے وطن مادر سے اپنے محبت کا اظہار و دشمن سے نفرت کا جو پیغام دیا ہے ایسے ہی عظیم فیصلے ایسے عظیم قربانیوں کے بدولت ہی آج دنیا کے نقشے پر آزاد ریاستیں قائم

ہوئے ہیں۔ ریحان کی قربانی دشمن کے لیئے خوف کی علامت ہے اور یہ خوف اسے بلوچ کے ہر فرزند سے لاحق رہے گی۔

ریحان کی قربانی سے تحریک میں جو جان آئی ریحان کی قربانی سے لوگوں میں جو امید ابھر آئی ہے ریحان کی قربانی سے ماؤں کے جو حوصلے بلند ہوئے ہیں، ریحان کا مشن انہی بدلاؤ کے آنے سے مکمل ہوا ہے. ریحان سمیت تمام دوست اور تمام شہدا اس دن جیت کی خوشی منائیں گے جب سارے بلوچ اس جنگ کو اپنا سمجھیں گے۔.

ریحان نے اس جنگ کے کامیابی میں ارادوں کو اس قدر مضبوط کر دیا ہے، جواب نہ کسی سردار میر و سرکار کے بس میں ہو کے ایسے مظبوط ارادوں کا رستہ روک سکے. اس جنگ کے اثرات اب دشمن کے خلاف اٹھنے والے ہر قدم کی رہنمائی اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک شکست دشمن کا مقدر نہ بنے۔

ہر اس مسافر کا رہنما ریحان بنے گا جو اس چنے ہوئے رستے پر دشمن کے خلاف مورچہ زن ہوگا

ہر اس لفظ کا استاد ریحان ہوگا جو دشمن کے خلاف لکھا جائے گا

ہر اس عمل کا کردار ریحان ہوگا جو دشمن کے تابوت میں کیل کی. مانند ٹھوکی جائے گی

زندہ ریحان سے زیادہ خطرناک وہ ریحان ہوگا جو دشمن کے خلاف دالبندین کے میدان میں شکست کا علان کر کے فنا ہو گیا

ریحان دشمن کے لیے شکست کا علامت ہے کیونکہ وہ پیدا ہی دشمن کو شکست دینے کے لیئے ہوا تھا اس نے زندگی کے تھوڑے ہی وقتوں میں ہر دل میں وہ جگہ بنائی کے انکے حیات میں ہی انکے اپنائیت کا احساس ہو جاتا تھا۔

ریحان سے کئی بار باتیں ہوتی رہی، ہر بار گفتگو کا اختتام قہقہوں پر ہوا کرتا تھا، اکثر پوچھتا تھا شادی ہوا کے نہیں۔ پھر ایک دن اچھے خاصے تیاری کے ساتھ مبائل پے مزاق کرنے لگا کہ میں نے تو منگنی کر لیا پر آپ ابھی تک انتظار کرتے رہے ہو۔ اکثر گفتگو مزاق شغل میں مکمل ہو جاتا۔

سنگت کے شہادت سے قریباً پانچ چھ دن پہلے اس سے بات ہوئی، تنظیمی صورتحال پر کچھ باتیں

ہوئے میں نے ریحان سے کہا کے ساتھی تو لگے ہوئے ہیں مگر سامان کی کمی ضرور ہے، تو ریحان نے مسکراتے ہوئے کہا جہاں دوست کام کرنا چاہتے ہیں وہاں سامان نہیں اور جہاں سامان پڑے ہوئے ہیں وہاں کام کرنے والے موجود نہیں۔

اس دن کچھ زیادہ باتیں نہیں ہوئیں، پھر اسکے بعد ریحان سے کبھی گفتگو نہ ہو سکا، ہاں اتنا یقین ہے کہ ریحان یہاں بھی تمام ساتھیوں کے لیے یکساں مہربان رہا ہے، وہ وہاں بھی خود سے پہلے جانے والے دوستوں کے دیوان کا مہربان سنگت بنا ہوگا۔

تصوراتی خیالات میں سے ایک کثرت سے یاد آنے والا خیال یہ رہتا ہے ہمیشہ میرے لیے کہ یہاں سے جانے والے ساتھی کس قدر خوش نصیب ہیں کہ کامیاب بھی ہو کر جاتے ہیں اور ان سنگتوں کے محفل کا بھی مہمان ہوتے ہیں جو اسی راہ پر چل کر فدا ہو گئے۔ وہاں روز دیوان ہوتا ہوگا، وہاں روز محبت کے سائے میں دوست ایک دوسرے سے ملتے ہونگے وہاں وہی قہقہوں کی گونج ہوگی جو شام ہوتے ہوتے سارو کی چاندنی رات کا نظارہ ہوتا، جو پارود کے ٹھنڈی ہوا کا رستہ ہوتا جو وادی اے مشکے کے مہربان فضاؤں کا آغاز ہوتا۔ وہاں روز وطن زادوں کا یہی مشغلہ ہوگا۔

ہم کبھی نہیں ہارینگے، ہم دونوں صورتوں میں جیتیں گے کیونکہ ہم نے دونوں صورتوں کو اپنے کامیابی سے جوڑا ہے ہم یا تو شہید ہو کر دشمن کے موت کا سبب بنتے ہیں یا پھر آجوئی تک سفر کر کے کامیاب ہونگے۔

ریحان کے قربانی وقتی نہیں اور نا ہی ایسے قربانیوں کے کامیابی کی چراغ کچھ ہی پلوں میں نظر آتے ہیں یہ وہ قربانیا ہیں جو جہد کے ہر گزرتے دن کے ساتھ دشمن کو شکست دیتا رہے گا اور قوم ایسے ہی عظیم سنگتوں کی قربانیوں کے نتائج آجوئی کی صورت میں ضرور آجوئی سے پہلے دیکھے گا۔

☆☆☆

ریحان۔۔۔جیت کی علامت

سیم زہری

قلم اور کتابوں کے ساتھ میرا ہمیشہ سے معمولی سا تعلق رہا ہے۔ میں بذات خود وطن کے لئے لڑنے والے جانباز بندوق برداروں کے قافلے میں شامل نہ ہوسکا، اس میں شاید میرے کمزور اعصاب کا دوش ہے مگر میرے قلم نے ہر دور، ہر لمحہ، ہر لحاظ سے بندوق اٹھانے والوں، وطن پر مر مٹنے والوں کی پیروی کی ہے۔ انکے نقش پاء کے دھول سے اپنے الفاظ چنتا رہا ہوں۔ میرے کمزور ضعیف آنکھوں نے کئی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں میری زبان کو کئی سو دفعہ کاٹا گیا ہے۔ میرے سینے کو کئی بار چیرا گیا میں نے خود پر چڑھائی کی داستان سنی ہے۔ میں نے نوروز خان کے لشکر کی قربان ہونے کی داستاں سنی ہے۔ میں نے چاغی کو سینا تانے کھڑا دیکھا میں نے اپنی گل زمین کو لاشیں اگلتے دیکھی۔ میں نے سفر خان کے کاروان کے ہاتھوں پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنے ہوئے چیدوں سے لیکر تراسانی میں دلجان و بارگ کے زگریں بہتے لہو تک کا سفر اپنی نظروں کے سامنے گزرتے دیکھا۔ شہید امتیاز بلوچ کی یاد میں مشک بیل کے چشمے سے رستے آنسو دیکھے۔ شھید شہیک کے جسم سے بہتے خون کے ساتھ قوم کو متحد رہنے کا اس کا آخری پیغام بھی سنا۔

اسی درد و غم کی عالم میں میں نے بولان سے امید آتے دیکھا، چلتن کو شیریں بکھیرتے ہوئے دیکھا، میر گھٹ کے پہاڑی پر آزاد فضاؤں کی گزر سے لطف اندوز ہوتے شانتل کی کُو میں آنے والے بہاروں کی سوغات دیکھی، مکران کی گرم تھوش میں پک رہے گرم لہو کی مہک محسوس کی۔ کاہان کے ترلبوں پر بس آجوئی آجوئی کی پکار سنتے آیا ہوں۔

یہ آس، یہ امید، یہ انتظار، یہ گیت، یہ سوغات، یہ نغمے، یہ الفاظ میرے وطن نے کئی سالوں سے اپنے زیست کا سامان بنائے رکھے ہیں۔ مادر وطن بلوچستان کی اولاد ہونے کے ناطے میرے

حصے میں بھی یہی کچھ آیا۔ غلامی، بزگی، ظلم، تشدد، بھوک۔ غربت و افلاس کے ماروں کا بس یہی امید ہی اک سہارا رہا ہے۔ اس امید میں بس ایک شے کارآمد رہے کہ اسکی سانس نہیں ٹوٹی۔۔

گرتے سنبھلتے ہر اتار چڑھاؤ کو دیکھا مگر امید بندھی رہی کہ

کہیں کوئی کسی ماں کی کوکھ میں اپنا وجود پا رہا ہوگا

کہیں کوئی اپنے ننے پیروں پہ چلنا سیکھ رہا ہوگا

کوئی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے پھولوں کی حفاظت کر رہا ہوگا

کوئی تتلی کے نازک سے رنگوں میں اپنا شاندار مستقبل دیکھ رہا ہوگا

کہیں دودھ کے قطروں نے وطن مادر پر فنا ہونے کا وعدہ لیا ہوگا

کہیں کسی ماں کی لوریاں اپنے زنجیروں کی کھنکھناہٹ سے اکسا رہے ہونگے

کہیں انکے لفظوں میں یہ بیان ہوگا کہ تم وطن مادر کے بیٹے ہو تم جاؤ اپنے وطن کی خاطر لڑو وہی تمھاری حقیقی ماں ہے اُسی کی آغوش میں ہی تمہیں سکون ملے گی۔

بس یہی امید لیے ہم سے کئی سو سال پہلے سے وطن مادر جی رہی ہے اور انہی امیدوں کے چراغ تلے اندھیروں کو مات دینے کی امید سے ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

خود کے انتظار سے زیادہ اس بات پر غور کر رہا تھا کہ بلوچستان اس قدر پر اُمید اس لیے ہے کہ ہزاروں فرزند قربان کرنے کے بعد بھی وہ بانجھ نہیں ہوئی، اس نے اپنے ایک کے بعد ایک فرزند کو قربان ہوتے دیکھا ہے۔ اسے اپنے حلالی فرزندوں سے یہی امید تھی اور اسکے لال اپنے فرض پر قائم رہ کر گوہرِ انسانی کے حصول کے لیئے آخری گولی آخری سانس تک لڑے۔ وہ پر امید رہ سکتی ہے کیونکہ اس نے ایسے عظیم ماؤں کا انتخاب کیا ہے، جو اپنے بچوں کو سنوار کر فنا ہونے کے لیے روانہ کرتی ہیں۔ وہ امید رکھ سکتی ہے کیونکہ اس نے ایسا عظیم باپ عظیم استاد مہربان سنگت اپنے لوگوں کے لیے چنا ہے جو سر پر بوسہ دیکر اپنے فرزند کو آجوئی کی راہ پر ندر کرے، وہ پر امید ہوسکتی ہے کہ اس نے ایک نوجوان کو دنیا جہاں کی ہر خواہش کو وطن کی آجوئی کے آرزو پر فنا ہونے کی سوچ میسر کی، وہ پر امید ہوسکتی ہے کہ مجید بریگیڈ کے جانباز درویش و ریحان نے اس کی چھاتی کو فخر سے

چوڑا کیا ہے، وہ پر امید ہوسکتی ہے کہ ایک باپ کو اس نے قربانی کے اس مقام پر پہنچایا جہاں پر تاریخ میں بھی مثالیں ناپید ہوجاتی ہیں،

بولان کے کوہ زادوں نے یہ ثابت کردیا کہ وطن مادر کے سامنے ہر شے ہیچ ہے حتیٰ کہ اپنی جان اور جان سے زیادہ عزیز اپنی اولاد۔ ایلم اسلم بلوچ کی مخلصانہ جہد اور عظیم فیصلوں نے تاریخ کے ہر اوراق پر قربانی کی عظیم مثال قائم کرکے ماضی و مستقبل کے ہرانا، ہٹ دھرمی، پارٹی بازی، دروغ گوئی، ہلڑ بازی، ذاتی خواہشات کی بھینٹ چڑھتے خوابوں کو شرمندہ کردیا۔

یہ احساس ایلم اسلم بلوچ کے لیے اس لیے نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو وطن پر قربان کرگیا، اس نے ریحان جیسے دسیوں سنگتوں کو کاندھا دیا ہے۔ دشمن کے کئی وار جھیلے ہیں، دشمن کے کئی خواب ناکارہ بنا چکے ہیں، قربان ہوجانے کی پکار تو وطن مادر کی تھی اور قربان ہونے کے لیے پھل ریحان نے خود کو خود ہی چنا تھا، یہ احساس اس لیے ہے کہ باپ ہونے کے باوجود بھی ایلم اسلم بلوچ اسکی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے۔ دوسری جانب اگر دیکھا جائے تو آج ہمارے آس پاس، اردگرد، ماں باپ اپنے بچوں کو پیسے کی خاطر دشمن فوج میں سپاہی بھرتی کرواتے ہیں لیکن وطن پر مرمٹنے کا درس نہیں دیتے۔

قربانی کا تقاضہ وطن کا تھا اور ریحان اس عظیم مقصد کا وہ گواڑخ رہا جو دھوپ میں تپتی سخت چٹان پر بھی ہر گرم لُو کو سہے کر جیتا رہا جہاں ہر طرف رکاوٹیں مشکلیں سختیاں بڑھنے لگی جہاں دوست ہاتھ چھوڑ کر رقیب بننے لگے، جہاں بدمست دشمن ماڑی سمیت گدان کو تہس نہس کرنے لگا، تب اپنے جینے کے مقصد کو پورا ہوتے دیکھ کر وہ گواڑخ فنا ہونے کی جستجو میں اپنے فیصلے پر ڈٹ گیا اور صدیوں کی زندگی پا گیا۔ لہولہان باغباں میں کوئی گواڑخ اس قدر مہک کر، سنور کر پھیل جائے گا سوچ و بیان اور گمان سے بہت آگے ہے۔ ریحان وہ چمکتا ستارہ ہے جو قوموں کے حصے میں صدیوں بعد آتے ہیں اور ہر طرف روشنی بکھیر کر تاابد چمکتے رہتے ہیں۔

ریحان وہ جیت کی علامت ہے جو مایوسی کے عالم میں شکست کو فتح میں بدل دیتی ہے۔

ریحان وہ پھول ہے جو اپنی مہک سے بکھری قوم کو دوبارہ یکجا کرکے نئی امید جگا دیتا ہے۔

ریحان بارش کا وہ پہلا قطرہ ہے جو اپنے ساتھیوں کو راہ دکھاتا ہے۔

ریحان وہ بانگ ہے جو مسلسل پیدل سے تھکے مسافروں کو پھر سے جگا کر نئی توانائی سے منزل کی جانب گامزن کردیتا ہے۔

ریحان وہ بادل ہے جو اپنی قوم کو تیز گرم دھوپ میں بھی سایہ فراہم کرکے راحت پہنچاتا ہے۔

ریحان وہ بادِ نسیم ہے جو ہر روز ایک نئی تازگی بخش کر ہمیں زندگی کی امنگ پہنچاتا ہے۔

ریحان جیسے کردار تاریخ کے محتاج نہیں بلکہ تاریخ انہی سے بنتی ہے۔

ریحان جیسے بہادر سپوت نخلستان سے پھیلتی مہک کی مانند ہوتے ہیں جن کی خوشبو آزادی کی ہواؤں میں تحلیل ہوکر یہ پیغام دیتی ہے کہ وہ مقصد، وہ مقام اور کس قدر بلندی پر ہے جس کے لیے مسکرا کر ہزاروں ریحان فنا ہوگئے جس کے لیے مجید برگیڈ کے ساتھیوں نے یہ راہ چنا جس پر چل کر وہ دشمن کی شکست کا سامان بنے۔

☆☆☆

شہید ریحان جان کا کاروان

شاھبیگ بلوچ

کوئی بھی عمل (مثبت یا منفی) بغیر کسی مقصد کے حصول کی خاطر نہیں کیا جاتا۔ اور شاید ہی دنیا میں ایسا کوئی کردار، جدوجہد یا عمل رونما ہوا ہو جو بغیر کسی مقصد کے حصول کی خاطر جاری رہا ہو یا اسکی بنیاد رکھی گئی ہو۔ دنیا کی تاریخ چاہے سیاسی ہو، ادبی ہو، مذہبی ہو، انقلابی تبدیلیوں کی ہو یا پھر انسانوں کی آزادی کی تاریخ بغیر کسی مقصد کے جدوجہد یا قربانیاں نہیں تھیں۔ ان تمام تاریخی تحریکوں میں مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے جدوجہد کی گئی ہے کہ دنیا کو ایک بہتر جگہ بنایا جاسکے اور لوگ اس دنیا میں امن، چین، سکون، سیاسی و مذہبی آزادی سمیت اپنی آزاد ریاستوں میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گذار سکیں۔

آج دنیا جس شکل میں ہمارے سامنے وجود پذیر ہے اور دنیا کی آزاد ملکوں اور قوموں کو جس طرح کی آسائشات میسر ہیں، وہ ایک دن، ایک ہفتے، ایک مہینے یا ایک سال کی محنت نہیں بلکہ صدیوں کی قربانیوں، محنتوں، دیدہ دلیری، معاشرتی وسماجی ارتقائی عمل سے گذر کر طے کیئے گئے ہیں۔ انسانی سماج ہمیشہ سے ہی اپنے آپ انقلاب برپا کرتا رہا ہے اور انقلاب ہنوز جاری وساری ہے۔ سماجی ترقی کے وہ عنصر جو اس ترقی کے عمل کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں، اتنی ترقی کرنے کے بعد بھی ہمیشہ اس سوچ میں مبتلا ہیں کہ اس سے بڑھکر اور بہتر طریقے سے کس طرح اور کیسے انسانی فلاح کیلئے کردار ادا کیا جاسکے۔ ان تمام افراد کا تعلق دنیا میں انقلاب برپا کرنے والے قبیل سے ہے۔ کوئی سائنسی تبدیلی لانا چاہتا ہے، کوئی سیاسی حوالے سے تبدیلی کیلئے کوشاں ہے، تو کوئی سماجی برابری کے حوالے جدوجہد کرنے پر یقین کرتا ہے۔ اسی قبیل سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان بلوچ **لیجنڈ** شہید ریحان اسلم کی صورت میں بلوچستان میں پیدا ہوا۔

شہید ریحان اسلم جنہیں دنیا 11 اگست 2018 کے بعد سے جانتی ہے، اس سے قبل انکے زندگی کے 22 سال کس طرح گزرے انہوں نے کس ماحول میں سیاسی ومزاحمتی شعور وعلم حاصل کی۔ وہ کس طرح اس عمر میں شعوری حوالے سے اتنے پختہ ہوئے کہ اپنے جسم پر بارود باندھ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور رہتی دنیا تک بلوچ قوم سمیت دنیا کے تمام محکوم اقوام کیلئے بہادری، دلیری، ایمانداری، شعوری پختگی اور عظمت کے مثال بن گئے۔ چونکہ شہید ریحان جان استاد اسلم کے فرزند تھے تو انکی شعوری وعلمی پختگی کی حدوں کا تعین کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ وہ اُستاد اسلم کے فرزند ہونے کے ساتھ بی ایل اے کے مجید برگیڈ کا بھی حصہ تھے، جو کافی خطرناک اور دشمن پر قیامت کی طرح برسنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور مجید برگیڈ کے ساتھیوں کی تعلیمات ہی تھے، جنہوں نے ریحان جان کو اس طرح شعوری حوالے سے پختہ کیا کہ انہوں نے اپنی نوجوانی کو اس مقصد کی خاطر قربان کردیا کہ بلوچ اپنی سرزمین پر کسی بھی طرح کی غیر ملکی مداخلت برداشت نہیں کرینگے۔ شہید ریحان جان کا پیغام بہت ہی واضح تھا کہ دشمن قوتوں کو بلوچ نوجوانوں کا سامنا ہر محاذ پر کرنا پڑیگا۔

شہید ریحان جان کی شہادت کے بعد جس طرح کا ماحول پیدا ہوا، اس سے یہ بات واضح طور پر دکھائی دیرہی تھی کہ چین اب پاکستان سمیت ان تمام قوتوں کو (بلوچ آزادی کی جدوجہد میں شامل مفاد پرست ٹولے) کہ جن سے ڈیل کرچکا ہے، ان پر دباؤ ڈالیگا کہ بلوچستان میں چائینیز انجنیئر وں کی سلامتی یقینی بنائی جائے۔ لیکن پاکستان سمیت ان تمام منافع خور اور مفاد پرستوں کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ ریحان جان سمیت بلوچستان کے تمام شہدا اور لاپتہ افراد کی قربانیاں کسی ایک فرد کی ذاتی خواہشات یا پس پردہ معاہدات کے خاطر نہیں دی گئیں، بلکہ ایک بہتر مستقبل اور آزاد بلوچ وطن کے قیام کی خاطر دی گئی ہیں۔

☆☆☆

ریحان نے ایسا کیوں کیا؟

شاھبیگ بلوچ

ہم جس بھی طرف دیکھ رہے تھے وہاں مایوسی پھیلی ہوئی تھی، لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال گھر کر رہا تھا کے گزشتہ تحاریک کی طرح ایک دفعہ پھر قوم کی قربانیوں سے دغا بازی کی جا رہی ہے۔ شہید اور لاپتہ افراد کی قربانیاں رائیگاں جانے والی ہیں ہم پھر سے تھک ہار کر آپس میں دست و گریبان ہونے کے بعد ختم ہونے والے ہیں، یہاں سے آگے بس اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ حالت اس نہج تک پہنچ چکے تھے کہ چالیس سال سے جہد آجوئی سے منسلک لوگ بھی سرنڈر کر کے سرکاری بندوق اٹھا کر دشمن کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ وہ لوگ بھی ڈیتھ سکواڈ کے ہمراہ بن گئے جنکے پورے کا پورا خاندان قومی تحریک برائے آزادی کی خاطر قربان ہو گیا تھا۔ اس مایوس کن ماحول میں ہم بھی تھکاوٹ کا شکار ہو کر کام اور تحریکی ذمہ داریوں سے راہ فراری اختیار کرنے لگے تھے۔ ہمارے حوصلوں میں پستی، بے چینی اور بے یقینی اس حد تک بڑھ گئی تھی کے اپنی ذاتی زندگی، خواہشات، احساسات، ضروریات اور مجبوریاں اولیت کا درجہ رکھنے لگی تھی اور تحریک دوئم یا پھر یوں کہیں کہ تحریکی کام اس وقت ہی کرنے لگے تھے کہ جب اور کچھ کرنے کو نہیں ہو۔ تحریک ذمہ داری اور فرض کے بجائے مجبوری اور بوجھ لگنے لگا تھا۔ اور ایسا ہونا بھی کسی حد تک غلط نہیں تھا کیونکہ گزشتہ ۵ سالوں سے جس تسلسل کے ساتھ تحریک اور تحریکی رہنماؤں کی کردار کشی کی جا رہی تھی اور تحریک کو ختم کرانے اور صرف اسے بیرون ملک مظاہروں تک محدود کرنے اور بزنس کرنے تک کی جو تگ و دو جاری و ساری تھی اس کے شر سے تمام تر لوگ اثر انداز ہو رہے تھے۔

ایسے حالات اور ماحول میں بلوچ قوم کے حقیقی وارث اور وطن مادر کے سچّے اور بہادر فرزندوں نے ایک ایسا تاریخی فیصلہ کیا کہ وہ تحریک کو ایک ہی دن میں سالوں آگے لے گیا، جہاں

بے یقینی، مایوسی، تھکاوٹ، راہ فرار، ڈر، خوف، لالچ، ذاتی زندگی اور خواہشات سب ہی بے معنی اور بہت ہی معمولی لگنے لگے۔ وہ فیصلہ ایک ایسے ورنا نے کیا جو ایک لائق، باصلاحیت، فرمانبردار، دردوار، اور عظیم سوچ رکھنے والا استاد تھا۔ وہ استاد اور رہنماء پھلین شھید ریحان جان تھا۔ جو ہمیشہ تحریک کا مطالعہ کر رہا تھا، جس نے تمام حالات و واقعات مطالعہ کرنے کے بعد مایوس ہونے یا کوئی بہانہ و عضر پیش کرنے کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ جس مادر نے مجھے جنم دیا، نام دیا، پہچان دی اب مجھے اس مادر وطن کا قرض اتار کر ہمیشہ کیلئے اس کے آغوش میں سونا پڑیگا۔ کیونکہ اب یہی ایک راستہ ہے جو دشمن کو ہماری طاقت بتا سکتی ہے اور قوم کو یہ شعور دے سکتی ہے کے بلوچ سرزمین اتنی کمزور اور بانجھ نہیں کے کوئی بھی کہیں سے بھی بیٹھ کر قومی تحریک اور سرزمین کو اپنی مفادات اور خواہشات کے مطابق استعمال کرے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد ہاتھ کھینچ کر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے ہمارے بغیر نہ تو تحریک چل سکتی ہے اور نا ہی مزاحمت ہو سکتی ہے۔

پھلین شھید ریحان جان نے ہمیں خواب غفلت سے ایک ایسے سخت دھماکے سے بیدار کیا ہے کہ اب مرگ بھی ہمیں نہیں سلا سکتی کیونکہ

آج کے حالات و واقعات کل سے یکثر مختلف ہیں، کل جو دوست اس بات کو سوچ کر خوف میں مبتلا تھے کہ فلانہ شخص سردار نواب قبائلی شخص ہمارے ہمراہ نہ ہوں، تو ہم کس طرح سے مضبوط مزاحمت کر کے دشمن کا سامنا کر سکیں گے۔ کیونکہ دشمن کافی طاقت ور اور پر وسائل ہے دوسری جانب ہمارے وسائل کم اور مسائل بہت ہی زیادہ ہیں۔

آج ریحان جان کے کاروان کے فکری ساتھی پرعزم ہیں اور انہی کم وسائل کی اہمیت اور افادیت کو سمجھ کر دشمن پر قہر بن کر ٹوٹ رہے ہیں۔ آج بلوچستان کے ہر کونے میں بلوچ عوام ریحان جان کو اپنا آئیڈیل مان کر ان کے کاروان کو منزل تک پہنچانے کی خاطر بلوچ مرد، عورت، جوان، بزرگ اور بچے اپنے دل میں شمع آزادی جلا کر دشمن کو بلوچستان سرزمین سے نکال پھینکنے کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔ ماسوائے چند لوگوں کے جن کی خواہشات اور خفیہ معاہدات پر کاری ضرب لگا کر ریحان جان نے ان کالی بھیڑوں کی حقیقت آشکار کر کے انہیں بلوچ عوام کے سامنے

بے نقاب کر دیا ہے۔ یہ ہم سب جہد کاروں کی اخلاقی اور قومی زمہ داری بنتی ہے ہم ان بے کرداور دشمن کے پروپیگنڈہ کو بڑا وادینے والوں سے الجھنے کے بجائے اپنی ہدف اور منزل کی جانب جواں مردی اور ایمانداری سے بڑھیں تا کہ ریحان جان سمیت ان تمام شہیدوں کی قربانیوں کو شرمندہ تعبیر کرسکیں اور اپنی سرزمین کو اغیار کی غلامی سے آزاد کرائیں جنہوں نے خود کو قربان کر کے ہمیں زندگی اور شناخت بخشی ہے۔

☆☆☆

آجو فدائی شہید ریحان جان

پیادہ بلوچ

ہر سال کی طرح میں سوچ رہا تھا کہ اس بار گیارہ اگست کو بلوچستان کی آزادی کا اظہار کس طرح کیا جائیگا۔ ایک ایسا وقت تھا کہ ایک ناممکن جگہ پر کوئی محبِ وطن سنگت بیرک کشائی کر کے دشمن کو اتنا بیوقوف بنا تا کہ بیرک کو اتارنے کی لاکھ کوششوں کے باوجود دشمن کے عزائم ناکام رہتے، ایک اور وقت آیا کہ وطن کے اردگرد 11 اگست کو یوم آجوئی منانے کا انداز اسطرح تھا کہ میرے ڈیھ پر دولخی کیئے ہوئے، پہاڑوں پر بیرک بلوچستان پہاڑوں کے چوٹیوں کا زینت بناتے۔ اس بار یعنی 11 اگست 2018 کو میں سوچ رہا تھا کہ ان گلی کوچوں میں کیا ہوگا۔ یہ میرا کم سوچ بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ جہاں دشمن شب وروز آپ کے اعصاب پر سوار ہو تو سوچ کبھی کبھی چھوٹی پڑ جاتی ہے۔ وہاں سوچ اتنا ہی کم پڑا تھا کہ میرے علاقے کے اردگرد اب اس بار کیا ہونے والا ہے، کبھی سوچ رہا تھا کہ اس بار میرے وطن کے سرمچار دشمن پر گھات لگا کر حملہ کریں گے، کبھی سوچ رہا تھا کہ رات کے تاریکی میں دشمن کے ناپاک جھنڈے اکھاڑ کر کچرے میں پھینکے جائینگے، اس سوچ میں پڑا کہیں گم تھا کہ ایک سنگت نے آکر بستر سے جگایا اور کہا کہ ''کیا سوچ رہے ہو؟'' میں نے کہا'' یہی کہ اس بار ہمارے علاقے میں کیا ہونے والا ہے، جسے ہم اپنی آجوئی سے منسلک سمجھتے ہونگے اور اس بار ہمیں بیرک کس طرف سے نظر آنے کو ملے گا؟''

سنگت نے کہا کہ'' اس بار صرف بیرک نہیں بلکہ ایک بیرک پوش نے رات کے تاریکی میں بھی نہیں بلکہ دن کے اجالے میں دشمن کو آسمان پر تارے دیکھا کر فدائی کا اعزاز اپنے نام کر چکا ہے جو کہ آپ کے گلی کوچے نہیں اور صرف بلوچستان میں بھی نہیں بلکہ دشمنان وطن کے آنکھوں میں بارود ڈال کر پورے دنیا کو یہ باور کرا چکا ہے کہ بلوچستان ایک آزاد ریاست ہے چاہے دشمن کتنا طاقت

ور ہو ہمارے مخلصی اور جذبے کے آگے اسکی پوری طاقت بیس ہے۔''

یہ سن کر میرے دل میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی میں نے کہا کہ شہید درویش کا ساتھی بن کر اس سنگت نے دشمن کو ایک بار پھر لرزے میں ڈالا ہے، میں سوچ رہا تھا کہ یہ ہمت اور شجاعت کسی بڑے عمر کے سنگت کی ہوگی جس نے بہت عرصے تحریک میں کام سرانجام دے دیا ہوگا اور جہدِ آجوئی کو مضبوط کرنے کیلئے اپنی جان قربان کر کے ایک ستارہ بن کر آجوئی کے سفر کو روشن کیا ہوگا، مگر جب میں نے شہید ریحان جان کی تصویر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اس عمر میں ایک کم سن نوجوان اپنے کھیل کود کیلئے گھر سے باہر نکلنے کے کئی بہانے بنا کر ماں باپ کے ساتھ کئی نخرے کرتا ہے، نئی لباس، نئی گاڑی، بنگلہ اور شادی بیاہ کیلئے ہزاروں خواہشات کے سپنے دیکھتا رہتا ہے، مگر ہمارے ریحان جان نے کھیل کود کو میدان جنگ بنا کر دشمن کیلئے دھرتی کو زراب بخشا۔ نئے لباس کیلئے بیرک اوڑھا، آجوئی کو معراج اور گاڑی کو براک بنایا اور بنگلے کی جگہ لمہ وطن کی آغوش میں اپنا خوشبو پہلا کر سنگت درویش کے دیوان کا حصہ بنا اور اپنی تمام تر خواہشات کو آجوئی کی امانت سونپ کر ہر بڑے عمر کے سنگتوں کو فکر آجوئی اور مجھ جیسے کم سوچ کو وسیع سوچ رکھنے کی گنجائش کا درس دے کر تا قیامت آجو ہوا۔

☆☆☆

ریحان زندہ ہے

خالد شریف بلوچ

میں غلام ہوں اس بات کا افسوس نہیں، افسوس اس بات کا ہے کہ ہم غلام قوم کے بھی غلام ہیں۔ میں 11 اگست کے دن نیٹ ورک پر آیا ایک نیوز نظر سے گذرا کہ دالبندین میں چینی انجینیئر وں پر فدائی حملہ ہوا ہے۔

اُس نیوز کو میں پڑھ رہا تھا، جب ریحان بلوچ کا نام سامنے آیا اور اُسے بلوچ لبریشن آرمی کے ترجمان نے جیئند بلوچ کے نام سے قبول کیا گیا تھا، تو بے انتہائی خوشی سے میرے آنسو آئے اور فخر سے میں نے اپنے قریب اور ہمراہ دوست کو بولا ریحان جان نے چینیوں پر فدائی حملہ کیا ہے، جس سے کئی چینی انجینئر اور معتد دایف سی اہلکار ہلاک ہوئے ہیں۔ یقین جانو آنسو پونچھنے کے بعد سینہ خوشی سے چوڑا ہو گیا۔

اُسی دن سے میں کوشش کرتا آرہا ہوں کہ ریحان جان کے بارے میں کچھ لکھوں پر میرے ہاتھ لرزتے رہے اور قلم نے ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ریحان جان کے بارے میں لکھتے ہوئے میرے کمزور خیالات اور قلم کی نوک سے ناانصافی ہو کیوں کہ ریحان جان نے ایک عظیم مقصد کیلیئے قربانی دی ہے، اس لیئے ریحان بلوچ عظیم سے عظیم تر کہلانے کا مستحق ہے۔

شہید کبھی مرتے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے امر ہو جاتے ہیں۔ مگر میں صرف اور صرف اپنے ذہنی تسکین کے لئے کچھ لکھنے کی جرت کر رہا ہوں۔ دنیا میں سب سے طاقتور اور مظبوط چیز انسان ہی ہوتا ہے، مگر وہی انسان جو غلامی کی زندگی گذار رہا ہو اور اُسے احساس ہو کہ میں غلام ہوں، وہی جستجو اس غلام انسان کو غلامی کا احساس دلاتا ہے۔ تب وہ غلام قوم جب غلامی کی گہری نیند سے جاگ جاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت اُس کو سلا نہیں سکتا، اسے بے حس نہیں بنا سکتا، اور اس کو غلام

نہیں رکھ سکتا کیونکہ کہ جاگتے ہوئے قوم کا راستہ کوئی بھی برپا طوفان نہیں روک سکتا کیونکہ جاگا ہوا قوم کسی بھی قسم کے طوفان کا راستہ روک سکتا ہے کسی بھی قابض وسامراج کو تہس نہس کرسکتا ہے اس کی کئی ایسے پرآشوب مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

پہلا مثال ہم چین کا لیتے ہیں چینی قوم دنیا میں چرسی، افیونی، شرابی نیز مختلف نشوں میں مبتلا قوم کے نام سے مشہور تھے دنیا جہاں سے بے خبر نشے میں دھت اپنے غلامی کی زندگی میں قید دنیا سے بہت پیچھے نچلے سطح کی زندگی جی رہے تھے۔ پھر ان کی قوم میں ماؤزے تنگ جیسے رہنما اور ہیرو پیدا ہوئے، جنہوں نے انکو یکجا کر کے ایک قوم بنایا، انکو اتحاد کا راستہ دکھایا، ان کو دنیا کے قوموں میں ایک قوم کی حیثیت دلائی ان کو مزاحمت کا راستہ دکھا کر اپنے سے بڑے طاقتور دشمن کو شکست دے کر آزادی حاصل کرلی، پھر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور آج ہم دیکھ رہے ہیں وہی چرسی، شرابی، افیونی چینی قوم جاگنے کے بعد دنیا کے سپر پاور امریکہ، برطانیہ، روس وغیرہ کو ٹیک آور کر کے علمی، معاشی اور عسکری پاور میں آگے نکلنے والی ہے۔

ریحان جان کو غلامی کا احساس ہوا تھا وہ مکران میں ہونے والا ظلم وجبر اور شہیدوں کی ماوں، بہنوں کا چیخنا محسوس کرتا تھا، اس نے تو تک میں اجتماعی قبروں کو دیکھا اور اُن شہیدوں کے ماں، باپ، بہن، بھائی بیوی اور سب کے ارمان وہ بے بسی وہ چیخ محسوس کیا۔ اور شہید درویش کی ماں اور بچوں کے وہ بے انتہا خوشی اور فخر کو محسوس کیا کہ شہید درویش نے جس مقصد کے لئے قربانی دی وہ کارواں آج بھی رواں دواں ہے۔

میرے خیال میں اگر انسان کو سجدہ کرنا ہوتا تو میں سب سے پہلے اُس ماں کو سجدہ کرتا کہ جس نے اپنے لختِ جگر کو قومی بیرک میں لپیٹ کر خدا حافظ کر کے کہا تھا کہ جاو میرے بیٹے میں نے آپ کو وطن پر قربان کیا، اُف تک بھی نہیں کرتی وہ ماں، ماں ہی نہیں ہوتے فرشتے ہوتے ہیں جو اپنے وطن پر قبضہ اور ظلم وجبر اور قوم کی درد وتکلیف کو محسوس کرتا ہے، وہ لمہ کیسا لمہ ہوگا، جب ریحان جان کو اُس کے ماں نے خدا حافظ کیا ہوگا، اُس کے بارے میں جب بھی سوچتا ہوں تو دماغ میں ایک طوفان سا برپا ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے آسمان سے چیخوں کی آوازیں آتی ہیں، زمین ٹوٹ پڑتا ہے، ہر

طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہوجاتا ہے، پاوں لرزتے ہیں، کیونکہ ہم جسے نالائقوں کے بس کی بات ہی نہیں کہ اُن لمحوں کے بارے میں سوچ سکیں۔

وہ بہن عائشہ جس نے ریحان جیسا بھائی، جو بچپن سے لیکر خدا حافظ کرنے کے وقت تک ایک ساتھ ہو، بھائی بہن کا رشتہ اور ساتھ ساتھ نظریاتی رشتہ، وہ دوست تھے، اپنے ہر عمل خیال اور درد سے واقف تھے، وہ ہم فکر تھے، ہم خیال تھے، ہم سفر تھے۔ اتنے بے انتہا مہر ومحبت میں اُس بہن پر کیا بیتی ہوگی، جب ریحان جان جیسا بھائی خدا حافظ کر کے اپنے مشن پر رواں ہوگیا ہوگا؟

ریحان جان کی شہادت کے بعد بہن عائشہ کے دو تحریر میں نے پڑھے، اُس کے افسانے دیکھ کر میرے جان میں طاقت آگیا، میں دعا کرتا ہوں ہر بلوچ کو عائشہ جیسی بہن نصیب ہو اور ریحان جان کی ماں جیسے ماں نصیب ہو کیوں کہ کہتے ہیں خوش قسمت وہ لوگ ہوتے ہیں، جس کے ماں باپ اُس کی ہر مقصد کے لئے اُس کے ساتھ ہوتے ہیں۔

حیرت ہوتا ہے اُن لوگوں پر، کوئی ایسے عظیم مقصد کے لئے قربانی دے کر اُس کام پر غیر ضروری تنقید کرتے ہوئے، اس عظیم کارنامے کو ہضم نہیں کرسکے، وہ دشمن سے بڑھ کر دلوں کو ٹھیس پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں، جی یہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے اپنے ہی بیٹے کو استعمال کر چکا ہے۔

افسوس سد افسوس کہ تم لوگوں سے وہ دشمن اچھا ہے، کم از کم جو بھی ظلم کرتا ہیں ظاہری اور شعوری بنیادوں پر کرتا ہے. مگر تم اکثر منافقت کا چادر اوڑھے ہوئے پیچھے سے ایسے وار کرتے ہو کہ اس کی وجہ سے تمہارا ضمیر روز لوگوں کے سامنے گرتا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ دشمن سے کوئی گلہ نہیں وہ تو دشمن ہے ان کی ذہن پر ماتم کرتے ہیں جو ظاہری طور پر قوم اور تحریک کا خیر خواہ اور اندر سے قوم دشمنی پر اتر آتے ہیں۔

آج ہمیں بلوچ نوجوانوں کو غیر ضروری چیزوں اور سوچوں سے باہر نکل کر ریحان جان اور دیگر شہداء کی نقش قدم پر چلنا ہوگا، وگرنہ دشمن کا طوفان ہمیں قومی حوالے سے غرق کریگا، پھر تاریخ میں بلوچوں کا نام نشان مٹ جائیگا۔

☆☆☆

ماں یاسمین جس نے ممتا کی مہر کو نئی تعریف بخش دی

دودا بلوچ

دنیا میں روزانہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں لیکن انہی لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی کردار اور مضبوط نظریہ رکھنے والے انسان ہوتے ہیں جو دنیا کی تاریخ کے صفحوں میں خود کو اور اپنی سوچ ونظریے کو زندہ رکھتے ہیں۔

"بقول شہید امیر الملک "مرنے کیلئے زندہ نہ رہو بلکہ زندہ رہنے کیلئے مرو" بلوچ تاریخ میں بھی ایسے بہت سے کردار گزرے ہیں جنہوں نے اپنی قومی اور اجتماعی مفادات کی خاطر قربانیوں کا ایک اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔

ماں یاسمین جس نے ممتا کی مہر کو نئی تعریف بخش دی۔ ماں یاسمین جس نے اپنی لخت جگر کو آزاد بلوچستان کی قومی بیرک لپیٹ کر یہ کہہ کر رخصتی دی کہ چل میرے بیٹے میں نے تمہیں سرزمین کیلئے قربان کردیا.

اگست 112018 میں دالبندین کے مقام پر عظیم بلوچ قومی سرمچار سنگت ریحان بلوچ نے چائنیز انجینز پر خودکش حملہ کردیا جس نے بلوچ قومی آزادی کی تحریک اور بلوچ نوجوانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔

سنگت ریحان بلوچ نے مجید بگریڈ اور شہید درویش کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلوچ دشمن پر حملہ کرتے ہوئے دشمن کو واضح پیغام دیا کہ کسی بھی عالمی وعلاقائی طاقت وقوت کو ہم بلوچ نوجوان یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ آکر ہماری سرزمین کی معدنیات کو ہماری قوم کی مرضی ومنشا کے بغیر لوٹ

ماری کریں سنگت ریحان نے فدائی حملہ کرتے ہوئے بلوچ تاریخ کے صفوں اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے امر کردیا۔

بلوچ تاریخ میں ماں یاسمین نے اپنے بیٹھے کو وطن کی خاطر قربان کرتے ہوئے ایک نئی تاریخ رقم کردی آج تک ہم نے دنیا میں ایسا کوئی بھی انقلاب یا جنگ نہیں دیکھا ہے جہاں ماں نے خود اپنے جوان بیٹے کو اس طرح قربان کردیا ہے.

بلوچ قومی تحریک میں یہ زندہ مثال رکھ کر ماں یاسمین نے دنیا کو واضح پیغام دیا ہے کہ ہم آزادی کیلئے کسی بھی طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

☆☆☆

تصویر کہانی

برز کوہی

نچھل کردار کا مالک، روایتی کھسر پھسر کی خصلت سے بیگانہ، لاغر بدن، سبز رنگت، سبز شال اوڑھے، ہنس مکھ، نجم الثاقب چہرہ۔ ازواجی زندگی کے امکان کے طرب سے مسکرانے یا قہقہہ لگانے کی کیفیت اور بے تحاشہ خوشیوں کی لہر کی دھوم میں جھومنا تو انسانی فطری حقیقت ہوتی ہے اور انسان کا خاصہ ہے کیونکہ انسانی زندگی کے ایک اہم پہلو کا آغاز ہی اذادوجی زندگی میں بندھ کر ہی ہوتا ہے۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں، انسان کی باقی خواہشات اذدواجی سے نتھی ہوتے ہیں۔

لیکن یہاں چہرے کی نشاط منگنی کی سبز رنگ شال اوڑھنے کی نہیں بلکہ وطن کی شالِ سہ رنگی میں ملبوس، قزاق اجل گردن پر سوار، بارود سے بھری وین میں سوار جسم کو خاک وطن میں تحلیل کرنا اپنی ذات کو فنا، آنے والی نسل کو تپتی صحرا سے نکال کر نخلستان میں آباد کرنے کی سوچ و قدم، پھر بھی مسکراہٹ، ہنسنا، مذاق کرنا اور دامن قہقہے کی گونج سے خالی نا ہونے دینا۔

آخر کون سی فطرت ہے؟ کون سا جذبہ و احساس ہے؟ کونسا فکر، درد اور کونسا شعور ہے؟ اس شعور کی سطح کیا ہوگا؟ مجھے تعجب ہے، مجھے حیرانگی ہے، مجھے بغض و حسد ہو رہا، میں کیوں ایسا نہیں؟ میں کیوں ایسا نہیں بنتا اور نا بن سکا آپ کس خمیر کس خاک کس خون سے تھے؟

ہر وقت خندہ زیرلب رہنا، ہنسنا، شالِ منگنی سے فدائین جیکٹ تک آپ نے کمال کیا سب کو لاجواب کیا۔

☆☆☆

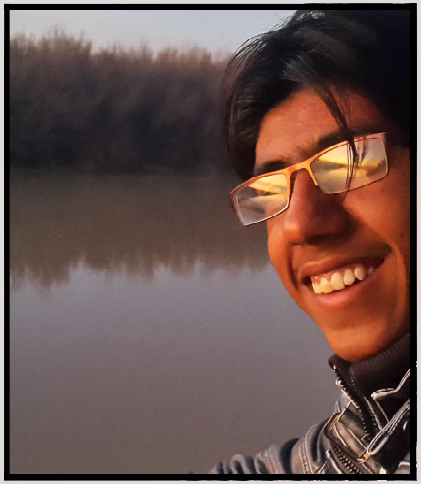

شاعری

شہید وتن اردلین ریحان

اسلم جان ءِ نام ءَ

اختر ندیم بلوچ

لبزان کجا چہ بیاراں بسنگاراں لچھے
گالاں ہمک رنگ ءَ زمانگ وتی کتگ
تئ مہراں چوں کمایاں زری لاس مہرگان
استارءُ ماہءُ روچ تئ برمشاں سہتگاں
تی پند پہ مڑاہاں مروکانی منزل ءِ
توراستیانی ستکیں ہداوند درورءِ
ہستن ہداءِ ہست ابد مانی ءِ نشان
رڑنے بلیت دانکہ شہیدانی مانشان
دانکہ جہان کاریت تمردانی کسہان
دانکہ تلاہین بچ کناں ستک گوشتنان
دانکہ مزارین پت وتی ارواہا بن دیان
دان شیرزالین ماس زہیران گون پاس جنان
دان گرانملین گہار دل ءَ جرجشان تساں

دان گیدی ءِ بہار ہونان گون میزراں
گلباگے پلین بچ دیاں سر پہ پہر ءُ شان
دان زولجلال ءِ نام مانیت ماں الکہاں
در پشیت چوسباہا گلین نام تئ ریحان

☆☆☆

گمان آن مُستی بیان آن پیشن

مرید بلوچ

امر نے لمہ کر ینے موکل گمان آن مُستی بیان آن پیشن
ڈنو جغر سگ ڈننگا توکل گمان آن مُستی بیان آن پیشن

دھال دِرکڑ دا دیرہ اِنام لڑے لا باگُل تفوکا کِلہ
نا بیریفوکا دتر ٹے ماپل گمان آن مُستی بیان آن پیشن

خُد آگہی نا کُڑمبا دریا شعور انا بال جتا و تاک آ
ڈغار ءِ چنڈوکا کُوک ھکل گمان آن مُستی بیان آن پیشن

نِدارہ غاک ھور باٹی گم و ابکہ حیرانیا آسمان ام
جنون ِ عشقے دا مہر زیبل گمان آن مُستی بیان آن پیشن

ٹرونگڑ و تیر مرید وحانُل اے نازبو آسمی و بولان
مخوکا گواڑخ خڑینکی آ خل گمان آن مُستی بیان آن پیشن

☆☆☆

ندر پہ شیدائیں ریحان جان
پکرے برگیڈ مجید

مُنیر معراج

دل پہ سُجدگ ءَ لالیں سرمچاریں ھونانی
شنگ چو مہلبیں بوآن نرمزاریں ھونانی

گند اسلم ءَ شیریں آجوئی پہ بولان انت
دیدگیں وتئ بچیگ کوہ تلاریں ھونانی

کاروان نہ بیت دارگ ھاکم ءُ گون زوراکاں
اِمبری پدا ھور انت سہُر بہاریں ھونانی

دل چو بالواں بالاں شپ کدگ مُرادیگ انت
سرمچار ریحان جان ءَ دل جلاریں ھونانی

مات ءِ چم نہ انت ارسیگ پت پہ شانے شاکاری
دل ھیال نجت تو گوں دل پتاریں ھونانی

واھگ ءِ تو جنگجاھ ءَ زندگی نہ کُت سنگر
جبزگ ءُ تئ شیدائی دل اناریں ھونانی

دل منیر من سبرینگ ملگزاریں پہ بولان
سرمچاراں سبزینگ لانک کتاریں ھونانی

☆☆☆

ندر پہ سنگت ریہانءِ ہمتءَ

مرادزامرانی

ہماگس ءَ۔۔۔۔۔۔
ہماگس ءَ کہ گلزمین ئے گم پرانت
ہماگس ءَ کہ آئی پیشگاہ
گوں سہریں ہوناں رنگ چِتہ
ءُ آئی چاریں نیمگاں بس آجوئی ئے بوہ کئیت
ہماگس ءَ کہ واہگ ءُ وتی مرادداشتگ انت پہ آجوئی
پہ درتہ پچیں راج ءِ ایمنی شہازگ ء
ہماگس ءَ من ہُوش گورکتہ وتی
ءُ مرگ ءُ زندئے کسہاں گوں رستگاں
ہماگس ءَ کہ جون کپتگیں ملامتاں
بلے سلامتاں پہ مہر مجتی وتن
منی وتن
منی او مات مکہیں تو گل بہ بو
گوں گیرت ءَ بلوچی ئیں من رستگاں
تمرد ءُ مردی تو کلے گوں رپتگاں

ہما گس ءَ

کہ ہردے چم پچ کتاں

داں آجوئی ئے واب دیست

داں اودازانت ءُ زانش ئے سرپدی یے ساڑی انت

یک سرمچاریں سرکماش ءُ سرچکاریں مردمے

سکین دنت من ءمدام

منی آ کبلہیں پت انت

ء راجی جنز ئے رہبرانت

گوں آئی گُشت ءُ گُشتناں

من رپتگاں پہ شپ ہلاس

ءُ زندگاں پہ روچ ءَ

نوں چین ءہم سما بہ بیت

اے نیلیں زر

پہ لیب لیب مسکرا

نہ بیت آئی ہچ وڑا

اے کوہ ءُ دمک رہسراں

بلوچی زہگ زندگاں

پہ گلزمین ءَ شات ءُ گل

اے مرگ ءُ زندئے کسہاں

گوں واہگاں سپر کناں

گوں واہگاں سپر کناں

☆☆☆

ندّر پہ سالونکیں شہید

ریحان جانءِ نامءَ

امام جان گُل

اے مَل مڈوک اَنت نرمزاراں
مئے پاسبان اَنت سرمچاراں

نبارت باج ءَ چہ مارا ھچبر
زمین ءِ آشِک مئے سدہزاراں

مُراداں سالونکی بات بیلی
شھّید اِیں ریحّان گوں سگّاراں

پہ آجوی ءَ کفن سرا اَنت
ءُ مُھکم اَں اَچ دل ءَ تلاراں

من بنداں پِربند مام جاناں
وتی زمین ءِ گُل ءُ بھاراں

☆☆☆

ندر پہ شہید ریحان جانءَ

ریحان قومی

سوچیت تئ جتائیءِ تبدیں گوات منا
گیر کیت درویشء ُمجیدءِ کوھنیں یات منا
سجدہ کتہ ھاک من گلزمینء ِسد رندء َ
دل نہ بستہ پُچاں دراجیں کشکء ُ پندء َ
کولء ُ مراتاں نہ رجینیت سکرات منا
زندگی پادار نہ بیت ہرکسی روان من
پہ مکھیں ماتء َ وتی سرء ُساہء َ دیان من
بیا بکن دعاء نیکاں وتی مکھیں مات منا
بہ بات ئے تو مدام آباد منی ماتیں بلوچستان
ھمک راھبر ھمک راھشون گلء ُشاتیں بلوچستان
دنت منا بوسہ منی پیشانیء َمکھیں مات منا
اے کھریں آچشء زند اون سچان انت
ھرھونءِ ترمپء گشے کندیلے بلان انت
کے بئیت رندء منیء َ بہ کنتیں شات منا
گلامی ئے زمزیل منی دستء ُ پادان اڈان انت

قومی نوں وتی ساہگء َ جندءِ گڈان انت
اے کنے بیائے چرے زندانء َ کنے آزات منا

☆☆☆

مجید برگیڈءِ سنگت ورنائیں شہید

ریھان ءِ نام ءَ

فضل شیر

اے چراگانی سپر ہون مچیت رڑناہ بیت
ھاک ءِ وشبوئیں بہارگاہ ءَ چریت رڑناہ بیت

ہون زمین زادگیں ریھان ءِ وتن گواڈگ باں
شپ جتیں کرن پہ برگیڈ ے بلیت رڑناہ بیت

اے کدم مھکمیں پگرانی سہار ءِ براہ اَنت
داں تئ سینگ ءِ جلہار ءِ تریئت رڑناہ بیت

سنج برگیڈیں تمردی ءِ بلوچ ءِ شان اِنت
پہ مڑاہ مرگ بہا زوریت زریت رڑناہ بیت

اے زمین آشکیں درویش ءِ چموکیں ھون اَنت
ھاک ءِ سینگار ءِ پہ استال گوپیت رڑناہ بیت

اے جہاں جمبشیں بیہاراں دری ڈُنگ ءِ انت
کوہ مزارانی ڈگار ھُوکاں ڈلّیت رڑناہ بیت

دریگتے شیر نسیب ءَ اوں بُوتین ات تئ
پگرے سالونکیں شہیدانی چمیت رڑناہ بیت

☆☆☆

وطن نا فدائی

سیف ساگر

وطن نا ئن سپاہی اُن فدائی اُن فدائی اُن
تینا منزل کے راہی اُن فدائی اُن فدائی اُن

ھراکہ مکّہ غا ڈیھ آ پلیت آ نت تو چرینگیر
اَمو تیکن تباہی اُن فدائی اُن فدائی اُن

ھنینا فکرتو درویش مجید زیبا ریحان جان نا
زراب اُن جمجلاہی اُن فدائی اُن فدائی اُن

نُما عقل آ تا سیم آن مُرّ چہان اَٹ عشقنا ھر دم
گل و بال راست جاہی اُن فدائی اُن فدائی اُن

وطن نا رکھ اکے ساگر تخانون سائے دلدستہ
گنوک ان نن سماہی اُن فدائی اُن فدائی اُن

☆☆☆

اینوناوار بسک ریحان

بشیر زیب

اینو ننے دے دیگرے
پگہ نوا وار اس برے
اینو نا وار بسک ریحان
دُشمن تے اوتسک سخ
خنتے ننا برزا کرے
ہکل او ورناتے کرے
لمہ ئے تینا موکل کرے
زندہ پدا راج کرے
استے ننا برزا کرے
رند اٹ کنا عوغپیرے نم
عوغنگ مرو دُشمن تیکن
پین ہم ریحان اس بش مرو
ڈھیہ ئے پُلو ئے دشمنان
پُلو گوادرے وظالمان
تاریخ اٹی ذندا سلو

لمبہ سے ہس تیان بَش کرو
ماڑی تے اوفتا بُن ترو
دُشمن نا جاراتے دَرو
تحریکے دا جوش ئس ترو
ہرسرمچار جوزٹ برو
مزل کہ دا مُستی ہنو
ڈنکہ ریحان گوئے درے
سائے تخا دلدستا او
مرک آن ہڑزآن بے خطر
مس مقصدا تینا فدا
ہندادے پارا زندگی
اے کہ کہے عزت اٹی

ہرہرجوان ہندن برو

شیراتا ہنداتے کسر

شوکاک لغوری ٹی سلور
کاٹم تے بوچ آتیٹ ترور

قول ئس ریحان وختس کرے
قول آ تینا دائم سلیس
بالاچ نا وڑ گورگیج ناوڑ
پارے ہمر ہندن کرے
کل آن اوگوئے درے

☆☆☆

پَھر

گُلپان بلوچ

بیست ءُ پنچ سال پیش کشتگیں توم اِنسانے ءِ
سَمر جنگے ءِ بہ بیت بہ روت
گوں تراک ناکیں شورھاں
ریھانے بُن بہ دَنت وت ءَ
پہ پھر ءُ شان،
دلیری ءُ تمری ءِ پٹناں بِدنت منا
اے جنگ ءِ آسر اِنت یا
روچاں ہِنداتی ءِ
کہ یا سمینے وتی تپلیں اوبادگ ءَ
دست ءبڈّ ءَ بہ جَنت مرگ ءِ دستاں بہ دنت
مرگ.....!
مرگ زندءِ مُرادءُ منزل
مرگ ھلاسی اے کسّھانی
گوں پیچ ءُ تاباں، اجب رواجاں!
مرگ مان اِیت یا نہ مان اِیت

کُنٹیں ارواہ ءِ چے سمابیت؟
چہ زندء پیسر ءُ رند چہ مرگ ءَ
اے زندگی ء
ءُ زندگی ء ءُ مرگ ءِ نیام ءِ نشتگیں ھُدایے ءَ سمابہ بیت
چے پیم ترک اَنت تیجار
ماں جُھد ءِ اسلمیں دلاں

☆☆☆

تَقَدّم وَلَدِی

(میرے بیٹے قدم بڑھاؤ)

ثانی

اے مِرے خواب کے تابندہ ستارے کی ضیا
اے مِری نسل کی پہچان
زمیں کے وارث
میرے شہزادے
مِرے جسم کے ریشوں کی نمو
وقت یہ وہ ہے کہ
دشمن کی سپاہِ بدمست

اپنی مستی میں زمیں روندھے چلی آتی ہے
یہ سبھی لوگ جو ہمدرد بنے پھرتے ہیں
منتظر ہیں کہ فقط ہار ہماری دیکھیں
اور سمجھتے ہیں کہ ہم تھک کیبکھر جائیں گے
لشکرِ ظلم کے گھیراو میں مر جائیں گے

انہیں معلوم نہیں جنگ چلے جذبوں سے
آہن و آتش و بارود سے کیا ہوتا ہے
عدد و اسلحہِ محدود سے کیا ہوتا ہے
ہم فدائی ہیں زمیں کے
جو ہے مادر اپنی
جس کا ہر بیٹا ہے تیّار کہ جاں دے اپنی
مگر اے جانِ پدر!
اے مِرے شاگردِ قریں!

سب سے پہلے تجھے جانا ہے،
روایت ہے یہی
سنتِ ابنِ علی نے ہمیں سکھلایا ہے
جری فرزند کو تیّار کیا کرتے ہیں
اٹھو دشمن پہ گرو قہرِ خدا کی صورت
اور بہروں کو بتاؤ کہ صدا کیا شے ہے

☆☆☆

وشبو

تاج بشیر

دم نہ بُرتگ انگتہ
کوہسرانی مِر مِرانکیں،
رُڑنائیءِ آوازءَ
نازبو،
انگتہ شنگ اَنتء دُئینتیں بوسہ
پٹّی ئیں گواتےءِ،
شپتگیں رکّانی دلانانی سازاں
چوں بُترساں تئی بیھارےءَ
اومنی اہدءِ نازی
شےءِ پدریچاں چہ دھکانےءَ روسی،
دستے دیما۔۔۔۔۔
انگتہ زانسراں کوہانی منی
رَیھاں چنڈ اَنت
انگتہ سینگ ءَماتےءِ منی،
وپتگ اَنت

درویش ءُ مجید۔۔۔۔۔

☆☆☆

جی تراسد ہزار شیر زال یاسمین

اختر ندیم بلوچ

جی تراسد ہزار شیر زال یاسمین
کرت قربان وتی پلین لال یاسمین

تو شہیدانی ماتانی گم ششتگاں
دردء ُ چیہال کہریں دلء ِ کُشتگان
ترکت انت ساجیء ُ کوہیں بولان دل
میریء ِ رتگین ہونیں ارسان بل
گرندیں جوزگ تئ در جمال یاسمین

سِنگء ُ سوہانیں دل آہناں چہر کنت
تی زہیراں جہان دیدگاں بہر کنت
وہدے تو سرگرئے داں جہاں گون بیت
گلزمین سہر بیت آزمان ہون بیت
سجدگاں تئ کپاں ماہء ُ سال یاسمین

وشبوئے گیدیء ِرنگ ء ُ رڑنائی ئے
مرتگیں واہگاں چاڑ ورنائیء ِ
تئ ہیال نازبویں شنگتنت الکہاں
پل وشبو پہ تو تلوسنت مہروان
پہ تو نازینک جنت باگیں شال یاسمین

تو .الف . لام .میمء َ را مانا کنئے
وحدہو لاشریکء َ را مانا کنئے
تئ زبان ء ِہمک گال آیات باں
راج ء ِرہشونی ء ِ پلیں سوگات باں
کنت تئ مہراں سلام ذوالجلال یاسمین

☆☆☆

بی بی یاسمین ءِ نام ءَ

فضل شیر بلوچ

ھون تیجار انت زمین ء گسہ ء َباور بکن
پلے رودینت یاسمین ء َ کسہ ء َ باور بکن

ما درآمد بوتگیں اچ جند ء ِھنکین ء َ وتی
دل دراتگگ چہ جبین ء َ کسہ ء َ باور بکن

اے نواھیں آشکاں کہ زندگاں بس پہ وتن
تپتگاں ارواہ اش تین ء َ کسہ ء َ باور بکن

تئ شکستیں واب دروھاپاں تچان ء ِ سربتگ
اھوتی گشتگ سمین ء گسہ ءَ باور بکن

بگچہ ء َبستگ سہاتو سوزمان ء ِ سنجیں گم
داگ پر داریت دِرین ء گسہ ء َ باور بکن

شیر ء گہ گشتگ زمین ء ِ سجدہ ء َ تہنا کناں
تو گشئے برگشت ء َ دین ء گسہ ء َ باور بکن

☆☆☆

ایک پرانی نظم

باری آجوئی

یہ سنگسار گلزمین
یہ خاک مادر وطن
کہ جس پہ تم نے جان دی
جو بول اٹھی تو آسماں چمک اٹھا
زمیں کے آفتاب سے
زماں کے انقلاب سے
یہ خاک پھر مہک اٹھی
وفا کے جلتے دشت میں
اگے ہوئے گلاب سے

وہ آفتاب آ گہی
کہ جس میں جل کے تم جو پھر سے جی اٹھے
تو ایک عہد جی اٹھا
خمار خواب آنکھ میں لیئے ہوئے

رواں براہ آجوئی۔۔۔قدم قدم پہ روشنی

وہ روشنی کہ جس پہ تم فدا ہوئے
وہ روشنی ملی تو مہر و ماہ بھی
اتر کے آئے اونچے آسمان سے
زمین کے سلام کو

☆☆☆

انگریزی مضامین

Motherland and Sacrifice

Ali Kachkol

Metaphysics philosophers say that if religion is the removed from the life, national state will replace God.

As Baloch poet G. R. Mulla says: "I congratulate you Mulla on your pilgrimage, but I love my motherland as much as my eyesight" (Mobarak bet tra mola tai haj tai kaba. Mana cho dedaga doste mani mate watan mola).

For the purpose of elaboration, the concept of sacrifice can also be seen in the words of Schleiermacher who writes: "may it be the mission of my freedom, to bring me nearer to this necessity. May it be my highest goal to be able to wish to die".

An Uzbek poet referring to Uzbekistan says: "So that my generation would comprehend the Homelands worth, Men were always transferred to dust, it seems. The homeland is the remain of our forefathers, we turn into dust for this precious soil".

The sacrifice of Rehan and his father Aslam Baloch renaissance the sacrifice of Ibrahim and Ismael. But there is a distinction between Ibrahim and his son and Aslam Baloch and his son; Ibrahim and Ismael were willing to sacrifice in the name of religion, but Aslam

Baloch and his martyred son did their sacrifice for a noble cause, their motherland. Baloch is a phoenix nation by virtue of Balochistan's mountainous topography and the chemistry of resistance is in the blood of Baloch for their motherland, due to which, a strong culture of sacrifice is emerging within the Baloch. Nationalism sometimes demands people to sacrifice for the collective interests. This sacrifice is often voluntarily done for the greater good and either for the purpose of freedom of nation or to protect the people of a nation. This sacrifice by Rehan and all the other Baloch martyrs who sacrificed their lives, and all the women and children who are suffering the torture in torture cells; illustrate the concrete will and determination of the Baloch. It also portrays the extents the Baloch are willing to go for their nation.

In my personal opinion, whatever the method would be for the resistance, the Baloch should not at any cost let down the momentum of resistance till the victory. Unfortunately, our senior Baloch leadership knowingly caused us irreparable loss by supporting the exhausted and failed constitutional politics of Pakistan. Yesterday, after the sacrifice of Rehan on the death anniversary of GhausBaksh Bezanjo, I wished that respectable Mr. Bezanjo and other senior leaders had continued nationalism in its genuine spirit, which is resistance. But, at the last phase of their lives, all our senior leadership had given up their resistance movement, except Nawab Kherbaksh Marri.

I frankly submit to Baloch nation that without there struggle for a nation state, there is no nationalism and the so-called "nationalists" do not qualify to be called nationalists, because nationalism means sacrifice for a nation state. This prime tenet is missing is missing in parties who call themselves nationalists but practice constitutional politics of Pakistan, a system that is totally failed and exhausted due to stratocracy and kleptocracy, instead of democracy.

Our motherland is being exploited by Pakistan and China for its resources and strategic location, without any consent of the aboriginal Baloch. Baloch are robbed from their natural resources like natural gas, coal and gold and now these two countries have even started occupying their property for the construction of CPEC. Baloch people are forcibly displaced from their ancestral hometowns.

Baloch have continuously raised their voice against this injustice to inform the western community for years, but due to ignorance and double-policy of the west, we have been totally ignored. The Western community is bound to take action against this according to the UN´s 1960 Declaration on granting independence to colonial countries and people. A clause of this declaration states: 'The subjection of people to alien subjugation, domination and exploitation constitutes a denial of fundamental human rights, is contrary to the Charter of UN and is an impediment to world peace and co-operation.'

Our liberation movement is according to UN Charter but Pakistan has seriously been violating this Charter. Pakistan and China are violating Limburg Principle, in the name of national security and counter terrorism. The article 64 of Limburg Principle is clearly being violated, which states: "National security cannot be used as a pretext for imposing vague or arbitrary limitation and may invoke only when there exist adequate safeguards and effective remedies against abuse". Similarly article 65 of Limburg Principle states: "systematic violation of economic, social and cultural rights undermines true national security and may jeopardize international peace and security, a state responsible for such violation shall not invoke national security as justification for measure aimed at suppressing opposition to such violation or at perpetrating repressive practice against its population".

It would be reasonable to point out here that Baloch people have frequently approached all international and local institutions including UN that Pakistan has been committing genocide, ethnic cleansing, crimes against humanity and war crimes in accomplice with China in the vicinity of CPEC. All these crimes are being committed on the pretext of national security and counter terrorism.

In this respect we have also referred an eminent international lawyer Hugo Grotius´s views "If tyranny becomes so unbearable as to cause the nation to rise, any foreign power is entitled to help an oppressed

people that has requested its assistance". All our struggle to approach the western community is to enlighten them about Balochistan and to stop this unending impunity and atrocity, there has been no response from the west. Rather, they have criminally been aloof of their due responsibility so far.

Since, the international state community UN and its sister institutions are not listening to our cry in such an alarming situation, there is no other option and alternative left for the Baloch except sacrifice.

"China will have to pay higher price due to Dalbandin suicide attack", a leading security expert has argued in Hong Kong based English-language newspaper and Hong Kong's newspaper of record, South China Morning Post (SCMP).

In an opinion piece published on SCMP, Director of international security studies at the Royal United Services Institute (RUSI) in London, Raffaello Pantucci, has said that the recent attempted suicide bombing by son of a senior Baloch leader against a bus carrying Chinese engineers in Dalbandin, Balochistan highlights the complexity of the security problems China faces in Pakistan.

Raffaello Pantucci, whose work focuses on terrorism, counter-terrorism and China's Eurasian relations, argues 'the attack was a rare suicide bombing for the Baloch Liberation Army and was specifically targeting China. It showed how Beijing is finding itself dragged into a clash whose answer lies in the resolution of

fundamental issues within Pakistan.'

Mr. Pantucci believes that "the longer-term answer to the problems of separatism in the regions are to be found in political solutions: issues that infrastructure and mining investment will not resolve, and may in fact be exacerbating."

The international security expert also mentions possibility that negotiations might have happened between Chinese officials and some Baloch separatist groups, as disclosed by Financial Times in February this year. However, Mr. Pantucci confirms that top BLA commander Aslam Baloch, whose son Rehan Baloch carried out the suicide attack, has strongly denied talks with China. Quoting Aslam Baloch, the article states: "Our people are [disappearing] every day. They are being killed. Their houses are being looted and burned. In such a situation, any dialogue with China is impossible. We reject such a proposal."

Mr. Pantucci says that "since the China-Pakistan Economic Corridor was announced, there have been many more reported incidents by the BLA specifically targeting CPEC projects - incidents they publicly link afterwards to CPEC -, leading mostly to the deaths of Pakistani guards or workers.

"The article also mentions attacks against Chinese nationals by Sindhi separatist groups, including by Sindhudesh Revolutionary Army.

Mr. Pantucci argues that there are obvious reasons for these attacks. 'For separatist groups, the Pakistani state

is the ultimate enemy. As Islamabad's closest friend, Beijing becomes a target by association,' he states.

The article quotes BLA's suicide bomber Rehan Baloch's message carrying out the suicide attakc against a busload of Chinese engineers: "Through this act, I want to make China and its people realise [that] whosoever will try to meddle in Baloch issues without Baloch nation's consent, will face the wrath of Baloch nation."

Mr. Pantucci asserts that 'the longer-term answer to the problems of separatism in these regions are to be found in political solutions: issues that infrastructure and mining investment will not resolve, and may in fact be exacerbating.'

☆☆☆

I want to make my pen strong

Mehlab A Nadeem

I want to make my notebook more colorful, I won't need colors to fulfill this wish of coloring my notebook. I'll just need a brave story of a knight.
Today I have astoryof a brave knight, who sacrificed his life for the protection of his motherland and national natural resources. While writing these words my pen is getting stronger. These words are making mynotebook more colorful.
I feel myself a little creature to write something about him. I think writing about him is making me stronger, giving me more power and a new way to love my nation.
Rehan Aslam son of Commander Ustad Aslam baloch I don't know when he was bornand how he was grown up?But I am sure that day was a great day for his mother. His mother Bibi Yasmeen Aslam while sending Rehan for a mission, might have recalled his birth and difficulties in growing him a young. Rehan Baloch during last goodbye to his mother; says that Be Brave ". Brave mother replies, "Go ahead my son. I'm sacrificing you for my motherland". Five days later he left for his mission. In these five days his mother prayed from God

for the success of his son's mission. I think she is the only mother proudly sending her son to destroy her motherland's enemy and their vicious ambitions in Balochistan. Sending her son while knowing that she will not receive her son's dead body but she remained calm and brave. She was strong while Rehan's other relatives were mourning after him. She, said, "don't be worried about my son just be proud of my son, be proud of his sacrifice and his love for his motherland".
This is called true love for a motherland.
Everyone is aware about the feelings, attachment, and love of a mother to her children. A mother spends all her time taking care of the children. She can stay up all night to give him a peaceful sleep.
If a mother can sacrifice her own child for her motherland's freedom, and for the protection of her motherland, and for a peaceful future of Balochistan then no one can make us slave forever.

Not only Rehan's mother but every Baloch mother should be like Bibi Yasmeen.
"Every human being in this world will have to face the death.
'If death is certain why not for a good cause?"

Hazrat Ibrahim
Every Muslim knows about this story that God ordered Ibrahim in his dream to sacrifice his favourite and closest thing for me." He thought that his favourite and

closest one is only his son. Then he gets ready to do as he saw in his dream. He says to his son that I am sacrificing you in the way of God and his son also gets ready. He was up to do what his father said. Before sacrifice Hazrat Ibrahim blindfolds his eyes because he can't see his son dying.

But look at Ustad Aslam he did the same. But the only some difference is; Ibrahim loved Allah and Ustad Aslam loves his motherland.

Ibrahim blindfolded himself. Aslam himself kept watching his son's attack on his enemy.

Hazrat Ibrahim is the prophet of Allah and all Muslim world remembers him on the day of Eid-ul-Azha. In the same way, all Balochistan will remember Rehan's sacrifice like an Eid on 11the August.

This day is the independence day of Balochistan too. Every Baloch remembers this brave man.

And for me "Ustad Aslam is a guide and teacher like prophets.

Salute to Bibi Yasmeen.

Salute to Ustad Aslam Baloch

Salute to our brother Rehan.

☆☆☆

If China doesn't withdraw, it will have to face the wrath of Baloch nation

Dr Allah Nizar Baloch

We will resist all China's projects "in Balochistan." Dr Allah Nizar Baloch

Baloch Pro-freedom leader Dr Allah Nizar in his statement said that China is a co-conspirator with Pakistan to plunder and exploit Baloch national wealth and helping Pakistan to strengthen its occupation of Balochistan. Baloch leader rejected the exploitive investments of China in Balochistan and termed those unacceptable for Baloch nation. He warned, "We will resist all Chinese projects in Balochistan."

"China is providing latest technology and military equipment to Pakistan that is being used in Baloch genocide. This act of China has cultivated hatred against itself in the hearts and minds of Baloch people; and Baloch nation will never forget and forgive China for these crimes."

He added that China itself had bore the brunt of slavery and exploitation; it should have had the empathy for the Baloch land, resources and national identity but unfortunately, China had forgotten its past. Now it has become a partner in crimes of Pakistan that it is

committing against us. Hence, China must look into its past, and should realize the fact that how much powerful the liberation movements are.

Dr. Allah Nizar further stated, "Pakistan has not only deployed a large part of its army in Balochistan, on the pretext of protecting China-Pakistan Economic Corridor (CPEC) related projects but Pakistan army and intelligence agencies have crossed all the red lines in committing worst atrocities in Balochistan.

However, despite all the oppression and barbarity of Pakistan, all the Chinese projects are suspended in the air, and this is obvious that all Chinese projects are facing resistance of Baloch nation.

Dr. Allah Nizar warned, "We would like to make it clear to China that Balochistan is an occupied land, and no project will ever succeed without the consent of Baloch nation; If China does not pull out of Balochistan then Balochistan will be the graveyard for the Chinese projects and all of its investments will be buried for good."

He further explained, "Pakistani cruelty has reached to a level, it is crystal clear that China has a direct hand in it. In such situation any country that joins hand with Pakistan in its exploitive projects in Balochistan, will be deemed an accomplice of Pakistan in Baloch genocide and war crimes in Balochistan.

Balochistan is not some heirless land, that Pakistan, in alliance with any imperialist power, would be capable to colonize it forever and destroy Baloch national identity.

Baloch nation has made countless sacrifices against Pakistani occupation that are still continued. If China does not withdraw from Balochistan, it has to face the wrath of Baloch nation."

Dr. Allah Nizar Baloch said, "Pakistan has been committing crimes in Balochistan for decades; more than 40,000 Baloch are enforcedly disappeared, and 10,000 were martyred in "kill and dump" policy, custodial killings and fake encounters by Pakistan forces.

Nevertheless, Pakistan has intensified its atrocities after signing of China-Pakistan Economic Corridor (CPEC) agreement. Hundreds of thousands of people are displaced from their villages and hamlets, which come in CPEC route through military operations and forced migrations. These people are living miserable lives in different parts of Balochistan, Sindh and some are living as refugees in Afghanistan and other countries.

Dr. Allah Nizar remarked, "Those who have signed the National Action Plan and were members of the Apex Committee and instigated the military operations in Balochistan are equally responsible of these crimes; Baloch nation will hold them accountable."

He said, "Today Baloch are forced to migrate and facing oppression; they are making sacrifices for a great cause of national liberation. A free Balochistan will be the outcome of these sacrifices."

Baloch leader cautioned, "The world must realize the fact that without making a free Balochistan, there will

not be any peace in the region because, the imperialistic ambitions of China and Pakistan's policy of promoting terrorism is a warning of danger for the world. Baloch nation already bearing its ferocity, but it may engulf the entire world if they keep ignoring the danger.

☆☆☆

.

Baloch nationalist groups endorse suicide attack on Chinese engineers

Sangar web Desk

In an unprecedented development, different nationalist Baloch leaders and groups have vehemently endorsed the suicide attack carried out yesterday on a convoy of Chinese engineers.

Different Baloch leaders and groups released media statements or took to twitter to express their views on the issue, suggesting a very radical change in dynamics of Baloch nationalist movement.

Dr. Allah Nazar, the head of a prominent Baloch militant organisation, Balochistan Liberation Front, endorsed the attack in a tweet and paid his 'rich tributes to Rehan Baloch'. He also praised Aslam Baloch, Rehan's father, for the 'upbringing of his child'.

Rehan was the suicide attacker, who carried out an attack on a convoy of Chinese Engineers in Dalbandin town of Chaghi district of Balochistan on Saturday.

Media sources says, at least four people had died in the attack including three Chinese Engineers.

Rehan Baloch was the eldest son of top BLA commander Aslam Baloch.

United Baloch Army, A Baloch militant organisation, also 'paid rich tributes to Rehan Baloch'.

"Rehan Baloch repeated the role of Majeed Baloch and Baaz Khan Marri, letting the world know that Baloch will not hesitate from any sacrifice for their motherland Balochistan", said Mureed Baloch, UBA's spokesperson

Abdul Nabi Bangulzai, a senior Baloch leader, in a tweet, said that China's role as a coloniser and collaborator with Pakistan has brought China face to face with Baloch nation. He also paid paid tributes to Rehan Baloch.

Another militant organization, Baloch Republican Guard, also endorsed the attack carried out by Rehan Baloch.BRG's spokesperson said that Rehan Baloch sent out a message that without Baloch's consent CPEC or any other projects cannot succeed on Baloch land.

Wahid Qambar, Baloch leader say the suicide attack by

Rehan Baloch a 'historic event, which he can never forget'.

Rahim Advocate, Baloch leader, said in his tweet that: 'Rehan Baloch s/o Aslam Baloch gave a clear message that Baloch youth are determined to achieve their freedom from Pakistan and will not let anyone plunder the Baloch resources'.

Akhtar Nadeem, Baloch leader commander in BLF, said "Rehan has set a new precedent in Baloch struggle, the upbringing of his father Aslam and his resolute stance on freedom set him for this great sacrifice". He 'saluted Rehan Baloch' and warned that the 'enemy should know Baloch will not hesitate to choose any means for the motherland'.

Gulzar Imam, commander of Baloch Republican Army, tweeted about the attack and 'saluted Rehan Baloch for his bravery'.

A Sindhi militant organization, Sindhu Desh Revolutionary Army, lauded the act in a press release and asked Baloch and Sindhi youth to build passion similar to that of Rehan Baloch for the motherland.

Bashir Zeb Baloch, a Baloch leader, in his press release

Baloch fighter dares China before blowing fidayeen himself in a attack

Sangar web desk

(ANI): Rehan Baloch, a young Baloch fighter and elder son of Balochistan Liberation Army's (BLA) senior commander Aslam Baloch has asked China to vacate Balochistan and stop plundering their resources.

The video statement was recorded by Rehan just before he carried out a suicide attack on a bus carrying Chinese engineers and other employees of Saindak project in Dalbandin city of Chaghi district on Saturday.

There are reports of multiple deaths and injuries in the attack. Three Chinese engineers have been reported dead while several of them injured in the attack.

"We have told China multiple times to shun plundering Baloch resources and refrain from becoming part of any Pakistani designs. We have asked China time and again to take their engineers and workers out of

said that the path chosen by Rehan Baloch 'would shake the core of exploiters', and termed Rehan as 'an eternal asset for the Baloch nation'.

Where many stalwarts of Baloch pro-independence endorsed the act of suicide attack against Chinese Engineers, some criticized it. On social media, some Baloch activists argued that this would damage the international reputation of the Baloch independence movement.

According to the analysts, this radical shift in the Baloch movement is a matter of grave concern for Pakistan because Baloch insurgents in past had restrained from taking such extreme measures.

☆☆☆

Balochistan. However, China never paid heed to our justified demands", said Rehan Baloch in a video message issued from an undisclosed location in Balochistan.

In his message, Rehan accused that 'with China's help, Pakistan has intensified its offensive against Baloch nation and thousands have been killed and their villages destroyed in Pakistani military operations.

"China has also been providing arms, ammunition, funds and communication devices to Pakistan to use against Baloch national struggle. This is a serious crime both legally and morally with China's help. Pakistan has intensified its offensive against Baloch nation and thousands have been killed and hundreds of villages have been destroyed. During Pakistani military operation thousands of Baloch have been forced to leave their ancestral land to become refugees in Iran, Afghanistan and Middle East", said the young Baloch fighter, who appeared holding an automatic weapon.

"Through this act, I want to make China and its people realize that whosoever will try to meddle in Baloch issue without Baloch nation's consent, it will face the wrath of

the Baloch nation," he added.

"It cannot be possible at all for a foreign country to plunder the precious natural resources and wealth of Baloch nation without any resistance when our people are deprived of basic necessities, China should immediately withdraw its investment and forces from Balochistan or else they will continue to face Baloch youth", said Rehan Baloch.

Balochistan is Pakistan's resource-rich province where a large number of Chinese engineers and workers are engaged in development projects including multi-billion dollar China Pakistan Economic Corridor (CPEC). The Saindak project pertains to mining of gold and copper that Pakistan is doing in partnership with China. The indigenous Baloch, who have been fighting for their independence, are opposed to any foreign presence in the region. (ANI)

☆☆☆

بیانات

بی ایل اے نے دالبندین میں
چائنیز انجنیئر ز پر حملے کی ذمہ داری قبول کر لی

بلوچ لبریشن آرمی کے ترجمان جیئند بلوچ نے تنظیم کے آفیشل ٹویٹر اکاونٹ پر جاری کردہ بیان میں آج دالبندین میں سیندک پروجیکٹ کے چینی انجنیئر ز پر حملے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

ترجمان نے کہا کہ چائنیز انجینئر ز پر حملہ بی ایل اے کے مجید برگیڈ کے فدائی ریحان بلوچ نے کیا۔

ترجمان نے کہا کہ بلوچستان پر قابض پاکستانی فورسز اور بلوچ وسائل کی لوٹ مار ملوث چائنیز پر ہمارے حملے آنے والے دنوں میں مزید شدت اختیار کریں گے۔

☆☆☆

ریحان بلوچ کو اُنکی بہادری پر سلام پیش کرتا ہوں

ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ

دی بلوچستان پوسٹ سوشل میڈیا رپورٹر کے مطابق معروف بلوچ آزادی پسند رہنما اور بلوچستان لبریشن فرنٹ کے سربراہ ڈاکٹر اللہ نظر بلوچ نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئیٹر پر اپنے ایک پیغام میں کہا ہے کہ آج دالبندین میں چینی انجنیئرز پر بی ایل اے مجید برگیڈ کے فدائی ریحان بلوچ کو اُنکی بہادری اور جذبہ قربانی پر سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بلوچستان کی استحصال میں مصروف چینیوں پر خودکش حملہ کیا۔

بی ایل ایف سربراہ نے مزید کہا کہ ریحان بلوچ کے والد کمانڈر اسلم بلوچ کو ایسی تربیت دینے پر داد دیتا ہوں۔

☆☆☆

فدائی حملوں کیلئے مجید برگیڈ کے جوان بڑی تعداد میں تیار ہیں

اسلم بلوچ

مجید برگیڈ کا تیار فدائین کے لسٹ سے اپنے بڑے بیٹے ریحان بلوچ کا نام میں نے خود منتخب کیا۔اسلم بلوچ

فدائی نوجوان اسی طرح اپنے وطن قوم ننگ وناموس کے دشمنوں پر قہر بن کر بن کر ٹوٹیں گے۔

بلوچ لبریشن آرمی کے سینئر رہنما استاد اسلم بلوچ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ چائنا اپنے قلیل سرمایہ کاری کیلئے اگر پاکستان سے ملکر بلوچوں کا خون بہانے کو تیار ہے تو پھر بلوچ اپنے آزادی،عزت وقومی وسائل اور عوام کے تحفظ سے کیسے غفلت کا شکار ہو سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ چائنا کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ پاکستان سے ملکر بلوچ وطن میں اپنے توسیع پسندانہ عزائم کو آسانی سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا،مزید ایسا کرنے کی صورت میں اسکو اس سے بھی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گا۔

استاد اسلم بلوچ نے کہا کہ چائنا کو بھاری جانی و مالی قیمت ادا کرنے کیبعد بھی ناکامی اور ذلت ہی نصیب ہوگا بلوچ سرزمین اور بلوچ وسائل کے مالک بلوچ نوجوان ہیں جو اپنی جان اپنے کاز پر قربان کرنے سے ذرا برابر بھی نہیں کتراتے اور بلوچ نوجوانوں کا نعرہ صاف اور واضح ہے آزاد وطن اور قومی واک واختیار اس سے کم کچھ نہیں۔

بلوچ لبریشن آرمی کے رہنما نے کہا آج ہمارے نوجوان شعوری حوالے سے فدائی حملوں کیلئے بڑی تعداد میں بخوشی تیار ہیں۔ریحان بلوچ بھی ایسے نوجوانوں میں سے ایک تھا۔جب میرے پاس مجید برگیڈ کے فدائین کا لسٹ سلیکشن کیلئے آیا تو میں نے بحیثیت ذمہ دار اپنے بڑے بیٹے

ریحان بلوچ کا انتخاب کیا جسے بعد میں ہمارے کمانڈ کونسل نے منظور کیا۔

ان کا کہنا تھا کہ بلوچ وطن اور قوم کے دشمنوں کو یہ بات ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ ایسے تمام فدائی نوجوان اسی طرح اپنے وطن قوم ننگ و ناموس کے دشمنوں پر قہر بن کر ٹوٹیں گے۔

واضح رہے کہ بی ایل اے کے رہنما اسلم بلوچ کے بڑے بیٹے ریحان بلوچ نے چائینز انجنیر ز کے قافلے پر دالبندین کے قریب ہفتے کے روز خودکش حملہ کیا تھا جسمیں تین چائینز ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے تھے۔

☆☆☆

ریحان جیسے بہادر سپوت دشمن کو عبرتناک انجام تک پہنچائیں گے

بشیر زیب

کوئٹہ (سنگر نیوز) بلوچ آزادی پسند سنگت بشیر زیب بلوچ نے میڈیا کو جاری کردہ اپنے بیان میں کہا کہ ریحان بلوچ کا منتخب کردہ طریقہ کار ہی قابض دشمن کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دے گا۔

ریحان بلوچ قوم اور تحریک کا سرمایہ تھا اور تا ابد رہے گا۔

انہوں نے کہا کہ بلوچ قومی تحریک کی مثالی کردار فدا ہیں ریحان بلوچ پورے بلوچ قومی تحریک اور بلوچ قوم کا سرمایہ تھا اور تا ابد سرمایہ ہی رہے گا جنہوں نے شعوری اور ایک پختہ طریقہ کار کا چناو کیا۔

انہوں نے کہا دراصل یہی وہ راستہ ہے جو قبضہ گیر ریاست کے بوسیدہ بنیادوں کو ہلانے اور چین جیسے سامراجی قوت کو مجبور کر دیتی کہ وہ بلوچ سرزمین پر سرمایہ کاری جیسے بلوچ دشمن اور بلوچ استصالی منصوبوں دستبردار ہو جائے۔

انہوں نے کہا ریحان بلوچ نے ہمارے کندھوں پہ مزید ذمہداری عائد کر کے ایک کڑے امتحان میں ڈال دی، ریحان کی بہتے لہو سے جنم لینے والے جذبے اور حوصلیسے اب کئی ریحان جیسے بہادر سپوت دشمن کے خلاف میدان میں آ کر دشمن کو عبرتناک انجام تک پہنچائیں گے۔

سنگت بشیر زیب بلوچ نے کہا کہ ایسے ماں باپ سجدے کے لائق ہیں جو اپنے لخت جگر کو ہنستے ہوئے شہادت کی مبارک بادی دیتے ہوئے رخصت کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اپنے فرزند اور لخت جگر کو موت کی راہ پہ روانہ کرنا ایک انتہائی کرب ناک تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے اور اس کیفیت اور لمحے کو بیان کرنا ہم جیسے کمزور دل لوگوں کی بس کی بات

نہیں ہوتا۔

ریحان بلوچ اور دیگر تمام شہداء کی فکر وعمل کو آگے بڑھانا ہماری بنیادی وقومی ذمہ داری ہونی چاہیے ۔ریحان جان کی قربانی اور فیصلہ ایک پرامن ،آزاد اور برابری و مساوات پر مبنی بلوچ سرزمیں کے حصول کی خاطر تھا اور ریحان کی قربانی پر بلوچ قوم اور تحریک آزادی سے وابستہ تمام جہدکار مبارک باد کے مستحق ہیں۔

بشیر زیب نے کہا کہ تمام آزادی پسند رہنما اور جہدکار ریحان جان کو بلوچ قوم کا قومی سرمایہ سمجھ کر اس لہو اور قربانی کا لاج رکھتے ہوئے ریحان کی وسیع اور عظیم قربانی کو کسی بھی قیمت اور سوچ کے تحت محدود نہ کریں اور ساتھ ہی تمام دوست کسی بھی مقام خاص کر سوشل میڈیا یا اپنے دیگر سرکلوں میں کسی بھی طریقے اور سطح سے نہ ہی کسی کو کوئی طنز وشغان اور احسان جتانے اور برتری حاصل کرنے اور غرور وگھمنڈ میں رہنے کی کوشش نہ کرے بلکہ سارے نظریاتی وفکری دوست و سنگت ایسے منفی حرکتوں سے مکمل گریز کریں۔

انہوں نے کہا کہ تاریخ ساز دور میں تاریخی کردار ادا کرنا بھی اتنا آسان نہیں ہے لیکن ہمیشہ تاریخ ساز کرداروں کی قربانی اور عظیم کارناموں کی لاج رکھنا اور قوم اور قومی تحریک کے لیے پیش رفت ثابت کرنا انتہائی سخت امتحان ہوتا ہے خاص کر اس آنے والے امتحان سے اب ہمیں گزارنا ہوگا تو اگر ہم ریحان جیسے شہیدوں کی لہو اور تاریخ ساز کردار کی لاج نہ رکھتے ہوئے بلوچ قوم کی بقاء وقومی آزادی اور قومی تحریک کو مزید موثر اور منظّم شکل نہ دے سکے تو تاریخ ہمیں کبھی بھی معاف نہیں کریگا اس حوالے سے سب کو ہر وقت سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور شہداء کی فکر وعمل کو صرف آگے بڑھانا ہوگا۔

میں مکمل پر امید ہوں اور آگے وقت بھی ثابت کریگی بلوچ مادر وطن اب فکری وشعور کے حوالے سے بانجھ نہیں بلکہ گل زمین کی کوکھ سے مزید ریحان جنم لے چکے ہیں اور لیتے رہیں گے اور اسی طرح تاریخ ساز دور میں تاریخ رقم کرتے رہیں گے۔

بشیر زیب بلوچ نے کہا کہ میں تمام دوستوں سے دست بستہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ صرف اور

صرف شہداء کے نظریات افکار اور عمل کو آگے بڑھانے کے علاوہ باقی تمام غیر ضروری اور سطحی چیزوں کو نظر انداز کر کے انھیں اپنے ذہنوں سے مکمل نکال دیں کیونکہ اسی سوچ احساس عمل رویوں اور شعور میں قومی تحریک کی اصل کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔

☆☆☆

بلوچ قوم کو ریحان کی فکر اور سوچ کی پیروی کرنا چاہیے

واحد قمبر

بلوچ آزادی پسند رہنماء استاد واحد قمبر بلوچ نے اپنے بیان میں بی ایل اے کے سرمچار ریحان بلوچ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ریحان بلوچ کی قربانی نے یہ ثابت کر دیا کہ بلوچ اپنی سرزمین پر کسی بھی نوآبادیاتی استحصالی منصوبے اور اغیار کی غلامی کو برداشت نہیں کرسکتا اور بلوچ قوم اپنی آزادی کی جدوجہد اور اپنے وسائل کی نوآبادت کے ہاتھوں لوٹ کھسوٹ روکنے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہے۔

ریحان بلوچ کی قربانی جو کہ بلوچ تاریخ میں ایک عظیم کارنامہ ہے اس حوالے سے بلوچ آزادی پسند لیڈرشپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ریحان بلوچ ایک سیاسی اور گوریلہ لیڈر کا بیٹا تھا جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

آزادی پسند رہنماؤں کو اور بلوچ قوم کو ریحان کے فکر اور سوچ کی پیروی کرنی چاہیے تاکہ بلوچ جدوجہد جدت کی جانب مزید تیزی سے پیش قدمی کریں۔

آخر میں انہوں نے ریحان بلوچ کو اس عظیم کارنامے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ریحان بلوچ کی قربانی دنیا کبھی نہیں بھلا سکے گی۔

☆☆☆

شہید ریحان بلوچ نے اپنی قربانی سے نئی تاریخ رقم کی

اختر ندیم بلوچ

بلوچ آزادی پسند رہنماء واجہ اختر ندیم بلوچ نے کہا کہ ریحان بلوچ نے جس انداز سے خود کو مادرِ وطن پہ قربان کیا اس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اس حوالے سے مزید انہوں کہا کہ ریحان بلوچ کی اس قربانی میں ان کے والد استاد اسلم بلوچ اور والدہ بی بی یاسمین بلوچ کی نظریاتی تربیت اور محنت شامل ہے۔

آزادی پسند رہنماء کا مزید یہ کہنا تھا کہ استاد اسلم بلوچ اور بہن بی بی یاسمین بلوچ نے بیٹے کی تربیت جس انداز سے کی وہ نہ صرف تاریخ میں نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے بلکہ ان ہستیوں نے پورے بلوچ قوم کو یہ پیغام دیا کہ اگر ہم منزل پہ پہنچنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی راہ پہ چلنا ہوگا۔

آخر میں انہوں نے ریحان بلوچ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں سلام کرتا ہوں شہید ریحان جان کو جنہوں نے عین جوانی میں اپنی قربانی سے ایک نئی تاریخ رقم کی جسے رہتی دنیا تک کوئی بھلا نہیں سکتا۔۔۔

☆☆☆

ریحان بلوچ کی قربانی نوجوانوں کیلئے مشعلِ راہ ہے

گلزار امام

دی بلوچستان پوسٹ سوشل میڈیا نمائندے کے مطابق بلوچ ریپبلکن آرمی کے سینئر کمانڈر گلزار امام نے سماجی رابطوں کے ویب سائٹ ٹوئیٹر پر آج بلوچستان کے علاقے دالبندین میں چینی انجنیئر وں پر خودکش حملے پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''ریحان بلوچ نے بہادری اور قربانی کی ایک نئی مثال قائم کردی۔''

گلزار امام نے مزید کہا کہ ''ریحان بلوچ کی قربانی بلوچ نوجوانوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوگی، میں بلوچستان کے اس بہادر بیٹے کو سرخ سلام پیش کرتا ہوں۔''

واضح رہے آج بلوچستان کے علاقے دالبندین میں سینڈک پراجیکٹ پر کام کرنے والے چینی انجنیئر وں کے قافلے پر ایک خودکش حملہ ہوا تھا، جس میں چینی انجنیئر وں اور ایف سی اہلکاروں کے ہلاکتوں اور زخمی ہونے کی مصدقہ اطلاعات موصول ہوئیں تھیں۔

☆☆☆

استاد اسلم بلوچ اور بی بی یاسمین بلوچ نے قوم کو ایسی راہ دکھائی جو اس سے قبل کسی کے حصے میں نہیں آیا

ماسٹر لعل بخش بلوچ

بلوچ نیشنل موومنٹ کے سنیئر کارکن اور بلوچ آزادی پسند گوریلہ کمانڈر اختر ندیم کے والد ماسٹر لعل بخش بلوچ نے بلوچ فدائی شہید ریحان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہید ریحان جان کی بے مثال قربانی شہید کے والدین کی بلوچ جہدِ آزادی سے فکری اور شعوری وابستگی کو ظاہر کرتی ہے۔

انہوں نے بلوچ فدائی شہید ریحان جان بلوچ کے والد استاد اسلم بلوچ، والدہ بی بی یاسمین بلوچ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی انسانی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی، جسے بیان کرنا مجھ جیسے انسان کی بساط میں نہیں کیونکہ میرے پاس ایسے الفاظ کا خزانہ بھی نہیں جن کے ذریعے میری سوچ کی ترجمانی ممکن ہو۔

انہوں نے مزید کہا کہ استاد اسلم بلوچ اور بہن بی بی یاسمین بلوچ نے اتنی بڑی قربانی دیکر نہ صرف بلوچ قوم کی دنیا میں الگ پہچان بنائی بلکہ بلوچ قوم کو تاریکیوں سے نکالنے کے لیے ایسی راہ دکھائی جو بلوچ تاریخ میں آج تک کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ وقت وحالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ یہی کارنامہ بلوچ آزادی کی راہ ہموار کرنے میں بنیادی اہمیت کا حامل ہوگا اور آنے والے دنوں میں بلوچ قوم استاد اسلم بلوچ اور بہن بی بی یاسمین بلوچ کی راہ کا انتخاب کر کے مادر وطن پہ اپنے بچوں کو قربان کرتے ہوئے مقصد کے حصول کو ممکن بنائیں گے۔☆☆☆

ریحان بلوچ نے بلوچ قوم کا سرفخر سے بلند کردیا

بختیار خان ڈومکی

بلوچستان اسمبلی کے سابق ممبر اور سابق صوبائی وزیر جنگلات میر بختیار خان ڈومکی نے سوشل میڈیا کے ویب سائٹ ٹوئیٹر پر جاری اپنے ایک ٹویٹ میں گذشتہ روز بلوچستان کے علاقے دالبندین میں چینی انجینئرز پر فدائی حملہ کرنے والے ریحان بلوچ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ریحان بلوچ کی قربانی نے بلوچ قوم کا سرفخر سے بلند کیا۔

واضح رہے کہ میر بختیار ڈومکی کی اہلیہ اور بیٹی کو کراچی میں مسلح افراد نے فائرنگ کر کے شہید کردیا تھا۔

بختیار ڈومکی آج کل یورپ میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہے۔

☆☆☆

بی ایل اے کے فدائی سرمچار ریحان بلوچ کو سلام پیش کرتے ہیں

یو بی اے

یونائیٹڈ بلوچ آرمی کے ترجمان مرید بلوچ نے دالبندین کے علاقے میں چائنیز انجینئرز پر بلوچ لبریشن آرمی کے فدائی حملہ کرنے والے سرمچار ریحان بلوچ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ریحان بلوچ نے مجید بلوچ اور بازخان مری کے کردار کو ایک بار پھر دہراتے ہوئے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ بلوچ قوم اپنی آزادی کی جنگ میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریگا۔

واضح رہے کہ آج بلوچستان کے علاقے دالبندین میں چینی انجینئرز پر خودکش حملہ کیا گیا جس کی زمہ داری بلوچ لبریشن آرمی نے قبول کرتے ہوئے حملہ آور کا نام ریحان بلوچ ظاہر کیا تھا۔

دیگر ذرائع سے موصول اطلاعات کے مطابق ریحان بلوچ بی ایل اے کے سینیئر کمانڈر اسلم بلوچ کے فرزند ہیں۔

اس حملے میں سرکاری ذرائع کے مطابق دو ایف سی اہلکار سمیت چھ انجینئرز زخمی ہوئے تھے تاہم ہسپتال ذرائع سے موصول تازہ ترین اطلاعات کے مطابق تین چینی انجینئرز اور ایک ایف سی اہلکار سمیت چار افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔

ہسپتال ذرائع کے مطابق لاشیں اور زخمیاں پہنچانے کے بعد ہسپتال کو سیل کردیا گیا، جس کے بعد مزید گاڑیاں بھی زخمیاں لاتے رہے، تاہم ہسپتال حکام کو علاج فراہم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، فوج کی اپنی میڈیکل کور انکو ابتدائی طبی امداد فراہم کرتی رہی۔ تمام لاشوں اور زخمیوں کو فوری طور پر کراچی اور کوئٹہ سی ایم ایچ شفٹ کردیا گیا اور اس موقع پر میڈیا نمائندگان کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

☆☆☆

بی ایل اے کے فدائی سرمچار کو
خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

بی آر جی

شہید ریحان نے پیغام دیا کہ بلوچ قوم کی اجازت کے بغیر سی پیک کامیاب نہیں ہوگا۔

بلوچ ریپبلکن گارڈز کے ترجمان دوستین بلوچ نے میڈیا کو جاری کردہ ایک بیان میں کہا ہے کہ شہید ریحان بلوچ نے چائنیز انجینیئر وں پر خودکش حملہ کر کے چین کو یہ پیغام دیا ہے کہ بلوچ قوم کے اجازت کے بغیر سی پیک کامیاب نہیں ہوگا۔

دوستین بلوچ نے کہا کہ ہم بی ایل اے کے سرمچار ریحان بلوچ کو سلام پیش کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ آج بلوچستان کے علاقے دالبندین میں چینی انجینیئر وں کے بس پر خودکش حملہ ہوا تھا جس میں ہسپتال ذرائع کے مطابق تین چینی شہری سمیت ایک سیکیورٹی اہلکار ہلاک ہوگیا تھا اور متعدد زخمی ہوئے تھے۔اس حملے کی ذمہ داری بی ایل اے کے ترجمان جئیند بلوچ نے قبول کی تھی۔

☆☆☆

بی ایل اے کے ساتھی ریحان بلوچ کو
اعلیٰ قربانی پر سرخ سلام پیش کرتے ہیں

ایس آر اے

نوجوان ساتھی ریحان بلوچ کی جانب سے کیا جانیوالا خودکش حملہ عظیم وطن بلوچستان کیلئے عظیم اور اعلیٰ قربانی ہے، سندھی قوم اور نوجوانوں کو بھی ایسی ہی جذبہ اور کمٹمنٹ پیدا کرنی ہوگی۔ صوفی شاہ عنایت سندھو دیش روولیوشنری آرمی کے کمانڈر صوفی شاہ عنایت نے آج صبح بلوچستان کے علاقے دالبندین کے قریب چائنیز انجینئرز پر بلوچ لبریشن آرمی کے نوجوان ساتھی ریحان بلوچ کی جانب سے ہونے والے خودکش حملے کو اپنے عظیم وطن بلوچستان کیلئے عظیم اور اعلیٰ قربانی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ کسی بھی قوم کے نوجوانوں میں اس قسم کی اعلیٰ کمٹمنٹ، جذبہ اور ارادہ پیدا ہوجائے تو پھر دنیا کی کوئی بھی قبضہ گیر قوت اس قوم کو زیادہ عرصے تک غلام بنا کر نہیں رکھ سکتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ شہید نوجوان ساتھی کو اس کی عظیم اور اعلیٰ قربانی پر سندھی قوم کی جانب سے قومی سلام پیش کرنے کیساتھ ان کے والد اور بی ایل اے کے سینئر کمانڈر اسلم بلوچ کو بھی قومی سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے اپنے نوجوان بیٹے کو اپنے وطن کی آزادی کیلئے قربان کر کے بلوچ قومی آزادی کی تحریک میں جانثاری کی ایک نئی روایت قائم کی ہے جس روایت اور حوصلے پر چلتے ہوئے بلوچ قوم ایک دن ضرور اپنی آزادی کی منزل کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگی۔

ایس آر اے کمانڈر صوفی شاہ عنایت نے کہا ہے کہ جب سندھی قوم اور اس کے نوجوانوں میں بھی اپنے وطن کی آزادی کیلئے لڑ کر قربان ہونے کی ایسی ہی جذبہ اور کمٹمنٹ پیدا ہوگی تب ہی وہ اپنے وطن کو پنجاب سامراج کی غلامی سے نجات دلا سکتے ہیں۔

☆☆☆

شہید ریحان جانءَ
سُھریں دروت ندرکناں

کامریڈ واجہ یوسف بلوچ

11اگست 2018

آشوب نیوز۔۔۔

بلوچ سیاسی گل بلوچ نیشنل موومنٹ ءِ بُنجاھی باسک کامریڈ واجہ یوسپ بلوچ ءَ شہید ریحان جانءَ سُھریں دروت ندرکناں ءَ گُشت کہ استاد اسلم بلوچ ءَ وتی تنگوئیں ورنائیں بچ ریحان جانءِ پہ گلزمین ءَ سالونکی مرادبات۔

دیمتر اتراں کناں آئی ءَ گُشت کہ من نمیرانین ریحان جانءَ سُھریں دروت ندرکناں۔

بلوچ لبریشن آرمی ءِ جوانیں کمانڈر استاد اسلم بلوچ ءِ بچ ریحان بلوچ ءَ مروچی 11 اگست کہ بلوچ سرڈگار ءِ چہ انگریز ءِ دست آجوی ءِ روچ انت ءُ مروچگیں روچ ءَ ریحان جانءَ گوں وتی کُربانی ءَ یک دگہ درے بوتک ءُ دالبندین ءَ چینی انجینئرانی بس ءِ سرافدائی اُرشے کُت ءُ شہید بوت وتا پہ دائمی نمیرانے کُت۔

زانگ بہ بیت کامریڈ یوسف بلوچ ءہم پہ بلوچستان ءِ آجوئی ءِ ھاتر ءَ دوورنائیں چُک شہید آسپ جانءُ شھید کمانڈر آتپ جانءَ کُربانی داتگ ءُ پہ دائمی نمیران بوتگ انت۔

☆☆☆

رپورٹ و فیچر

دالبندین خودکش حملہ: 3 چینی انجنیئر ، 1 ایف سی اہلکار کی ہلاکت کی تصدیق

ہسپتال ذرائع

11,August 2018

حملے میں سات شدید زخمیوں اور لاشوں کو فوری طور پر ایف سی نے خصوصی طیاروں کے ذریعے کراچی منتقل کر دیا تھا۔

دی بلوچستان پوسٹ کے نمائندے کے مطابق بلوچستان کے علاقے دالبندین میں سینڈک پراجیکٹ پر کام کرنے والے چینی انجنیئر وں اور مزدوروں کے قافلے پر ہونے والے ایک خودکش حملے میں، مصدقہ ذرائع سے اب تک چار ہلاکتوں کی تصدیق ہو چکی ہے۔

دالبنین شاہ فہد ہسپتال ذرائع کے مطابق دھماکے کے فوراً بعد چار لاشیں اور سات زخمیاں ہسپتال پہنچائیں گئیں تھیں، لاشوں میں تین غیر ملکی اور ایک ایف سی اہلکار شامل تھے۔

ہسپتال ذرائع کے مطابق لاشیں اور زخمیاں پہنچانے کے بعد ہسپتال کو سیل کر دیا گیا، جس کے بعد مزید گاڑیاں بھی زخمیاں لاتے رہے، تاہم ہسپتال حکام کو علاج فراہم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، فوج کی اپنی میڈیکل کور انکو ابتدائی طبی امداد فراہم کرتی رہی۔ تمام لاشوں اور زخمیوں کو فوری طور پر کراچی اور کوئٹہ سی ایم ایچ شفٹ کر دیا گیا۔

اس موقع پر میڈیا نمائیندگان کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ شبہ یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ہلاکتوں کی تعداد چار سے کئی گنا زیادہ تجاوز کر سکتی ہے۔

دریں اثناء نے چین نے اس حملے کی شدید مذمت کی ہے اور کراچی میں چین کے قونصلیٹ جنرل نے ہنگامی جوابی میکینزم متحرک کیا ہے۔

انجینئرز پر حملے کے بعد جوابی میکانیزم متحرک کر دیا ہے، چین

واضح رہے آج بلوچستان کے علاقے دالبندین میں چینی انجنیئر وں کے بس کو اس وقت نشانہ بنایا گیا تھا جب انہیں سیکیورٹی حصار میں دالبندین ایئرپورٹ سے سینڈک پراجیکٹ کی طرف لیجایا جا رہا تھا۔

حملہ دالبندین شہر سے تین کلومیٹر دور مغرب میں ہوا تھا۔ سینئر پولیس آفیسر دوستین دشتی کے مطابق ''حملہ آور گاڑی میں پہلے سے ہی راستے پر انتظار میں تھا، جیسے ہی قافلہ وہاں سے گذرا، اس نے اپنی گاڑی بس کے قریب اڑا دیا۔''

بی ایل اے نے دالبندین خودکش حملے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

یاد رہے بلوچ لبریشن آرمی کے ترجمان جیئند بلوچ نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کی تھی، بی ایل اے نے خودکش حملہ آور کی تصاویر جاری کرتے ہوئے کہا تھا کہ حملہ بی ایل اے کے مجید بریگیڈ کا فدائی ریحان بلوچ نے کیا تھا۔

☆☆☆

چینی انجنیئر وں پر بلوچستان میں حملہ

رپورٹ: سی پیک واچ

20 August 2018

چینی انجنیئر وں پر بلوچستان میں حملہ

رپورٹ۔سی پیک واچ

ترجمہ۔دی بلوچستان پوسٹ

11 اگست 2018 کوایک خودکش حملہ آور نے چینی انجنیئر وں کو لیجانے والے ایک بس پر بلوچستان میں حملہ کردیا۔ بعد میں یہ پتہ چلا کہ اس حملے کے پیچھے بلوچ لبریشن آرمی ہے۔اس حملے کے بعد چین پاکستان اقتصادی راہداری کے تحفظ پر خاص طور پر بلوچستان میں بہت سارے سوال اٹھ چکے ہیں۔اس واقعے پر کچھ ماہرین کی رائے درج ذیل ہے۔

بی ایل اے کے اس خودکش حملے کے بہت سے سیکیورٹی مضمرات ہوسکتے ہیں

صفدر سیال

(ریسرچ انالیسٹ، پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز)

بلوچ لبریشن آرمی نے گاڑی کے ذریعے کیئے گئے خودکش حملے کی ذمہ داری قبول کی ہے، جس میں چینی انجنیئر وں کے بس کونشانہ بنایا گیا تھا۔اس حملے کے کثیر الجہت اثرات ہیں، خاص طور پر بلوچستان میں علیحدگی کی تحریک اورامن وامان کی صورتحال پر اسکے وسیع اثرات مرتب ہونگے۔

اول تو شاید یہ پہلا خودکش حملہ ہے، جس کی ذمہ داری قومی پرست مسلح جماعتوں نے قبول کی ہے۔زیادہ تر لوگ بلوچ انسرجنسی کے موجودہ سطح کو بلوچ مسلح جماعتوں کے طریقہ کار اور حکمت عملیوں کی وجہ سے نچلے درجے کی انسرجنسی قرار دیتے رہے ہیں۔ان گروہوں کے حملے اتنے خطرناک نہیں رہے ہیں جتنی کہ مذہبی شدت پسند تنظیموں تحریکِ طالبان، جماعت الاحرار، داعش اور دوسرے اس طرز کے چھوٹے گروہوں کے رہے ہیں۔لیکن دالبندین میں بی ایل اے کا خود کش حملہ یہ ثابت کرتا ہے کہ بلوچ مسلح جماعتیں اپنے اہداف کونشانہ بنانے کیلئے زیادہ مہلک اور خطرناک طریقے اختیار کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، سو وہ اپنے روایتی طریقہ جنگ جس میں فائرنگ کے تبادلے اوردیسی ساختہ بموں کے استعمال سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

دالبندین حملے سے جڑے کچھ اور عوامل بھی ہیں، جو اس خدشے میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ بلوچ مزاحمتی تنظیمیں بلوچستان اور پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کیلئے کتنا بڑا خطرہ بن سکتے ہیں۔اول تو یہ کہ یہ حملہ کسی اکیلے، مایوس شخص کا انفرادی عمل نہیں تھا، بلکہ اس
حملے کی پوری منصوبہ بندی بی ایل اے کے اس کارکن کے پورے خاندان نے کیا تھا۔دوسری بات یہ کہ نا صرف بی ایل اے بلکہ دوسرے
آزادی پسند تنظیموں کے سربراہان جیسے کے بلوچستان لبریشن فرنٹ کے سربراہ نے اس حملے اور حملہ آور کو داد دی ہے۔گوکہ اسکی پہلے مثال نہیں ملتی لیکن یہ بات محیر العقول بھی نہیں۔بہت سے غیر مذہبی شدت پسند جماعتوں نے بھی خودکش حملوں کے حکمت عملی کو انیسویں صدی کے آغاز سے اپنانا شروع کیا، جن میں سری لنکن ایل ٹی ٹی ای اور معاصر انارکسٹ تنظیمیں شامل ہیں۔تاہم اب تک یہ دیکھنا باقی ہے کہ بلوچ مزاحمت کار جو مذہبی شدت پسند کے بجائے قوم پرست ہیں، وہ

مستقبل میں خودکش حملوں کے ہتھیار کو مزید استعمال کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر شاید وہ مذہبی شدت پسند جماعتوں سے بھی کوئی تعلق قائم کرلیں، جو خودکش حملے کرنے میں ماہر ہیں۔

پاکستانی فوج، میگا پراجیکٹس اور غیر مقامی مزدور (بشمول غیر بلوچ پاکستانی اور چینی مزدور) اور ریاستی تنصیبات اب تک بلوچ مزاحمتکاروں کے نشانے پر رہے ہیں۔ سی پیک منصوبے کے مزید متحرک ہونے کے ساتھ وہاں مزید مزدور آئینگے اور تحفظ کیلئے مزید فوج بلانی پڑیگی، جو وہاں تحفظ دینے کیلئے بھلے آئیں لیکن خود نشانہ بنتے جائیں گے۔ اسکے ساتھ ہی اگر بلوچ مزاحمت کار اپنے اہداف کو نشانہ بنانے کیلئے زیادہ مہلک طریقہ کار اختیار کرتے ہیں، تو پھر وہ ایک انتہائی سنجیدہ خطرہ بن کر ابھر سکتے ہیں۔

حملے میں اس خاندان کا ملوث ہونا خطرے کی ایک گھنٹی ہے

راحت ملک

(سینئر سیاسی وسماجی تجزیہ نگار)

غالباً یہ تاریخ میں پہلا موقع ہے جب کسی بلوچ مزاحمتی تنظیم نے کھلے عام چینیوں پر حملہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے، جب انہوں نے سینڈک پروجیکٹ پر کام کرنے والے چینی انجنیئر وں کے بس کو دالبندین میں نشانہ بنایا۔

سب سے خطرہ ناک بات، اس خاندان کی ہے جو اس حملے میں ملوث ہے۔ یہ حملہ بی ایل اے کے کمانڈر اسلم بلوچ کے بیٹے نے کیا۔ سوشل میڈیا پر جاری ایک ویڈیو کے مطابق، جو حملے

سے کچھ دیر پہلے بنایا گیا ہے، اسلم بلوچ کو اپنے بیٹے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے، جہاں حملہ آور چینیوں کے خلاف ایک تقریر بھی کرتا ہے۔

تاہم، بدقسمتی سے ہم جس زمانے میں رہتے ہیں یہ ایک پرامن زمانہ نہیں ہے۔ سیکورٹی اہلکار امن وامان کی خاطر سب کی تلاشی لیتے ہیں لیکن سب دہشت گرد نہیں ہوتے۔ لوگوں کے بہت سے تحفظات ہیں، جس طرح اہلکار انکی تلاشیاں لیتے ہیں جبکہ ان میں سے کوئی دہشتگرد نہیں ہوتا۔

امن وامان کی کوئی بھی کوشش تب تک کامیاب نہیں ہوسکتی، جب تک لوگوں کا اعتماد نہیں جیتا جاتا، اہلکاروں کو سب کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں رکھنا چاہیئے جیسے کہ سب دہشت گرد ہوں اور مقامی لوگوں کا احترام کرنا چاہیئے۔

دریں اثناء سیکورٹی کے اندرونی صورتحال کے ساتھ ساتھ بیرونی حالات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ بتایا جاتا ہے کہ شدت پسند افغانستان کی سرحد، غیر قانونی طریقے سے بآسانی پار کرتے ہیں۔ سرحد کے دونوں پار شدت پسندوں کے محفوظ پناہ گاہیں ہیں۔ خودکش حملے خود میں اتنے خطرناک نہیں ہوتے، لیکن ان حملوں کے پیچھے جو مقاصد کارفرما ہوتے ہیں، وہ بہت خطرناک ہوتے ہیں، انکے اوپر ضرور سوچنا چاہیئے۔

حملے سے ضروری نہیں ہے کہ سی پیک کے تکمیل پر اثر پڑے

شہزادہ ذولفقار

(سینئر صحافی، کوئٹہ)

چینی انجنیئر وں کو لیجانے والی بس پر ہونے والا خودکش حملہ باعثِ حیرت نہیں ہے۔ تقریباً

تمام بلوچ مسلح تنظیموں بشمولِ بلوچ لبریشن آرمی بلوچستان میں چین کے کام کرنے پر مخالفت کا اظہار کر چکے ہیں، یہ الزام لگا چکے ہیں کہ وہ بلوچستان کی دولت لوٹ رہے ہیں۔ ساتھ ہی یہ کہنا غفلت ہوگا اگر کہا جائے کہ چین کو اس بابت پتہ نہیں تھا۔ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بلوچ مزاحمتی گروپوں کے زیر اثر علاقوں میں چین مخالف سوچ کس قدر گہری ہے۔

حتیٰ کے سی پیک کے آغاز سے پہلے ہی، چین کو گوادر اور جنگ زدہ بلوچستان میں کام کرنے کے مضمرات کا اندازہ تھا۔ لیکن پھر بھی انہوں نے یہاں آ کر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایسے ماحول میں کام کرنے کا مسئلہ جتنا سی پیک پر اثر انداز ہوتا ہے اتنا ہی ''براڈ ربیلٹ اینڈ روڈ انیشیٹیو'' پر بھی ہوتا ہے، جو دنیا کے خطرناک ترین علاقوں میں سے گذرتا ہے۔

لہٰذا اس نتیجے پر پہنچنا غلط ہوگا کہ بی ایل اے کا یہ حملہ، سی پیک منصوبوں کے تکمل پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔

حملے کے وقت، حملہ آوروں نے ایک ویڈیو بھی جاری کی ہے، جو اب سوشل میڈیا پر گردش کر رہی ہے۔ جس سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ انہیں بروقت کیوں نہیں پکڑا گیا۔ دراصل ''ایس ایس ڈی'' کے خصوصی اہلکار چینی شہریوں اور سی پیک کے حفاظت پر معمور ہیں، لیکن یہ انکیلئے بھی مشکل ہے کیونکہ اکثر حملہ آور عام لوگوں کے بیچ میں سے ہو کر آتے ہیں۔ اس لیئے تمام تر سخت اقدامات کے باوجود حملہ آور حملہ کرنے میں کامیاب ہوا۔

ایسا لگتا ہے کہ اب حکومت کو یہاں کام کرنے والے چینیوں کے حفاظت پر نظر ثانی کرنی پڑیگی۔ سیاسی معاملات آگے بڑھانے کیلئے بہت اہم ہیں۔ پہلے ایسی اطلاعات آ رہیں تھیں کہ چین بلوچ مسلح مزاحمت کاروں سے مذاکرات بھی کر رہا ہے۔ پاکستانی اور چینی حکام نے اسکی تردید کی تھی۔

☆☆☆

حملے کے نتائج مزید سخت سیکورٹی کی صورت آ سکتے ہیں

اکبر نوتیزئی
(صحافی و تجزیہ نگار، بلوچستان)

بی ایل اے کا چینی انجنیئر وں پر حملے کی سب سے اہم بات، حملے کی جگہ ہے۔

ضلع چاغی دوسرے علاقوں کے نسبت پرامن رہا ہے۔ جبکہ دارلحکومت کوئٹہ یا گوادر میں واقعات ہوتے رہے ہیں لیکن چاغی ایک پرسکون ضلع رہا ہے۔ بلوچ قوم پرست مستونگ اور کوئٹہ جیسے علاقوں میں ایک طویل عرصے سے ایک مضبوط پوزیشن رکھتے ہیں لیکن دالبندین، چاغی کا وہ شہر جہاں حملہ ہوا، وہاں پر بلوچ مزاحمت کاروں کی بہت قلیل تعداد ہوگی۔

چینی تقریباً آٹھ سال سے سینڈک پروجیکٹ پر کام کر رہے تھے اور کچھ اطلاعات کے مطابق یہ منصوبہ اب تقریباً اپنے حتمی مراحل میں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بی ایل اے اور اسکے ہم خیال مزاحمت کار تنظیمیں چین کی موجودگی سے خوش نہیں ہیں، جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ چین انکی قومی دولت لوٹ رہا ہے۔ ایک اور مائننگ منصوبہ ریکوڈیک فوراً ذہن میں آ جاتا ہے، جو ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے۔

بلوچ وسائل کے استحصال بابت یہ خیال بلوچستان کے سیاسی پارٹیوں میں بھی پایا جاتا ہے، جن کا موقف ہے کہ سی پیک کے پروجیکٹس سے حاصل آمدنی کو مقامی لوگوں کے بہبود پر خرچ نہیں کیا گیا ہے اور انہیں انکے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ مقامی لوگوں میں چین مخالف جذبات کی بنیاد وجہ ہے، جو چینیوں اور چینی منصوبوں پر مزید حملوں کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔

حالانکہ حکومت پاکستان سیکورٹی کے سخت تدابیر اختیار کیئے ہوئے ہے، لیکن پھر بھی بلوچ آزادی پسند چینیوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ مقامی لوگوں کے حمایت اور مدد کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ یہی بات مذکورہ خودکش حملیپر بھی صادق آتی ہے کہ مقامی لوگ اس میں ضرور شامل تھے۔

لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ سی پیک کے رفتار میں خلل آئے گا، ان تمام سیکورٹی خدشات کے باوجود چینی نہیں رکیں گے، وہ سی پیک منصوبے کو کامیاب کرنے پر جتے ہوئے ہیں۔

چین پاکستان پر دباؤ ڈال سکتا ہے کہ وہ سی پیک منصوبے کے سیکورٹی پر نظر ثانی کریں اور چینی مزدوروں کی حفاظت یقین بنائے تاکہ وہ سیندک اور ریکوڈیک پر کام کرسکیں۔ اطلاعات کے مطابق چینی ورکر کراچی سے بلوچستان تک سفر صرف فضائی راستے سے کرتے ہیں، چینی ورکروں کے سیکورٹی کو مزید یقینی بنانے کیلئے شاید مستقبل میں تمام ٹریفک بند کیئے جائیں جب چینیوں کو اندرونِ بلوچستان ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہو، یا شاید وہ بلوچستان کے اندر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ فضائی راستہ اختیار کریں۔

کسی بھی مشترکہ منصوبے کیلئے مقامیوں کا اعتماد حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ مقامی لوگوں کی شراکت کو یقینی بنانا پڑے گا اور انکے تحفظات دور کرنی پڑینگی۔

☆☆☆

دالبندین:
خودکش حملے کے بعد
چینی شہریوں کی سیکیورٹی مزید سخت

13,August

2018

چینی انجینئرز پر خودکش حملے کے بعد سیندک پراجیکٹ میں کام کرنے والے چینی شہریوں کی سیکیورٹی بڑھادی گئی

دی بلوچستان پوسٹ نیوز ڈیسک کو موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق گیارہ اگست کے دن دالبندین کے قریب ہونے والے خودکش حملے کے بعد چینی شہریوں کی سیکیورٹی مزید سخت کردی گئی ہے۔

تفصیلات کے مطابق سیندک پراجیکٹ کے گردونواح میں ایف سی پولیس اور لیویز فورس کی گشت، چیکنگ اور نگرانی میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ جبکہ وہاں جانے اور آنے والے افراد کی کڑی نگرانی کی جارہی ہے.

ذرائع کے مطابق اہم تنصیبات اور سرکاری عمارتوں کی سیکیورٹی میں بھی اضافہ کردیا گیا ہے جبکہ دالبندین شہر اور گردونواح میں سیکیورٹی ہائی الرٹ کردی گئی ہے۔

واضح رہے دالبندین کے قریب ہونے والے خودکش حملے میں تین چینی انجینئر، 1 ایف سی اہلکار کی ہلاکت ہوئی تھی۔

اس خودکش حملے کی ذمہ داری بلوچ لبریشن آرمی کے ترجمان جیئند بلوچ نے قبول کرتے

ہوئے کہا تھا کہ اگر چائنا استحصالی عمل سے پیچھے نہیں ہٹا تو ہمارے حملوں سے نہیں بچ سکیں گے کیونکہ جس حد تک ممکن ہوا ہم ان پر اپنے حملے جاری رکھیں گے اور اپنے حملوں کی نوعیت میں ہم ہر ممکن تبدیلی لائیں گے۔

☆☆☆

دالبندین خودکش حملے کی وجہ سے چین کو بھاری قیمت چکانی پڑے گی

ساؤتھ چائنا مارننگ پوسٹ

28,August
2018

ایک ممتاز دفاعی تجزیہ کار نے ہانگ کانگ سے جاری ہونے والے معروف اخبار ساؤتھ چائنا مارننگ پوسٹ میں لکھا ہے کہ "دالبندین خودکش حملے کی وجہ سے اب چین کو انفراسٹرکچر کے مد میں بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔"

رائل یونائیٹڈ سروسز انسٹی ٹیوٹ لندن میں انٹرنیشنل سیکورٹی اسٹڈیز کے ڈاریکٹر رافائیلو پینتو جی نے چینی اخبار میں شائع اپنے مضمون میں کہا ہے کہ "حالیہ دنوں ایک بلوچ رہنما کے بیٹے کا چینی انجینئر وں کے بس پر دالبندین بلوچستان میں خودکش حملہ ظاہر کرتا ہے کہ چین کا بلوچستان میں تحفظ کا مسئلہ کتنا گھمبیر ہے۔"

رافائیلو پینتو جی جو دہشتگردی، انسدادِ دہشتگردی اور چینی سفارتی تعلقات کے موضوع کے ماہر تصور کیئے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ "بلوچ لبریشن آرمی کا یہ خودکش حملہ ایک نئی روایت ہے اور اس حملے میں خاص طور پر چین کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح بیجنگ علاقائی فسادات میں پھنس رہا ہے، جن کا حل پاکستان کے بنیادی مسائل کرنے میں ہی پوشیدہ ہے۔"

رافائیلو یقین رکھتے ہیں کہ "علیحدگی پسندی کے مسئلے کا وسیع المیعاد حل، صرف سیاسی طریقہ کاروں میں پوشیدہ ہے، اس مسئلے کو ہیکل اساسی یا کان کنی میں سرمایہ لگا کر حل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس طرح یہ مسئلہ مزید بگڑتا جائیگا۔"

عالمی دفاعی ماہر، فنانشل ٹائمز کے گذشتہ ماہ فروری میں شائع اس خبر کو خارج از امکان نہیں کرتا، جس میں کہا گیا تھا کہ کچھ بلوچ آزادی

پسند گروہوں اور چین کے درمیان مذاکرات ہوئے ہیں۔ تاہم رافائیلو پینتو چی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ بی ایل اے کے رہنما اسلم بلوچ، جس کے بڑے بیٹے ریحان بلوچ نے فدائی حملہ کیا تھا، نے چین کے ساتھ کسی بھی قسم کی بات چیت کی سختی سے تردید کی تھی۔ وہ اپنے مضمون میں اسلم بلوچ کے ان الفاظ کو نقل کرتے ہیں کہ "ہمارے لوگوں کو روز اٹھا کر غائب کیا جا رہا ہے، انہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ انکے گھر لوٹے اور جلائے جا رہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں چین سے ہر قسم کی مذاکرات ہم مسترد کرتے ہیں۔"

رافائیلو مزید کہتے ہیں کہ "چین پاکستان اقتصادی راہداری کے آغاز سے ہی اطلاعات آتی رہی ہیں کہ بی ایل اے سی پیک منصوبوں پر حملے کر رہا ہے۔ جن میں زیادہ تر پاکستان فوجیوں اور مزدوروں کی ہلاکتیں ہوتی رہیں ہیں۔"

اس مضمون میں چینی شہریوں پر سندھی قوم پرستوں خاص طور پر سندھی آزادی پسند مسلح تنظیم سندھو دیش ریولوشنری آرمی کے حملوں کا بھی ذکر ہے۔

رافائیلو کے مطابق ان حملوں کے پیچھے واضح مقاصد ہیں "آزادی پسندوں کیلئے ریاست پاکستان ایک بدترین دشمن ہے۔ اسی طرح پاکستان کے قریبی دوست ہونے کی وجہ سے چین بھی اس تعلق کے بنا پر نشانہ بنتا ہے۔"

اس مضمون میں بلوچ لبریشن آرمی کے فدائی ریحان بلوچ کے حملے سے پہلے کے الفاظ بھی شامل کیئے گئے ہیں، جن میں وہ چین کو

تنبیہہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اپنے اس عمل سے میں چین اور اسکے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ جو کوئی بھی بلوچ مسائل میں بلوچ قوم کے منشاء و مرضی کے خلاف دخل اندازی کرے گا، انہیں بلوچ قوم کے قہر کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

☆☆☆

تصاویر

فدائین شہید ریحان کی والدہ بی بی یاسمین ریحان بلوچ کو فدائی حملے کیلئے آزاد بلوچستان کی پرچم اوڑھا کر رخصت کر رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان کی والدہ بی بی یاسمین ریحان بلوچ کو فدائی حملے کیلئے آزاد بلوچستان کی پرچم اوڑھا کر رخصت کر رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان کی والدہ بی بی یاسمین ریحان بلوچ کو فدائی حملے کیلئے آزاد بلوچستان کی پرچم اوڑھا کر رخصت کر رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان کی والدہ بی بی یاسمین ریحان بلوچ کو فدائی حملے کیلئے آزاد بلوچستان کی پرچم اوڑھا کر رخصت کر رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان بلوچ کے والد جنرل اسلم بلوچ ریحان کو فدائی حملے کیلئے روانہ کر رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان بلوچ کے والد جنرل اسلم بلوچ ریحان کو فدائی حملے کیلئے روانہ کر رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان بلوچ فدائی حملے کیلئے اپنی آخری ویڈیو پیغام ریکارڈ کرا رہے ہیں۔

فدائین شہید ریحان بلوچ فدائی حملے کیلئے اپنی آخری ویڈیو پیغام ریکارڈ کرا رہے ہیں۔

شہید ریحان جان بلوچ

مختصر تعارف

ریحان جان بلوچ نے 12 جون 1997ء کو کوئٹہ کے علاقے شالدرہ ٹین ٹاؤن میں شہید جنرل استاد اسلم بلوچ اور لمہ یاسمین بلوچ کے آنگن میں آنکھ کھولی۔

شہید ریحان جان بلوچ نے ابتدائی تعلیم کے لیے کراچی کے ایک سکول میں داخلہ لیا جہاں وہ فقط نویں جماعت تک تعلیم حاصل کر پایا۔

انہوں نے 2011ء میں بلوچ لبریشن آرمی کے پلیٹ فارم سے مسلح جدوجہد شروع کی اور بلوچستان کے مختلف علاقوں بولان اور شور پارود میں تنظیم کے ممبران کے ساتھ عملی جدوجہد میں حصہ لیتا رہا۔

2012ء میں شہید ریحان جان بلوچ شہید مجید بریگیڈ کا باقاعدہ ممبر بنا اور انہی دنوں انہوں نے فدائی حملے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی لیکن کم عمری کی وجہ سے اس کی اس خواہش کو تنظیم نے رد کر دیا تھا۔

اپنی اس دیرینہ خواہش جو قومی ضرورت بھی تھی جس کا ادراک ریحان جان کو تھا، انہوں نے اس عظیم کارنامے کے لیے 11 اگست 2018ء کا انتخاب کیا۔ یہ وہی دن ہے جہاں برطانوی آبادکاروں کے جانے کے بعد بلوچ قوم نے اپنی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ اس دن کو مزید یادگار بنانے کے لیے شہید ریحان جان بلوچ نے دالبندین میں چائنیز آبادکاروں پہ فدائی حملہ کر کیا۔ اور یوں شہید ریحان جان اپنے عظیم کارنامے سے اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب رہا۔

حالانکہ 26 مارچ 2016ء کو اس کی منگنی ہو گئی تھی اور اس حملے سے کچھ عرصہ قبل اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھی لیکن انہوں نے ذاتی خواہشات کو رد کرنے کی ایسی مثال قائم جس کی نظیر انسانی تاریخ میں ملنا ممکن ہی نہیں۔

سنگر

www.sangarpublication.com